جلد 6

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

گلدستۂ سُنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

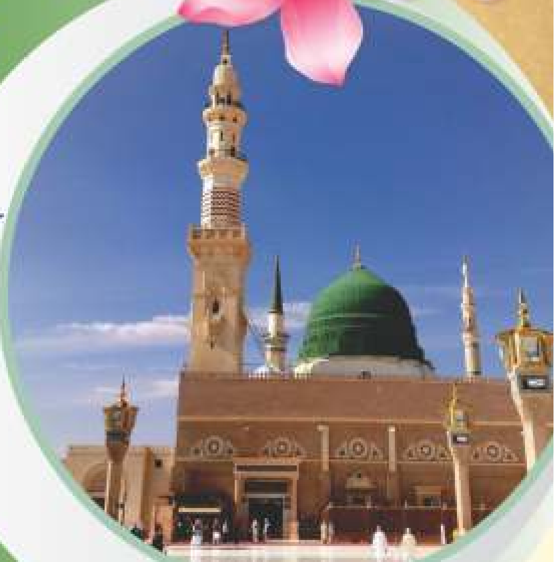

پسند فرمودہ

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

الکہف پبلیکیشنز

AL-KAHAF PUBLICATIONS

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جلد 6

گلدستۂ سنت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

مولانا قاری محمد عمران خان صاحب

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، فاضل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور)

پسند فرمودہ

حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

الکہف پبلیکیشنز

AL-KAHAF PUBLICATIONS

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... گلدستہ سنت جلد 6

از افادات .... حافظ محمد ابراہیم

پروف ریڈنگ وتخریج .... مولانا محمد عمار صاحب و دیگر علمائے کرام
(فاضل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

مرتب .... مولانا قاری محمد عمران خان صاحب
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، فاضل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور)

کمپوزنگ .... حافظ عبدالوحید اعوان (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

اشاعت اول .... اگست 2018ء

تعداد 2200

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ

AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST

فیس بک فیس بک پر براوراست بیانات کے کلپس اور احادیث حاصل کریں۔ fb.com/ishqeilahi1

Twitter لائیو بیانات کے اوقات کے متعلق جاننے اور روزانہ ایک حدیث پاک اپنے موبائل پر حاصل کرنے کے لیے اپنے موبائل سے یہ میسیج سینڈ (Messege Send) کریں۔ ہر بیان شروع ہونے سے قبل آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ ان شاءاللہ Twitter: F ishqeilahi Send 40404

نوٹ: مذکورہ کوڈ صرف پاکستان کے لیے ہے۔ بیرون ممالک والے حضرات ہمیں ای میل کرکے یا واٹس ایپ پر میسیج کرکے اپنے ملک کا کوڈ حاصل کرسکتے ہیں۔

whatsapp کے کلپس حاصل کرنے کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کریں۔ 0321-4159902 ,0300-9406489

www.ishqeilahi.com

Email:info.ishqeilahi@gmail.com

اِنتساب

اپنے شیخ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد

کے نام جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے اس بندے

کے دل میں ایمان کی شمع کو روشن کر دیا۔

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد النبي

الأمي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرست مضامین

- پیش لفظ 21
- عرض مرتب 24

ایمان والوں سے محبت حصہ اول 25

- اللہ تعالیٰ تو دینے والے ہیں 25
- دو طرح کی زندگیاں 26
- اخلاص سے عمل کرنا 26
- اخلاص عمل کی بنیاد ہے 27

اِخلاص کا مطلب	27
ہیرے اور موتی کی قیمت	28
سچائی میں نجات ہے	28
سچائی کے تین درجات	29
پہلا درجہ	29
دوسرا درجہ	29
تیسرا درجہ	31
حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت	31
حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں	32
بروزِ قیامت تین آدمیوں کا فیصلہ	32
اہلِ اسلام کی آپس میں محبت	33
اللہ کے لیے محبت	35
حضراتِ صحابۂ کرام اور تمام اُمت سے محبت	37
اپنا کھانا متقی کو کھلاؤ کا مطلب	37
مسلمان کو خوش کرنے کے فضائل	38
خوش کرنے کا مطلب	41
مسلمانوں کی مدد کرنا	41
مخلوق سے بدلہ کا طلب گار نہیں بننا	42
اللہ تعالیٰ کے خاص بندے	43
مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں	45

مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ	46
صدقہ کا اجر	47
ظالم اور مظلوم کی مدد کرنا	47
اللہ تعالیٰ کا انتقام	48
ایک مشہور غلط مقولہ	48
یتیم کی مدد کرنا	49
مسکینوں اور بیواؤں کی خدمت	50

ایمان والوں سے محبت حصہ دوم 53

اللہ کے لیے لوگوں سے ملنا	53
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لوگوں سے ملنا	54
نیک لوگوں کے ساتھ مجالست رکھنا	55
نیک اور برے ہمنشیں کی مثال	56
جسم اور رُوح کے تقاضے	56
روح میں قوت کیسے آئے گی؟	57
اولاد کو نیک لوگوں کے پاس لے جانا	58
عفوو درگزر کا معاملہ کرنا	59
اخلاقِ حیوانات	60
معاف کرنے سے رُتبے میں ترقی	61

- ربِّ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں | 62
- لوگوں کو معاف کریں، اللہ ہمیں معاف کرے گا | 64
- معاف نہ کرنے والے کے لیے پیغامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم | 65
- اہلِ فضل و اہلِ علم سے درگزر کرنا | 66
- حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ | 67

شکر حصہ اول | 71

- ''نِعْمَ الْعَبْدُ'' بہترین بندہ | 71
- کیا ہم ''نِعْمَ الْعَبْدُ'' بن سکتے ہیں؟ | 73
- شکر کی حقیقت | 73
- آلِ داوٗد علیہ السلام کی ترتیب | 74
- تقویٰ اور عملِ صالح | 74
- اے داوٗد! اب تم نے شکر ادا کیا | 74
- آلِ داوٗد علیہ السلام کی فضیلت کیسے مل سکتی ہے؟ | 75
- (1) اَلْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا | 76
- (2) اَلْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَ الْفَقْرِ | 77
- (3) خَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ | 77
- اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ | 78
- کمالِ شکر | 80

- شکر گزار کیسے بنیں؟ 80
- ہمارا المیہ 81
- لوگوں کا شکر کیسے ادا کریں؟ 82
- والدین کا شکر گزار بننا 83
- نعمتوں میں ترقی 83
- تین بہترین صفات 84
- دنیا و آخرت کی بھلائیاں 86
- نعمتِ شکر کا حصول 87

شکر حصہ دوم 89

- عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ 89
- شکر کی نعمت کیسے ملے گی؟ 90
- بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا قصہ 91
- بوڑھے شخص کا عمل 93
- ایبٹ آباد کے بوڑھے کا عمل 94
- اللہ کی نعمتوں سے غافل نہ ہوں 95
- شکر ادا کرنے کے مواقع 96
- تنگ نظری کا مسئلہ 97
- ایمان کے دو حصے 97

پلکیں، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت	98
کھلے وال، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت	99
شکایت دور کریں	100
حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا	101
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	101

والدین کے حقوق حصہ اول 103

انسانی حقوق	103
پسندیدہ عمل	104
حضرت جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ	105
خوشخبری اور عمر میں برکت	105
حسنِ سلوک کی برکت	106
جنت کا درمیانی دروازہ	107
حضرت جی دامت برکاتہم کی دعا	107
جنت یا جہنم کے دروازے کھلنا	107
والدین کی خوشی میں رب کی رضامندی	109
رب کی ناراضگی میں والدین کی رضا جائز نہیں	110
نگاہیں کہاں استعمال کریں؟	110
والدین کے حقوق	111

- والدین کی نافرمانی پر نقد سزا 112
- والدین کے ساتھ مزاح رکھنا 113
- گھر والوں کو وقت دیں 113
- جنت میں تلاوت کی آواز 114
- مگر والدین کا نافرمان نہ ہو 115
- رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم 115
- والدین سے قطع تعلق اور صلہ رحمی کرنے والا کا اجر 116
- گناہوں کا کفارہ 117
- غیر مسلم والدین کی خدمت 118
- والدہ کا حق والد پر مقدم ہے 118
- والدہ کی ناراضگی کی سزا 119

والدین کے حقوق حصہ دوم 121

- جنت سے محروم لوگ 121
- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور 123
- بے سود نیکی 123
- اکبر الکبائر 123
- انفاق علی الوالدین 124
- جیسی کرنی ویسی بھرنی 125

- حدیث الغار 127
- ماں کے نافرمان کا انجام 130
- والدین کے لیے استغفار کرنا 131
- ادائیگی حقِ والدین کی بہترین دعا 131
- والدین کی طرف سے ایصالِ ثواب 132
- والدین کی طرف سے حج کرنا 133
- ایک صاحب کا انداز 134
- والدین کے جاننے والوں سے حسنِ سلوک 135
- تین چیزیں صدقہ جاریہ 136
- جنت میں درجہ بڑھنا 137
- نیک بچہ صدقہ جاریہ ہے 137

بدگمانی 139

- اپنے اندر کی کمزوری کو دور کرنا 139
- بارش کے پانی کی مثال 140
- ایک عمدہ توجیہ 142
- قطب بینی اور کتب بینی 142
- قطب بینی پر ایک واقعہ 143
- سب سے بڑا جھوٹ 144

- حسنِ ظن پر اَجر 145
- بدگمانی پر قیامت کے دن پکڑ 145
- بدگمانی کیسے آتی ہے؟ 145
- بدگمانی کا علاج 146
- کشتی میں بیٹھے جوانوں کے لیے دعا 147
- اللہ! ان کے دلوں کی کشتی کو پلٹ دیجیے 147
- یہ پکا مؤمن ہے 148
- دو قیمتی نصیحتیں 151
- گناہ بے لذّت 152
- وقت کی قدر کرنا 152
- تحصیلِ علم میں وقت صرف کرنا 153
- باادب اور بے اَدب طالب کا قصہ 155
- خالق اور مخلوق کے اَدب کا مطلب 155
- خیرخواہ بننا 156
- حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اندازِ خیرخواہی 157

بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری حصہ دوم 159

- شوہر کا بخل اور بیوی کی ضرورت 159
- حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا سوال 160

- عورت کا اپنے شوہر پر خرچ کرنا 161
- زیورات کی زکوٰۃ 163
- امانت کا خیال رکھنا 164
- کمپرومائز سے زندگی گزاریں 165

رمضان کی بعض سنتیں 167

- روزے کی حفاظت 167
- روزے کے مقاصد 168
- گناہوں سے بچنے کا نام روزہ 169
- روزے میں بعض چیزوں کی اجازت 169
- روزہ چھوڑنے کا گناہ 170
- روزہ نہ رکھنے کے حیلے بہانے 171
- ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا 171
- روزے کی قضا کب کرے؟ 172
- بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈالنا 172
- افطار کی سنت 173
- ایک نکتہ کی بات 174
- قبل از نماز افطاری 174
- افطاری کس چیز سے کریں؟ 175

◆ سحری کی سنت 175

روزے میں تین اہم کام 177

◆ رمضان المبارک اور سورۂ اخلاص 177
◆ بہانۂ مغفرت 178
◆ شیطان پر پابندی 178
◆ تین اعمال میں زیادہ محنت 179
◆ دعائیں مانگنا 179
◆ دعائیں کیسے مانگیں؟ 180
◆ سخاوت کرنا 181
◆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور قرض خواہ مشرک 181
◆ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت 184
◆ تراویح اور دیگر عبادات کا اہتمام 185
◆ گناہوں سے بچنا 186
◆ کچھ قابل غور باتیں 187
◆ ایک غلط فہمی کا ازالہ 188

اللہ کی رحمت حصہ اول 189

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت	189
اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت	190
خلاصۂ مجلس	191
بندوں سے تقاضا	191
رحمتِ الٰہیہ کو کھینچنے کا مقناطیس	191
بدبختی کی ابتدا	192
میری مخلوق پر رحم کرو	193
رحمدلی سے دخولِ جنت	193
تین قسم کے اہلِ جنت	194
وہ ہم میں سے نہیں	195
محبت کا پیکر	196
جانوروں کو اچھا کھلاؤ پلاؤ	197
چھری پہلے تیز کرو	197
چڑیا نما پرندے کی بے چینی	198
چھری پھیرتے وقت رحم کرنا	199
اللہ تعالیٰ کا محبوب	200
بروں میں اچھے لوگ	200
خیر خواہی	201
حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا خریدنا	202
اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں	203

سلام کرنا حصہ اول 205

- قوموں کے کلماتِ ابتدائیہ 205
- سب سے پہلے سلام کرنے والے صحابی 206
- حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کی تعلیم 207
- سلام کا معنی 207
- سلام کی حکمتیں 208
- السلام قبل الکلام 209
- سلام کے فضائل 210
- آپس کی محبت ایمان کا حصہ ہے 211
- تکبر کا توڑ 212
- بلندیٔ درجات 213
- شیخ یعقوب صاحب رحمہ اللہ 214
- بہترین شخص 215
- سلام کا جواب دینا 215
- خط کی سنت 216
- شارٹ کٹ کا رجحان 217
- بسم اللہ یا 786 218
- ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق 219

- کون کسے سلام کرے 220
- گھر والوں کا خیال رکھنا 220
- سب سے بڑا بخیل 221
- دس، بیس اور تیس نیکیاں 222
- سلام کے کلمات کو سیکھنا 222
- سلام کا جواب 223

جمعہ کی فضیلت 225

- ہر جنس میں افضیلت 225
- جمعہ کی فضیلت 226
- نمازِ جمعہ میں پہلے آنے کی فضیلت 227
- جمعہ کے دن نیکی کا اجر 228
- تمام دنوں پر جمعہ کی فضیلت 228
- نفلی حج کا اجر 228
- مسکینوں کا حج 229
- جمعہ کی رات اور دن 229
- جمعہ کا دن اور جہنم کی آگ 229
- جمعہ کے دن کی موت 229
- جمعہ کے دن مسنون تلاوت 231

- جمعہ کی سنتیں 232
- نمازِ جمعہ کے لیے جانے کا وقت؟ 233
- اِحیاء العلوم کی ایک عجیب روایت 235
- جمعہ میں تاخیر کا نقصان 236
- گناہوں کی معافی 237
- پندرہ نکات 237
- جمعہ کی نماز کے لیے کاروبار بند کرنا 239
- ایک شبہ کا ازالہ 240
- مستورات کو نصیحت 241
- ایک حیلہ کا توڑ 241
- گردنیں پھلانگنے کی ممانعت 242
- کمر سے پاؤں کو باندھنے کی ممانعت 242
- نماز اور بات کی ممانعت 243
- قبولیت کی گھڑی 243
- وقت کا تعین 244
- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مبارک عمل 246
- ایک اللہ والے کا عجیب نکتہ 246
- شب جمعہ کو قیمتی بنائیں 247
- جمعہ کی تیاری 247
- صلاۃ التسبیح کا طریقہ 248

- ایک بے سود بہانہ 249
- شیطان سے حفاظت کا عمل 250
- قرض سے نجات کی دعا 250
- درود شریف پڑھنے کا اہتمام 251
- سو ضرورتوں کا پورا ہونا 252
- اسی سال کے گناہوں کی معافی 253
- جنت کی بشارت 253
- ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے پروانۂ براءت جہنم 255
- سورۂ کہف کی تلاوت 255
- جمعہ کے روز ملاقاتیں کرنا 257

موت کے وقت نیک لوگوں کا اکرام 259

- اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے 259
- پریشانی کا ڈنڈا 260
- اللہ کے قرب کو مقصد بنائیں 261
- نیک روحوں کا اعزاز 262

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر انتظام چھپنے والی کتاب گلدستہ سنت کی جلد 6 آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

آگے چلنے سے پہلے میں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ کا تعارف بھی کرواتا چلوں۔ الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرم عمل ہے جن میں ادارے کے افراد کے لیے ٹرانسپورٹ کا انتظام، رمضان پیکج وغیرہ اور اسی ٹرسٹ کے زیر اہتمام مختلف شعبوں میں پڑھنے والی طالبات کے لیے شادی کا انتظام، اور الحمدللہ اب اسی ٹرسٹ کے زیر انتظام الکھف سلائی سنٹر کا قیام بھی وجود میں آچکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ابراہیم اکیڈمی کے تحت آن لائن نہ صرف درسِ نظامی کی کلاسز بلکہ قرآنی عربی ودیگر آن لائن کلاسز بھی شروع ہیں اس کے

علاوہ کالجز، یونیورسٹیز کے طلباء وطالبات اور طبقہ کے لیےPresentations کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ نیز الکہف ہاسٹلز فار بوائز الکہف طب نبوی کلینک (جس میں سنت، دعا، دوا، غذا اور حجامہ سے لوگوں کے علاج و معالجہ کا انتظام کیا جا چکا ہے)۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ علاوہ ازیں الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے چند مزید منصوبوں پر کام شروع ہے جن میں الکہف سکول سسٹم، الکہف اکیڈمیز سرفہرست ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے 1439 ہجری رمضان المبارک میں ملک بھر کے مختلف شہروں میں 40 جگہوں پر دورہ قرآن تکمیل پایہ۔

زیر نظر کتاب گلدستہ سنت کی جلد 6 دن اور رات کی مبارک سنتوں پر مشتمل ایک سیریز ہے جس کا مقصد عملی زندگی میں سنتوں کو لاکر زندگی کو اللہ کے نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق ڈھالنا ہے۔ اور بعض حضرات نے (جن میں علماء کرام بھی شامل ہیں) سنت کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے باقاعدہ اس کی تعلیم شروع کروادی ہے۔ اور الحمدللہ جو فرضوں سے غافل تھے وہ سنتوں کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے سب سے بہترین طرز حیات اپنائیں اور وہ نبی ﷺ کا ہے۔ اس طرز حیات کو سیکھنا کتنی بڑی عبادت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمارہے ہیں: ایک دن علم کی تلاش کرنا سیکھنا، تین ماہ کے نفلی روزے رکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور گھڑی (لمحہ) دین سیکھنے میں لگانا، پوری رات نوافل میں کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اور علم دین سیکھنے سکھانے والی محافل کو جنت کے باغات کہا گیا ہے۔ (الطبرانی)

اللہ تعالیٰ ہمارے لیے دنیا وآخرت میں آسانیوں والا معاملہ فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم

سب کو پوری زندگی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

کان اللہ لہ عوضا عن کل شیٔ

دعا گو و دعا جو! محمد ابراہیم نقشبندی

چیئرمین الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ ٹاؤن شپ لاہور

عرضِ مرتب

گلدستہ سنت سیریز کا ایک اور ''گلِ بے مثال'' آپ احباب کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے حضرت حافظ محمد ابراہیم نقشبندی کے پرخلوص دل سوز بیانات کا یہ مبارک مجموعہ ترقی کے مراحل بخوبی طے کررہا ہے اور نا صرف عوام بلکہ خواص چھوٹے بڑے مرد وخواتین سے لے کر زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ نیز ذخیرہ احادیث میں سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کر کے زیرِ نظر کتاب میں سمو دیا ہے تاکہ امت مسلمہ تک یہ فیض پہنچا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ہر ہر حرف کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر نہ صرف ہماری بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کی بھی مغفرت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

تمام قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ زیرِ نظر کتاب میں کسی بھی قسم کی غلطی دیکھیں تو ادارے کو مطلع فرمائیں یہ نہ صرف آپ کا احسان ہوگا بلکہ آپ کے صدقہ جاریہ میں بھی اس کا شمار ہوگا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

مولانا قاری محمد عمران خان

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

حصہ اول

ایمان والوں سے محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَا دِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ o (الشوری:20)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اللہ تعالیٰ تو دینے والے ہیں

ابھی جو آیتِ شریفہ پڑھی گئی اس میں اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتے ہیں کہ جو

آخرت کی کھیتی یعنی ثواب کا ارادہ کرتا ہے، ہم اُس میں مزید اضافہ فرما دیتے ہیں یعنی اپنی طرف سے مزید برکتیں ڈال دیتے ہیں۔ اور جو دنیا کا ہی ارادہ رکھتا ہے کہ بس مجھے دنیا مل جائے۔ صرف دنیا دنیا دنیا کی رَٹ ہے، تو اسے ہم کچھ دنیا تو دے ہی دیتے ہیں، البتہ آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

دو طرح کی زندگیاں

اس جہان میں دو طرح کی زندگیاں ہیں: ایک زندگی تو وہ ہے جس کا محور و مقصود آخرت کی تیاری ہے۔ یہی اصل زندگی ہے۔ حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے اہلِ جہاں کو یہی بتایا ہے کہ دنیا میں آنے کا مقصد آنے والی زندگی کی تیاری کرنا ہے۔ اور دوسری زندگی کون سی ہے؟ جس میں فقط دنیا کی ہی سوچ رکھنا ہے، آخرت کے بارے میں بالکل بہرا ہوجانا اور غافل ہوجانا۔ آج کی مجلس میں اِن شاء اللہ وہ اعمال بتائے جائیں گے جو ایک مسلمان کی زندگی میں ہونے چاہئیں۔ ایک خاکہ بننا چاہیے کہ حقیقی مؤمن کیسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اخلاقِ کریمہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اِخلاص سے عمل کرنا

ایمان والے میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز اخلاص کا ہونا ہے۔ ہم جو کام بھی کریں، فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ آپ نے لوگوں سے ایک جملہ سنا ہوگا کہ اجی! آج کل نیکی کا زمانہ نہیں رہا۔ آپ نے سنی ہے ایسی کوئی بات؟ کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں کہ اب نیکی کا زمانہ نہیں ہے؟ سمجھنے کی بات ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ آج کل نیکی کا زمانہ نہیں رہا، یہ کیوں کہتے ہیں؟ اصل میں وہ اپنی نیکی کا بدلہ مخلوق سے لینا چاہتے

ہیں، اور اللہ سے نہیں لینا چاہتے۔ اگر بیوی خاوند کے ساتھ بھلائی کرے، یا خاوند بیوی کے ساتھ، یا بھائی بھائی کے ساتھ، یعنی کوئی آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ بھلائی کرے اور اُس کی بھلائی کا جواب اچھا مل جائے، بھلائی سے مل جائے، تو وہ کہتا ہے کہ جی! نیکی کا زمانہ باقی ہے، کیوں کہ جس کے ساتھ بھلائی کی تھی، اس نے اچھا Reply دیا۔

اور ہم نے کسی کے ساتھ اچھا کیا اور اُس نے ہمارے ساتھ بدلہ میں بُرا کیا تو ہم کہتے ہیں کہ نیکی کا زمانہ نہیں رہا۔ یہ سیدھی سی بات ہے کہ ہم نیکیوں کا بدلہ مخلوق سے لینا چاہتے ہیں، خالق سے نہیں۔ اگر ہم خالق سے لینا چاہتے ہیں پھر تو نیکی کا زمانہ ہے۔ ہر زمانہ نیکی کا زمانہ ہے۔ جب اللہ کے لیے کرنا ہے تو وہ بدلہ دے دیں گے۔ دنیا میں بھی دیں گے، آخرت میں بھی دیں گے۔ اس لیے یہ کہنا کہ نیکی کا زمانہ نہیں رہا، یہ غلط بات ہے۔ بالکل نیکی کا زمانہ ہے۔ جب تک سانس باقی ہے نیکی کا زمانہ باقی ہے۔ ہم جو نیکی کریں گے اللہ کے لیے، اُس کا بدلہ ہمیں مل کر رہے گا۔ اپنے عمل میں اخلاص پیدا کریں۔

اِخلاص عمل کی بنیاد ہے

جس طرح کوئی تعمیر بغیر بنیاد کے کھڑی نہیں رہ سکتی، اسی طرح اِخلاص ایک بنیاد ہے جس کے بغیر دین کی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی۔ جس طرح جسم میں سر ہوتا ہے، اس کی حیثیت ہوتی ہے۔ سر ہٹا دیں تو سارا جسم بیکار ہو جاتا ہے۔ اِخلاص کی مثال اسی طرح سے ہے جیسے جسم میں سر ہوا کرتا ہے اور عمارت میں اس کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔

اِخلاص کا مطلب

اخلاص کیا ہے؟ جو نیک عمل ہو خالصتاً اللہ کے لیے ہو۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اخلاص کا تعلق دل سے ہے، جس کا مقصد صرف اللہ کو خوش کرنا ہے اور اس کے علاوہ کچھ

نہیں۔ جو کام کریں بس اللہ کی رضا کے لیے کریں، ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ارشاد فرماتے ہیں:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ (الزمر:2)

ترجمہ: ’’اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ بندگی خالص اسی کے لیے ہو‘‘۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عمل کی قلت کو مت دیکھو، بلکہ اس کی قبولیت پر نظر رکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! عمل میں اخلاص اختیار کرو، تھوڑا بھی کافی ہو جائے گا۔ (مستدرک حاکم: رقم 341/1)

ہیرے اور موتی کی قیمت

اِخلاص کے ساتھ کیے ہوئے عمل کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ دیکھیں! ہیرا اور موتی چھوٹے سے ہوتے ہیں، مگر قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور روئی، مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر کی ہیرے موتی کے سامنے کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اخلاص کے ساتھ کیے ہوئے عمل کی مثال ہیرے اور موتی کے ساتھ ہے۔ اللہ کے ہاں اس عمل کی قیمت بہت زیادہ ہے جو اس کی رضا کے لیے کیا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ عمل کی بنیاد اخلاص ہے، کہ ہم جو نیک کام بھی کریں اللہ کی رضا کے لیے کریں۔ دوسری بات کہ عمل میں سچائی کا معاملہ ہو۔ عمل کی بنیاد میں سچائی ہو۔

سچائی میں نجات ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشادات اپنے اندر محفوظ کیے ہیں: جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو بنسبت اس کے جو تمہیں

شک میں نہ ڈالے، اس لیے کہ سچائی اطمینان پیدا کرتی ہے اور جھوٹ شک پیدا کرتا ہے۔
(سنن ترمذی: رقم2442)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ سچائی جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ یعنی سچ بولنے والا جنت کے راستے کو اپنے لیے آسان کر لیتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک میل چلے۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی، بات میں سچائی، وعدے کو پورا کرنے، امانت کو ادا کرنے اور خیانت کو ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں (اور بھی کئی اعمال ارشاد فرمائے)۔ (الزھد الکبیر للبیھقي: رقم926)

یہ حقیقت ہے کہ سچائی کی عادت انسان کو بہت ساری برائیوں سے بچا لیتی ہے۔

سچائی کے تین درجات

سچائی کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ

زبان کی سچائی کہ جو بات کہیں وہ سچ ہو، وعدہ کریں تو پورا کریں، کیوں کہ منافق کی نشانی کیا ہے؟ ایک نشانی یہ ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور مؤمن کی نشانی یہ ہے کہ سچ بولتا ہے۔ یہ پہلا درجہ عام سمجھنے میں آنے والا ہے کہ جب انسان بات کرے تو سچی کرے، زبان سے سچ بولے۔

دوسرا درجہ

دل میں بھی سچائی ہو۔ جو زبان سے کہہ رہا ہے دل کے اندر بھی وہی ہو۔ بعض مرتبہ انسان زبان سے سچی بات کہہ رہا ہوتا ہے، لیکن دل زبان کا ساتھ نہیں دیتا۔ اُس کو

جھوٹ کہا گیا ہے اگرچہ زبان سے تو سچ بات کہی۔ یہ منافقت والا معاملہ ہمارے اندر آج بہت زیادہ ہے۔ زبان سے سچ کہہ رہے ہوتے ہیں الفاظ جو ظاہری ہوتے ہیں وہ صحیح ہوتے ہیں، لیکن دل اُس کے ساتھ نہیں ہوتا، اپنا دل اُس کہی ہوئی بات کا ساتھ نہیں دے رہا ہوتا، اس لیے وہ جھوٹ میں شمار ہوتا ہے حالاں کہ بات سچی ہوتی ہے۔
اس کی مثال قرآن میں سورۃ المنافقون کی پہلی آیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ

ترجمہ: ’’جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں‘‘۔

منافقین آتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ عجیب طرزِ کلام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۘ

ترجمہ: ’’اور اللہ جانتا ہے کہ آپ واقعی اس کے رسول ہیں‘‘۔

پھر آگے ان منافقین پر اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہیں:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ (المنافقون:1)

ترجمہ: ’’اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں‘‘۔

یہ قرآن پاک ہی میں ہے کہ منافقین نے گواہی دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حقیقت کو آشکارا کیا کہ ہاں! میں جانتا ہوں کہ یہ میرے رسول ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافقین جھوٹ بول رہے ہیں۔ وجہ کیا تھی؟ منافقین زبان سے جو کہہ رہے تھے، دل سے تصدیق نہیں کر رہے

تھے۔اس لیے زبان سے بھی سچ بولنا ہے اور دل کو بھی سچائی پر لے کر آنا ہے۔

تیسرا درجہ

عمل میں سچائی کہ عمل اخلاص کے ساتھ ہو، اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ مثلاً ایک آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ کے لیے پڑھے، لوگوں کے لیے نہ پڑھے۔ یا کسی نیک کام کا اِرادہ کرلیتا ہے کہ ہاں میں نے یہ نیک کام کرنا ہے، اُس کے بعد جب موقع آجائے اُس کام کے کرنے کا تو پیچھے نہ ہٹے۔ اگر پیچھے ہٹ گیا تو ارادے کا جھوٹا ہوگیا۔ تو عمل کی سچائی بھی ضروری ہے، زبان کی سچائی بھی ضروری ہے، اور دل کی سچائی بھی ضروری ہے۔ عمل کی سچائی کو قرآن پاک میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الأحزاب:23)

ترجمہ: ''اِنہی ایمان والوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا''۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے۔ اس بات کا انہیں بڑا غم لگ گیا۔ انہوں نے اِرادہ کیا کہ اللہ نے مجھے اب موقع دیا تو میں ضرور حاضر ہوں گا۔ جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا تو اُس میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ اُن کے بھتیجے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد ہم نے ان کے جسم کو دیکھا تو اسّی سے اوپر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے زخموں کے نشانات موجود تھے۔ (صحیح بخاری: رقم 2651)

قرآن مجید نے اُن کی اس بات کو نقل کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ارادے کے سچے

ہیں، بات کو پورا کر کے دکھاتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً!

حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں

اس طرح تین سچائیاں ہو گئیں: 1 زبان کی سچائی 2 دل کو زبان کا رفیق بنائے کہ دل بھی سچا ہو 3 عمل کا بھی سچا ہو۔ ایسا بندہ صدیقین میں شمار ہو جاتا ہے، شہداء کا درجہ اس کے بعد کا ہے، صدیقین کا درجہ پہلے ہے۔ قرآن مجید میں ترتیب موجود ہے۔ اس اُمت میں جو سب سے بڑا درجہ ہے وہ صدیقیت کا درجہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اب کوئی کسی صورت و شکل میں نبی نہیں بن سکتا، لیکن اپنی زبان کی سچائی اور دل کی سچائی اور اپنے ارادے کی سچائی سے صدیقین میں اِن شاء اللہ شامل ہو جائے گا۔

بروزِ قیامت تین آدمیوں کا فیصلہ

ایک اور واقعہ بھی اس زمرے میں یاد آیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اولِ وہلہ میں قیامت کے دن جن کا فیصلہ سنایا جائے گا اُن میں ایک شہید ہوگا۔ دنیا جانتی ہوگی کہ یہ شہید ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا اظہار فرما کر پوچھیں گے کہ تجھے یہ نعمتیں دنیا میں ملی تھیں؟ وہ پہچانے گا اور اقرار کرے گا۔ پوچھا جائے گا کہ پھر تم نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اللہ! میں تو تیرے راستے میں نکلا یہاں تک جان دے دی۔ کہا جائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، جان اس لیے دی تھی تاکہ لوگ تمہیں بہادر کہیں، سو کہا جا چکا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اور اس شخص کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر ایک عالم کو لایا جائے گا، اسے بھی بدنیتی کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک سخی کو لایا جائے گا اور اسے بھی اس کی بدنیتی

کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: باب من قاتل للرّیاء والسّمعۃ)

دنیا کی آؤ بھگت انسان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ بات یہی ہے کہ آدمی زبان سے بھی سچا ہو، دل کے ارادے سے بھی سچا ہو، اور عمل کے ارادے سے بھی سچا ہو پھر جا کے اُسے قیامت کے دن سچوں میں اٹھایا جائے گا ورنہ پھر درمیان میں لٹکے رہ جائیں گے۔

اہلِ اسلام کی آپس میں محبت

تیسری چیز عمل کی بنیاد میں آپس کا اتفاق اور محبت پیار ہے۔ پہلی بنیاد اخلاص، دوسری بنیاد سچائی، اور اب یہ تیسری بنیاد اہلِ اسلام کی آپس کی محبت ہے۔ اس محبت کے بغیر جنت میں داخلہ بھی ممکن نہیں۔ یاد رکھیے! مؤمن سخت نہیں ہوتا، سخت گو نہیں ہوتا، نرم مزاج ہوتا ہے، دوسروں سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ سنیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ۔ اور تم اس وقت تک پوری طرح ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو۔ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو؟ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (سنن ترمذی: رقم 2510)

ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت سلام کیا جائے السلام علیکم۔ الفاظ کی صحیح ادائیگی کے ساتھ سلام کیا جائے السلام علیکم۔ کچھ لوگوں نے سلام وعلیکم عجیب عجیب قسم کے نئے نئے الفاظ نکال لیے ہیں کہ سلام کرنا سیکھا نہیں ہوتا۔ تو السلام علیکم صحیح انداز سے کہنا ہے۔ سلام کرنے سے نیکی بھی ملے گی اور آپس میں محبتیں بھی ملیں گی۔ جو اہلِ محبت ہوں گے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے، یہ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ. (سنن أبي داود: رقم 5124)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے بھائی سے (خالصتاً اللہ ہی کے لیے) محبت رکھے تو اُسے اطلاع کردے کہ میں تم سے (اللہ کے لیے) محبت کرتا ہوں''۔

جس نے اللہ کے واسطے اپنے مسلمان بھائی سے محبت کی۔ کتنے مزے کی بات ہے! یہ جو شیخ اور مرید کا تعلق ہے یہ خالصتاً اللہ کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اللہ ہی کی محبت پانے کا معاملہ ہوتا ہے۔ تو یہ محبت بھی اِن شاء اللہ اس قابل ہے کہ قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت رحمت کا معاملہ فرمادیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے ایک اور شخص کا گزر ہوا۔ اس بیٹھے ہوئے شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بتادو۔ چناں چہ اس نے جاکر اسے بتادیا کہ میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں دوسرے شخص نے کہا کہ جس ذات کی خاطر تم نے مجھ سے محبت کی، وہ تجھ سے محبت کرے یعنی اللہ بھی تم سے محبت کرے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 5125)

اس لیے جب کوئی آدمی کسی سے محبت اور اُلفت رکھے تو اُسے ظاہر کردے، اُسے بتادے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تاکہ دوسرے کو بھی معلوم ہوجائے اور کوئی غلط فہمی نہ ہو، اور وہ محبت کا جواب محبت سے دے۔ بہرحال وہ محبت جو اللہ کے لیے ہوگی وہ محمود ہے، وہ مطلوب بھی ہے۔ اور جو محبت شیطانی، نفسانی، شہوانی ہوگی اُس پر گرفت ہوگی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایمان باللہ کے بعد سب سے بہترین عمل، افضل ترین عمل (اللہ کے لیے) لوگوں سے محبت کرنا ہے۔ (مکارم الاخلاق للطبرانی: رقم 140)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہوتا ہے جو محبت واُلفت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے، اور اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ خود کسی سے محبت کرے اور نہ کوئی اُس سے محبت کرے۔

(مسند احمد: 400/2)

اس لیے ایمان والوں کے ساتھ محبت کرنا اللہ کے لیے ہو، یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل الایمان کے بارے میں دریافت کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے لوگوں سے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے لوگوں سے ترکِ تعلق کرو۔ اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرو۔ (مکارم الاخلاق للطبرانی: رقم 70)

اپنی ذات درمیان میں نہ آئے، کسی سے تعلق رکھنا ہے تو اللہ کے لیے رکھنا ہے، کسی سے تعلق کو توڑنا ہے تو اللہ کے لیے توڑنا ہے۔ اب اس کے اندر کیا بات آگئی؟

اللہ کے لیے محبت

دیکھیں! والدین سے محبت، پیر سے محبت، اُستاذ سے محبت، شیخ سے محبت، بھائیوں سے محبت، گھر والوں سے محبت، ایمان والوں سے محبت۔ یہ ساری محبتیں ہم صرف اللہ کے لیے کریں۔ اس کے علاوہ کون سی محبتیں چھوڑنی ہیں تو ترکِ تعلق کا بھی ذکر آ گیا۔ ہم نے ناجائز محبتیں چھوڑ دینی ہیں۔ دل کے اندر اُس کا اِرادہ بھی پیدا نہیں کرنا۔ کسی قسم کی کوئی شیطانی، شہوانی محبت نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ میری بزرگی اور اطاعت کے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں نے انہیں اپنے عرش کا سایہ دینا ہے، اور آج میرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم:2566)

جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبتیں کریں گے قیامت کے دن ان شاء اللہ انہیں عرش کا سایہ بھی ملے گا۔ دنیاوی اغراض و اَہداف مقصد نہ ہو، صرف اللہ کی رضا مقصد ہو۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا شمار اُنہی لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا جن کے ساتھ یہ محبت کا تعلق رکھے گا۔ (صحیح بخاری: رقم6169)

انسان جس سے محبت کرے گا قیامت والے دن اُسی کے ساتھ ہوگا۔ اب ہم دیکھیں کہ ہم کس کے ساتھ محبت کرتے ہیں؟ لباس ہمیں کس کا پسند ہے۔ چہرہ ہمیں کس کا پسند ہے۔ اعمال ہمیں کن کے پسند ہیں۔ اَطوار ہمیں کن کے پسند ہیں۔ اور کن کے ساتھ بیٹھنا، صحبت اختیار کرنا ہمیں پسند ہے۔ ان تمام چیزوں کے متعلق معاملہ ہوگا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھئی! تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کہا: تیاری تو نہیں کی، البتہ اتنا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! تم اُسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں محبت ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بات سے اتنی خوشی ہوئی کہ کسی اور بات سے اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی۔ (کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹوٹ کر محبت کرتے

تھے) اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان کی محبت کی وجہ سے میں جنت میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔(صحیح بخاری: رقم3688،صحیح مسلم: رقم2639)

حضراتِ صحابۂ کرام اور تمام اُمت سے محبت

یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ہم بھی یہ کہہ دیں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں، اور سب نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔اِن شاء اللہ ہمارے ساتھ بھی خیر ہوگی۔اگر ہم اس بات میں زبان کے بھی سچے ہوئے، دل کے بھی سچے ہوئے، اور ارادے کے بھی سچے ہوئے تو یہ سچائی بڑی ضروری ہے جس کی تفصیل آپ نے ابھی سنی۔اگر ہم تینوں طرح سے سچے ہوئے تو اِن شاء اللہ ہمارے لیے آسانی کا معاملہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں فاسق اور فاجر لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھے۔

اپنا کھانا متقی کو کھلاؤ کا مطلب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مؤمن یعنی نیک متقی کے علاوہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرو، اور تمہارا کھانا متقی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔(سنن ترمذی: رقم2331)

کھانا کھلانا ہے تو نیک لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ متقی لوگوں کو

کھانا کھلانا ان کی عبادت کے اندر اُن کی مدد کرنا ہے۔ جب وہ کھانا کھائیں گے، لازمی بات ہے نیک لوگوں ہیں تو تنہائیاں بھی پاکیزہ ہوں گی اور عبادت بھی کریں گے۔ اس طرح کھلانے والے کو ثواب بھی ملے گا۔ اور اگر فاسق و فاجر کو کھلایا، کبھی اس کارنر پہ، تو کبھی اُس کارنر پہ۔ پھر کیا ہوگا؟ اگر وہ گناہوں میں مبتلا ہوں گے تو یہ گناہوں میں اُن کا مددگار ہو جائے گا۔ اسی لیے بتایا کہ صحبت بھی نیکوں کی اختیار کرو اور کھانا بھی متقی لوگوں کو کھلاؤ۔ دوست کو عربی میں صَاحِب بھی کہتے ہیں۔ اور ایک مشہور مقولہ ہے کہ صَاحِبٌ 'سَاحِبٌ' (کھینچنے والا) ہے۔ یا تو خیر کی جانب کھینچنے والا ہے، یا پھر شر کی جانب کھینچنے والا ہے۔ اس لیے مصاحبت نیک لوگوں کی ہی اختیار کرنی ہے۔

ایمان والوں سے محبت کرنا یہ عمل کی تیسری بنیادی بات ہوگئی۔ چوتھی بات یہ کہ مؤمن کو خوش کرنا۔ ایمان والوں کو خوش کرنا بھی نیکی، اور خوش رکھنا بھی نیکی ہے۔

مسلمان کو خوش کرنے کے فضائل

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی مؤمن کو خوش کرنا افضل عمل ہے، آپ اس کا قرضہ ادا کر دیں، اس کی کسی ضرورت کو پورا کر دیں، کسی پریشانی کو دور کر دیں۔ (صحیح الجامع: رقم 5773)

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے پورا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم 10923)

یہ جو کسی دوسرے کو خوش کرنا ہے، یہ انسان کی مغفرت کو واجب بھی کر دیتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا، اس کی بھوک کو دور کرنا، اور اس کی پریشانی کو دور کرنا مغفرت کو واجب

کرنے والے اعمال میں سے ہے۔ (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث: رقم 914)

اگر انسان کسی کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرما لیتے ہیں جو قیامت تک اور پھر قیامت کے دن بھی آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث سنیے!

حضرت جعفر بن محمد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو خوش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اس کی بزرگی بیان کرتا ہے اور اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے۔ پھر جب یہ خوش کرنے والا مسلمان اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس قبر میں آتا ہے جو خوشی سے پیدا ہوا تھا۔ وہ آکر کہتا ہے کہ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ مسلمان کہتا ہے کہ تم کون ہو؟ وہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں وہی خوشی ہوں جس سے تم نے فلاں بندے کو خوش کیا تھا۔ آج میں تمہاری قبر کی اس وحشت کو دور کروں گا، اور تمہارے لیے دلیل بنوں گا، اور تمہیں ثابت قدمی کی بات بتاؤں گا۔ اور صرف قبر میں ہی نہیں، میں قیامت کے دن بھی تمہارے ساتھ ہوں گا، اور تمہارے رب سے تمہاری سفارش کروں گا، اور تمہیں جنت میں تمہارا مرتبہ و مقام بھی دکھاؤں گا۔

(کنز العمال: رقم 16409)

سبحان اللہ! ایمان والوں کو خوش کرنے میں کتنا زبردست اجر ہے۔ اب ہم دیکھیں کہ ہمارے گھر میں کون کون ایمان والے ہیں: والدین، اولاد، میاں بیوی، ماموں، خالہ، پھوپھی، دادا دادی، نانا نانی، سسرالی رشتہ دار۔ گنتے چلے جائیے۔ بھئی! اگر میاں بیوی کو خوش کرے گا تو یہاں بھی خوشی کا فرشتہ پیدا ہو جائے گا اِن شاء اللہ۔ بیوی اگر خاوند کو خوش کرے گی تو وہاں سے بھی یہ معاملہ بن جائے گا۔ اپنے ہی رشتہ داروں میں،

عزیز واقارب میں خوش کرنے کے موقع ہوتے ہیں، ہم کوشش کر کے ایک دوسرے کو خوشی پہنچائیں، پھر قبر میں بھی ہمارے لیے آسانی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہمارے لیے آسانی ہو جائے گی۔

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندے نے نیکی کے ساتھ ملاقات کی تو میں نے اسے جنت میں پہنچا دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! وہ کون سی نیکی تھی جس کے ساتھ بندے نے ملاقات کی اور آپ نے اس کو جنت دے دی؟ فرمایا: میرے مؤمن بندے کو خوش کرنے کی وجہ سے۔ تو اگر کوئی انسان کسی دوسرے کو خوش کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اسے جنت عطا فرما دیتے ہیں۔

کنز العمال اور کتاب البر والصلۃ دونوں کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے بعد کسی مسلمان کو خوش کیا، اُس نے گویا مجھے میری قبر میں خوش کیا، اور جس نے مجھے قبر میں خوش کیا، اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خوش کر دے گا۔ (کنز العمال: رقم 16413، البر والصلۃ لابن الجوزی: رقم 333)

اندازہ کر لیجیے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے اور ان کا دل جیتنے کے کتنے فائدے ہیں۔ لوگوں سے محبت کا معاملہ ہو، خیال کرنے والا معاملہ ہو۔ ہمیں دل جلانا تو آتا ہے، دل لبھانا نہیں آتا۔ ہمیں رُلانا تو آتا ہے، ہنسانا نہیں آتا۔ ہم ہنسانا بھی سیکھیں، دل لبھانا بھی سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ فرما دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان

گھرانے کو خوشی اور مسرت میں ڈالا، اللہ تعالیٰ اُس کے ثواب میں جنت سے کم پر راضی نہیں ہوں گے۔ (معجم صغیر للطبرانی: رقم 911)

اللہ تعالیٰ اُس خوش کرنے والے کو جو ثواب دیں گے اُس کا کم از کم بدلہ فرمایا کہ جنت تو مل ہی جائے گی، آگے کے درجات اور ہو جائیں گے۔

خوش کرنے کا مطلب

یہ بات ساتھ ہی سمجھ لیجیے کہ خوش کرنے کا مفہوم کیا ہے؟ اپنے اقوال سے، اپنے افعال سے، اپنے کردار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دی جائے، اور اُس کے دل کی تسلی کے لیے اسباب اختیار کیے جائیں کہ وہ خوش ہو جائے۔

مسلمانوں کی مدد کرنا

پانچویں بات جو عمل کے لیے ضروری ہے، وہ ہے مسلمانوں کی مدد کرنا اور اُن کی چیزوں کا خیال کرنا۔ آج کتنے ہی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے منتظر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مؤمن کے غم کو دور کرے گا اللہ پل صراط کے پاس اُس کو دو نور دے گا جس کی روشنی سے سارا جہاں روشن ہو جائے گا، اور اُس نور کا اِحاطہ اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکے گا۔ (معجم اوسط للطبرانی: رقم 4646)

کتنی خوش قسمتی ہوگی اس کے لیے جسے قیامت کے دن کے اندھیروں میں نور مل جائے۔ یہ نعمت ہی نعمت ہے کہ پل صراط پر نور مل جائے۔ یہ کب ملے گا؟ اگر ہم کسی کے غم کو دور کر دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد میں لگیں، ہمارے کاموں میں مدد گار ہوں۔ یہ ہو جائے، وہ ہو جائے۔ اگر ہم اللہ کی مدد کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں، دعا بھی مانگتے ہیں کہ یا اللہ! ہماری مدد فرما۔ یا اللہ! یہ کام ہے ہماری مدد فرما۔ ہر

آدمی کے اپنے الگ الگ کام ہوا کرتے ہیں اور اس میں وہ اللہ کی مدد کو چاہ رہا ہوتا ہے تو ایک تو دعا مانگنی ہی ہے، ٹھیک ہے، لیکن ایک عمل نبی کریم ﷺ نے اور بتا دیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہو جائے، یقین آ جائے تو پھر یہ سن لو!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی مدد میں لگ جاتا ہے، اللہ اُن کی مدد میں لگ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2699)

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اللہ کی مدد شامل ہو، تو اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ اب ہم اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کرتے حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ ہم کسی کی مدد نہ کر پائیں، گنجایش بھی ہوتی ہے اور کر بھی سکتے ہیں، لیکن دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ صرف اُس کی مدد کرتے ہیں جہاں منع نہ کر سکتے ہوں، مجبوری ہو، یا ہمیں معلوم ہو کہ آج ہم اس کی مدد کریں گے کل یہ ہماری مدد کرے گا۔ تجارت کرتے ہیں، اللہ کے لیے مدد کرنا یہ آج تقریباً تقریباً ختم ہو چکا۔

مخلوق سے بدلہ کا طلب گار نہیں بننا

کہتے ہیں کہ نیکی کا زمانہ نہیں رہا۔ کیا مطلب اس بات کا؟ اس کا مطلب یہ کہ وہ لوگ اصل میں اپنی نیکیوں کا بدلہ مخلوق سے لینا چاہتے ہیں۔ بھئی! لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لوگ ہمارے ساتھ اچھا نہیں کرتے تو وہ ان کا معاملہ ہے۔ اللہ کے لیے نیکی کرنے والوں کا زمانہ تو آج بھی ہے۔ جو نیکی اللہ کے لیے کرتے ہیں، جو نیکی کا بدلہ اللہ سے لینا چاہتے ہیں، اُن کے لیے آج بھی نیکی کا زمانہ باقی ہے۔ مخلوق آپ کے ساتھ اچھا کرے، بُرا کرے۔ جو بھی کرے۔ ہم سب کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں، اللہ ہمارے ساتھ اچھا ہی کریں گے۔ ہم اللہ کے بندوں کی مدد کریں اللہ تعالیٰ کے لیے، اللہ

ہماری مدد کریں گے۔ ہم اللہ کے بندوں کی مدد کرنا شروع کردیں پھر دیکھیں کیسے آپ کی مدد ہوتی ہے۔ پتا بھی نہیں چلتا اور اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادیتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت سے چلے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں اور ستر گناہ معاف کردیتے ہیں۔ پھر اگر اس کے چلنے سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو وہ ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اُس کی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہو۔ اور اگر مسلمان بھائی کی ضرورت کے پورا کرنے کے دوران اس کا انتقال ہوگیا تو بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔ (مکارم الاخلاق للخرائطی: رقم 85)

کسی ایمان والے کی مدد کرنا، اُس کے لیے چار قدم چل لینا۔ کیسی زبردست فضیلت ہے کہ ہر قدم پر ستر نیکیاں ملیں گی، اور ستر گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اور اس کے چلنے سے، کوشش سے اُس مسلمان کا کام ہوگیا تو اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو معاف کردیں گے۔ ہم مانگتے ہیں ناں کہ یا اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔ دعا کرتے ہیں، یہ تو کرنی ہی ہے، لیکن اگر ہم مسلمانوں کی مدد کریں اور اُن کے کام آجائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے گناہوں کی معافی کے وعدے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بات کی اطلاع فرمارہے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً!

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے

اب دو تین اَحادیث اُن لوگوں کے لیے جن کو اللہ نے مال کی فروانی عطا فرمائی ہے۔ الحمدللہ! اُن کے پاس اُن کی ضروریات سے زیادہ مال ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جتنا کماتے ہیں اس سے اپنی ضروریات پوری کرلیتے ہیں، مانگنا نہیں

پڑتا۔ اور کچھ ایسے ہیں جنہیں اللہ نے اُن کی ضرورت سے بہت زیادہ دیا ہوتا ہے۔ ایسے ساتھی دل کے کانوں سے سنیں! یہ دوتین باتیں چند منٹ کی ہیں توجہ سے سنیں!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ایک مخلوق ایسی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں میں ان کی طرف جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون رہتے ہیں۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم 13334)

بعض لوگ ایسے ہیں کہ لوگ اُن کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں۔ اپنے مسائل Discuss کرتے ہیں، اپنی پریشانیاں بتاتے ہیں، مشورے چاہتے ہیں، اپنی مدد چاہتے ہیں۔ ایسے آدمی اللہ کے چنیدہ بندے ہوتے ہیں، اور اللہ نے انہیں اپنے عذاب سے مامون اور محفوظ کیا ہوتا ہے کہ لوگ اپنی ضروریات میں دور قریب سے ان کے پاس چل کر آتے ہیں۔ اسی کے ہم معنیٰ ایک اور روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت پیدا کی ہے جن کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جب تک یہ لوگ دوسرے بندوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں، ان کی مدد کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں کو باقی رکھتا ہے۔ اور جب وہ دوسروں بندوں سے ہاتھ روک لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ نعمتیں لے کر کسی اور کو دے دیتا ہے۔ (شعب الایمان: 450/2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسا بندہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بہایا ہو یعنی اُسے مالدار بنایا ہو اور لوگوں کی ضرورتیں اس سے وابستہ کردی ہوں، پھر وہ بندہ کوتاہی کرتا ہو، لوگوں کو نفع نہ پہنچاتا ہو،

اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی نعمت ختم کر دیتے ہیں۔ (شعب الایمان: 7142)

اب یہ ڈرنے والی باتیں ہیں۔ اگر آدمی کو اللہ نے اتنا دیا ہے کہ وہ دس خاندانوں کو Support کر سکتا ہے۔ خاندان کے دس گھروں کی ذمہ داری لے سکتا ہے۔ مگر یہ کسی کا خیال نہیں کرتا، کسی مانگنے والے کا خیال نہیں رکھتا، غریبوں کا خیال نہیں رکھتا۔ ایک نہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ اللہ ربّ العزّت نعمتیں واپس لے لیتے ہیں، پھر کسی اور کو نعمت دے دیتے ہیں۔ جیسے ڈاکیا ہے، اُس کے پاس ڈاک آرہی ہے، وہ ڈاک پہنچا تا رہے اُس کے پاس ڈاک آتی رہے گی۔ اور جو ڈاک پہنچانا بند کر دے پھر محکمہ اُس کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور دوسرے کو لے آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس کے پاس اُس کی ضروریات سے بہت زیادہ آرہا ہے، وافر آرہا ہے، کھلا آرہا ہے۔ اگر یہ دوسروں پر خرچ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ یہ ڈیوٹی کسی اور کو دے دیں گے۔

مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں

جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سارا ہمارا ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفِيٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ (الذاریات: 19)

ترجمہ: ''اور اُن کے مال و دولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا (باقاعدہ) حق ہوتا تھا''۔

زکوۃ تو دینی ہی ہے۔ زکوۃ کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ بہت سارے لوگ زکوۃ بھی پوری نہیں دیتے۔ زکوۃ دیتے وقت دل ایسے تنگ ہو جاتا ہے، ایسے جکڑا ہوا ہوتا ہے کہ مال اندر سے نکل ہی نہیں پاتا۔ زکوۃ کے علاوہ بھی بہت ساری ذمہ داریاں ہیں جو انسان پر آتی ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ نعمتوں کو باقی رکھنے کے لیے اللہ کے باقی بندوں پر خرچ کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ فرما دیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ ربّ العزّت پریشان حال کی مدد کو پسند فرماتے ہیں۔ کوئی پریشان حال ہو، کوئی اُس کی مدد کرے تو اللہ اپنی رحمت فرما دیتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں لگا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت کو پورا کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے غم اور پریشانی کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے غم اور پریشانی کو دور کر دیں گے۔

(صحیح بخاری: رقم 2310)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارے غم دور ہو جائیں، ہم دنیا میں اس کے بندوں کے غموں کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ ہم اُس کے بندوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنیں۔ ان کے غم بڑھانے کا ذریعہ نہ بنیں، ہم اُن کے غم دور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں، چاہتے ہیں کہ نہیں چاہتے؟ تو مستجاب الدعوات اُس شخص کو کہتے ہیں جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اُس کا نسخہ سُن لیجیے!

مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا قبول ہو اور اس کی مصیبت اور پریشانی دور ہو جائے، اُسے چاہیے کہ وہ پریشان حال کی مدد کرے اور لوگوں کی مشکلات کا حل کرے۔ جو پریشان حال کی مدد کرتا ہے اور لوگوں کی مشکلات حل کر دیتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت اس کو مستجابُ الدعوات بنا دیتے ہیں اور اُس کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔

صدقہ کا اجر

کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس مال نہیں ہوتا اور صدقہ نہیں کر سکتے۔ اُن کے لیے بھی نبی کریم ﷺ نے ایک طریقہ بتادیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اگر کوئی مال نہ پائے؟ یعنی اگر کوئی ایسا ہو کہ اُس کے پاس مال ہی نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے، خود بھی فائدہ اُٹھائے اور دوسروں پر صدقہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر وہ ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی پریشان حال کی مدد کرے۔ عرض کیا کہ اگر وہ ایسا کرنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بھلائی کا کام کرے اور اپنے آپ کو شر سے روکے، یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 1376)

کسی کو Moral Support کر دینا۔ اگر پیسہ نہیں ہے تو کسی اور طریقے سے اُس کا خیال کر لینا، یا کم از کم اپنے شر سے دوسرے کو بچانا اس پر بھی اللہ تعالیٰ صدقہ کا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ ایسے ہی مظلوم کی مدد کرنا بھی نیکی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو انسان حق کا ساتھ دے۔ مطلب اس بات کا یہ ہے کہ حق کا ساتھ تو دینا ہی ہے ہمیں ہر حالت میں، لیکن جہاں تک ممکن ہو مظلوم اور ظالم کی مدد بھی کرنی چاہیے۔

ظالم اور مظلوم کی مدد کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: مظلوم کی بات تو سمجھ میں آ گئی کہ ہم اس کی مدد کریں گے، لیکن ظالم کی کس طرح مدد کریں؟ فرمایا: اسے ظلم سے باز رکھو،

اُسے منع کرو، اُس کا ہاتھ روکنے کی کوشش کرو یہ بھی اُس کی مدد ہے۔
(صحیح بخاری: رقم 2444)

اللہ تعالیٰ کا انتقام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جَلَّ وَ عَلَا ارشاد فرماتے ہیں: میری عزّت اور جلال کی قسم! میں ظالم سے ضرور انتقام لوں گا جلد یا کچھ تاخیر سے۔ اور اُس سے بھی انتقام لوں گا جو مظلوم کی مدد پر قادر تھا لیکن اس نے مظلوم کی مدد نہیں کی۔ (مجمع الزوائد: رقم 12135)

یعنی ظالم کا مددگار بن گیا۔ ہم میں سے بہت سارے لوگ ایک دوسرے کو ظالم ٹھہراتے ہیں اور اپنے کو مظلوم ٹھہراتے ہیں۔ ہم اس بات کو سوچا کریں ہم قیامت کے دن اللہ کے دربار میں ظالم بن کر کھڑے ہونا چاہتے ہیں یا مظلوم بن کے؟ ظالم بن کے کھڑے ہونا چاہتے ہیں تو اگلے کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ لیکن اگر مظلوم بن کر کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو پھر شریعت وسنت کو سامنے رکھیں، قیامت کے دن کو سامنے رکھیں۔

ایک مشہور غلط مقولہ

یہ جو جملہ لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ ہم اپنا حق وصول کرنے کے لیے آخری سانس تک یا خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے۔ سگے بھائی ایک دوسرے کے بارے میں یہ کہہ رہے ہوتے ہیں، اور دونوں ایک دوسرے کو ظالم قرار دے رہے ہوتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن ظالم کھڑے بن کر ہونا چاہتے ہیں یا مظلوم؟ اس کو سوچیں۔ اگر کسی نے ہم پر ظلم کر دیا، ہم کوشش کر کے اُسے معاف کر دیں۔ مسئلے کو دنیا میں ہی ختم کر دیں۔ نہیں تو کم از کم ظلم نہ کریں

اور قیامت کے دن مظلوموں میں کھڑے ہو جائیں۔ یقین جانیں اللہ کی مدد ہمارے ساتھ شاملِ حال ہو جائے گی۔ اور یہ زبردست بات ہے کہ مظلوم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے کہ ہم کسی پر ظلم کرنے والے بنیں۔

یتیم کی مدد کرنا

اسی طرح یتیم کی مدد کرنا بھی بنیادی اخلاق میں سے ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کرکے اس طرح بتایا کہ شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی، پھر دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

(سنن ترمذی: رقم 1837)

اب بھائی کا انتقال ہو جائے اور اس کی اولاد ہو اور وہ بالغ نہ ہوئی ہو، اس کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنا اور وراثت کے معاملات میں خیر خواہی کے ساتھ اُس کے ساتھ معاملہ رکھنا۔ یہ چیز بھی ہمارے ہاں تقریباً ختم ہو چکی، اسے پھر زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں، اس میں سے ایک یہ کہ دل کی سختی دور ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے کہ دل کی سختی کا کیا علاج کروں؟ فرمایا کہ مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو۔ (مسند احمد: رقم 6902)

اللہ رب العزت کو یہ دونوں اعمال بہت پسند ہیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں میں جو کسی یتیم کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو یقیناً جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جس کی مغفرت بالکل نہیں ہوتی۔ (سنن ترمذی: رقم 1836)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں نیکی درج فرمادیتے ہیں۔ (مکارم الاخلاق للطبرانی: رقم 1836)

مسکینوں اور بیواؤں کی خدمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسکینوں اور بیواؤں کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یوں بھی فرمایا: رات کو اس نماز پڑھنے والے کی طرح ہے جو ساری رات نماز پڑھتا ہے، مگر تھکتا نہیں۔ اور اس روزے دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2982)

اسی طرح رشتہ داروں سے ملاقات، دوست احباب سے ملاقات یہ بھی اسلام کی تعلیمات میں سے ایک عمل ہے۔ اس کو پسند کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے رشتہ داروں سے ملنے جائے۔ مصروفیت کی وجہ سے مشکل ہے تو شادی بیاہ کے موقع پر جہاں مخلوط ماحول نہ ہو، اللہ کی نافرمانی نہ ہو، وہاں انسان جانے کی کوشش کرے اور رشتہ داروں سے ملاقات کرے۔ اچھے انداز میں ملے۔ کبھی وقت نکال کر کسی سے ملنا چلا جائے، کبھی کسی کو بلالے۔ اگر اللہ کے لیے یہ عمل ہوگا تو یقیناً اس پر جنت کے فیصلے ہو جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، یا اپنے بھائی کی زیارت کرتا ہے، اللہ اُسے کہتے ہیں: خوش

رہو، تمہارا جانا مبارک ہو، تم نے اپنا ٹھکانا جنت میں بنالیا۔ (سنن ترمذی: رقم 2008)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے دوسرے گاؤں گیا۔ خدا نے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ جب اس آدمی کا گزر اس جگہ سے ہوا تو فرشتہ نے پوچھا: کدھر جا رہے ہو؟ اُس نے کہا: گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے اُس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کہ کیا کوئی معاملہ ہے کیا اُس نے تم پر، یا کوئی احسان کیا ہوا ہے کہ تم اُس سے ملنے جا رہے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں، میں اللہ کے واسطے اس سے محبت کرتا ہوں، میں اللہ کے لیے ہی ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں خدا کی جانب سے تمہارے لیے بھیجا گیا ہوں، اور خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اُس سے خدا کے لیے محبت کرتے ہو۔ (صحیح مسلم: رقم 2567)

اپنے بھائیوں سے، رشتہ داروں سے ملتے رہنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، لیکن پردے کا خیال، شریعت کا خیال سامنے رہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہے جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں، اور میرے واسطے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اور میرے واسطے آپس میں ملاقات اور زیارت کرتے ہیں، اور میرے واسطے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

(موطأ مالک: کتاب الجامع، باب الشعر، ماجاء في المتحابين في اللہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو نہ بتاؤں کہ تمہارے جنت والے کون لوگ ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں، صدیق جنت میں، شہید جنت میں، اور وہ

آدمی جنت میں جائے گا جو شہر کے دوسرے کنارے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے جاتا ہے اور فقط اللہ کے لیے جاتا ہے۔ (معجم صغیر للطبرانی: رقم 118)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حصہ دوم

ایمان والوں سے محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ.

(صحیح مسلم: رقم 2568)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اللہ کے لیے لوگوں سے ملنا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو بندہ بھی اپنے بھائی کے پاس

ملاقات کے لیے اللہ کی رضا کے لیے آتا ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا دیتا ہے کہ خوش ہو، تمہارے لیے جنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے آواز دیتے ہیں کہ میرا بندہ میری ملاقات میں ہے اور اس کی میزبانی میرے ذمے ہے اور میں اس کے لیے ثواب کے اعتبار سے جنت سے کم پر راضی نہیں۔ (مسند بزار: رقم 1918)

رشتہ داروں سے ناراضگی، قطع تعلقی، ترکِ تعلق تو ویسے ہی منع ہے اور گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب ہے۔ لیکن اپنے گھر سے ان سے ملنے جانا، اللہ کے لیے ملنا جانا اس پر جنت کی بشارتیں ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ ساری رات تہجد پڑھنا آسان، لیکن سگا بھائی جو برابر گلی میں رہتا ہو اس کے پاس چل کر جانا، جو ناراض ہیں ان کے پاس چل کر جانا یہ مشکل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لوگوں سے ملنا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر و بیشتر مختلف احباب سے ملاقات فرماتے رہتے تھے۔ اگر کسی وقت کسی خاص آدمی سے ملاقات کا خیال ہوتا تو اس کے گھر تشریف لے جاتے، اور اگر عام لوگوں سے ملاقات کا ارادہ فرماتے تو مسجد تشریف لے جاتے یعنی لوگوں سے ملاقات کرتے۔ اپنے اللہ کے لیے لوگوں کے حال چال لیتے رہتے تھے۔ حتی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی بچے کی عیادت کے لیے اس کے گھر بھی تشریف لے گئے، اس کی عیادت کی اور اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ (صحیح بخاری: رقم 1356)

اس لیے مساجد میں، خانقاہوں میں، مدرسوں میں آکر یا ایسی جگہ جہاں دینی لوگ جمع ہو جاتے ہیں، اللہ کے لیے ان سے مشورہ کرنا چاہیے۔

نیک لوگوں کے ساتھ مجالست رکھنا

اسی طرح صالح اور نیک لوگوں سے ملاقات اور محبت کے بارے میں بھی چند باتیں قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبۃ:119)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو''۔

قرآن مجید میں جس طرح حکم دیا گیا ہے تمام ایمان والوں کو نیک صحبت اختیار کرنے کا۔اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو بھی یہ حکم فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ (الکھف:28)

ترجمہ: ''اور اپنے آپ کو استقامت سے اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ اور تمہاری آنکھیں دُنیوی زندگی کی خوب صورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں''۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے محبوب سے فرمارہے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ نتھی کرلیجیے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت میں، اس کی رضا کے لیے مشغول رہتے ہیں۔تو جو لوگ دین کے کاموں میں، اللہ کی یاد میں، اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنے کا حکم نبی علیہ السلام کو بھی دیا گیا۔معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کے ساتھ، ذکر کرنے والوں کے ساتھ، اللہ والوں کے ساتھ، علماء کے ساتھ، صلحاء کے ساتھ وقت گزارنا، ان کے لیے وقت نکال کر جانا اللہ کو بہت پسند ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا

شمار اُنہی لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا جن کے ساتھ یہ محبت کا تعلق رکھے گا۔
(صحیح بخاری: رقم 6169)

چناں چہ اگر انسان اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ، مقرّب بندوں کے ساتھ، اولیاء اللہ کے ساتھ وقت گزارے گا۔ اِن شاء اللہ قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ اس کا شمار ہو جائے گا۔ آج اس دیے ہوئے وقت کی قدر دانی کرنی ہے۔ آدمی کے رات دن کی مجلسیں کن لوگوں کے ساتھ ہو رہی ہیں، اس پر غور کرنا ہے۔

نیک اور برے ہمنشیں کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: نیک ہمنشیں اور برے ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے مُشک رکھنے والا اور بھٹی رکھنے والا۔ خوشبو والا یا تو آپ کو خوشبو دے دے گا، یا آپ اس سے خوشبو خرید لیں گے، یا جتنی دیر اس کے پاس بیٹھے رہیں گے تو خوشبو آتی رہے گی۔ اور آگ کی بھٹی والا تو آگ ہی دے گا، یا آپ کے کپڑے جلا دے گا، اگر کچھ نہیں بھی دے گا تو جتنی دیر وہاں بیٹھیں گے اتنی دیر دھواں ہی سینکتے رہو گے۔ (صحیح بخاری: رقم 5534، صحیح مسلم: رقم 2628)

تو جو نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا، وہ فائدہ میں رہے گا۔

جسم اور رُوح کے تقاضے

اچھا! یہاں ایک اور بات بھی اہم ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے انسان کو بنایا تو دو چیزوں سے 1 جسم اور 2 روح۔ جسم کو اللہ نے مٹی سے بنایا تو پھر جسم کی ساری ضروریات بھی اللہ نے مٹی سے پیدا کی ہیں۔ چاہے وہ گوشت ہو، چاہے وہ سبزیاں ہوں تعلق ان کا مٹی سے ہی ہے، زمین سے ہی ہے۔ جسم کی ضروریات اللہ نے زمین

میں ہی رکھی ہیں۔ اور یہ جو روح ہے یہ اوپر سے آئی ہوئی چیز ہے۔ اللہ کا اَمر ہے۔ اور اس کی غذا بھی اوپر سے آنے والی چیز ہے۔ وہ کیا ہیں؟ انوارات، تجلیات، فیوضات، برکات۔ ان سب کا اوپر سے نزول ہوتا ہے۔ اور اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ 24 گھنٹے اللہ کی رحمت اُن کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

روح میں قوت کیسے آئے گی؟

ہوتا کیا ہے کہ ایک آدمی جس کی روح بیمار ہے، گناہوں کے اندر مبتلا ہے۔ یہ تجربہ کر کے دیکھ لیں بالکل پکی بات ہے۔ جس طرح (2+2=4) ہوتے ہیں! اسی طرح یہ پکی بات ہے کہ جس کی روح بیمار ہے وہ ایسی محافل میں پابندی سے آ کر بیٹھنا شروع کر دے جہاں روح کی غذا اوپر سے نازل ہو رہی ہے، انوارات ہیں، تجلیات ہیں، فیوضات ہیں، برکات ہیں۔ ان کے نزول میں جو بیٹھا رہے گا تو آہستہ آہستہ اس کی روح قوت پکڑتی رہے گی، اور اس کی روحانی بیماریوں کا علاج ہو جائے گا۔ جیسے انسان نہاتا ہے۔ گرمی لگ رہی ہوتی ہے تو شاور کے نیچے چلا جاتا ہے۔ پسینہ، بدبو اور جراثیم دور ہو جاتے ہیں اور آدمی فریش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اللہ والوں کی مجالس میں پابندی سے آتا ہے، مستقل مزاجی کے ساتھ آتا رہتا ہے تو اِن محافل میں انوارات اور تجلیات کا شاور برس رہا ہوتا ہے۔ وہ اندر بیٹھے بیٹھے ویسے ہی پتا نہیں چل جاتا، ویسے ہی محسوس نہیں ہوتا لیکن علاج ہو جاتا ہے۔ لوگ خود کہتے ہیں کہ ہمیں پتا نہیں چلا، لیکن جو آتا رہے آتا رہے، پھر دل خود ہی ان انوارات کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ پکی بات ہے، اس میں کوئی دوسری بات ہی نہیں۔

سلیمان بن حبیب محاربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا:

اے میرے بیٹے! تم علماء کی ہمنشینی اختیار کیا کرو اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھو، اس لیے کہ اللہ تعالی مردہ دل کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کرتے ہیں جس طرح خشک زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کرتے ہیں۔ (جامع بیان العلم فضلہ لابن عبد البر)

جب زمین خشک ہو، وہاں اَبر چھا جائے اور بارش برس جائے، پانی پڑتا رہے تو آہستہ آہستہ وہاں بھی سبزہ آجاتا ہے، ہریالی آجاتی ہے اور زمین نرم ہو جایا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح جن کے دل کی زمین سخت ہو جائے، ویران ہو جائے، بنجر ہو جائے بلکہ کانٹے نکل آئیں، جھاڑیاں نکل آئیں۔ یہ لوگ پھر بھی علماء کی صحبت اختیار کریں۔ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔ صُلحاء کی باتیں جو حکمت بھری ہیں سنا کریں۔ اللہ والوں کی ان حکمت بھری باتوں میں ایسے انوارات ہوتے ہیں جس سے دل کی ویرانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ دلوں میں اللہ کی رحمت کی وجہ سے آبادیاں آجایا کرتی ہیں۔ اس لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم قرآن مجید میں بھی آیا اور حدیث شریف میں بھی آیا۔ اپنے روز مرّہ کے اعمال میں اس کو شامل کریں۔

اولاد کو نیک لوگوں کے پاس لے جانا

جب اپنی زندگی کے نظام الاوقات بنائیں، ٹائم ٹیبل بنائیں تو صحبتِ اولیاء کا بھی ٹائم رکھیں کہ میں نے خود بھی جانا ہے اور اولاد کو بھی لے کر آنا ہے۔ اولاد کو لے کر آنا خود کو لانے سے زیادہ ضروری ہو گیا، کیوں کہ آج کل کی جو اولاد ہے ہم ان پر محنت نہیں کر سکتے، اس لیے کہ اِنٹرنیٹ ان پر محنت کر رہا ہے۔ ان کے گھنٹوں اِنٹرنیٹ کے ساتھ گزرتے ہیں۔ اس لیے ان کو لے کر آنا بہت ہی زیادہ ضروری ہے تاکہ کم سے کم عقیدہ اور ایمان تو بچے۔ اعمال کی کمزوری قیامت والے دن کسی درجے میں معاف

ہو جائے گی، لیکن اگر ایمان نہ رہا تو پھر کوئی چیز اس کمی کا بدل نہیں۔ اپنے ایمان کو مضبوط رکھنے کے لیے، ایمان کو بنانے کے لیے، اور اولاد کے ایمان کو بچانے کے لیے نیک مجالس میں آنا بے حد ضروری ہے، ورنہ ایمان بچنا مشکل ہو جائے گا۔

عفو و درگزر کا معاملہ کرنا

اخلاقیات کے باب میں ایک بہت بڑا عمل ہے 'عفو و درگزر'۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (الأعراف:199)

ترجمہ: ''درگزر کا رویہ اپناؤ، اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دو''۔

لوگوں کو معاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جگہ جگہ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کو معاف کرو، درگزر کرو۔ ایک حدیث سن لیجیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ قیامت والے دن حساب کتاب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اللہ کے ذمہ جن کا حق ہے وہ کھڑے ہو جائیں اور جنت میں چلے جائیں۔ (فرماتے ہیں کہ کوئی کھڑا نہیں ہوگا) پھر اعلان ہوگا کہ اللہ کے ذمہ جن کا حق ہے وہ کھڑے ہو جائیں اور جنت میں چلے جائیں۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہیں جس کا حق اللہ نے دینا ہے؟ فرشتہ کہے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کو معاف کر دیتے تھے۔ جو دنیا میں لوگوں کو اللہ کے لیے معاف کر دیتے تھے۔ پس ایسے ہزاروں لوگ کھڑے ہوں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (الأهوال لابن أبي الدنيا: رقم168)

اس لیے لوگوں کو، مخلوق کو معاف کرنا سیکھیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دے، اور ہم لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو بھی معاف

نہیں کرتے۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ لوگ جب آکر اپنی باتیں سناتے ہیں 20,20,10,10 سال پرانی باتیں نہیں بھولتے کہ فلاں نے فلاں وقت میں میرے ساتھ یہ کیا تھا۔ اب بندہ مر بھی چکا ہو تب بھی نہیں بھولتے۔ ہم لوگوں کو اللہ کے لیے معاف کریں اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کردیں گے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی علیہ السلام سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

يَا عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ! صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ.

(شعب الایمان للبیهقي: رقم 7959)

ترجمہ: ''اے عقبہ بن عامر! جو تجھ سے توڑے اس سے جوڑو، جو دینے سے محروم کرے اسے دو، اور جو ظلم کرے اسے معاف کردو''۔

جو ہمارے ساتھ برا کرے ہم اس کے ساتھ اچھا کریں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ ہم تو یہ کرتے ہیں کہ جو ہمارے ساتھ اچھا ہم اس کے ساتھ اچھے۔

اخلاقِ حیوانات

اس کی مثال یوں سمجھیے جیسے بقرعید پر آپ اپنے گھر دو جانور لے آئیں۔ ایک کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اور ایک کے ساتھ برا سلوک کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ جس کے ساتھ آپ اچھا سلوک کریں گے وہ فطری طور پر آپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، اور جس کو آپ مارنے جائیں گے وہ اپنا سینگ نکالے گا۔ یہ تو جانوروں کے اخلاق ہوئے کہ جی! جو ہمارے ساتھ اچھا، ہم اس کے ساتھ اچھے۔ اور جو ہمارے ساتھ برا، ہم اس کے ساتھ بُرے۔ یہ تو نبوی اَخلاق نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا بتائے جا

رہے ہیں کہ ''جو توڑے اس سے جوڑیں، جو ہمیں محروم کرے اُسے ہم عطا کریں، اور جو ہم پر ظلم کرے اُسے ہم معاف کر دیں''۔ ہمیں تو یہ سکھایا جا رہا ہے۔ اگر ہم نے ایسا کر لیا تو اِن شاء اللہ العزیز جنت بہت آسانی سے مل جائے گی۔

معاف کرنے سے رُتبے میں ترقی

جو انسان دوسروں کو معاف کر دیتا ہے، اس کی عزّت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ کس نے بتایا؟ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین باتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں:

1 ۔ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا) آپ کوئی ایک بندہ ایسا دکھائیں جو خوب اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہو اور وہ کبھی کنگال بھی ہوا ہو۔ تلاش کریں کوئی ایک ایسا بندہ جس نے اللہ کے لیے، اللہ کے بندوں پر مال خرچ کیا ہو، کسی نیکی میں، مدرسے میں، مسجد میں، خیر کے کاموں میں مال لگایا ہو اور پھر وہ کنگال بھی ہوا ہو۔ نبی علیہ السلام نے فرمادیا ہے کہ ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا''۔ یعنی ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

2 ۔ معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت بڑھاتے ہیں) ہم کہتے ہیں کہ میں اسے کیوں معاف کروں؟ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم معاف کریں گے تو شاید ہم ڈی گریڈ ہو جائیں گے، چھوٹے ہو جائیں گے، اور یہ مزید سر پر چڑھے گا۔ بھئی! معاف کرنے سے عزّت بڑھتی ہے۔ انتقام سے عزّتیں نہیں بڑھا کرتیں۔ بعض مرتبہ صرف اپنی ''انا'' کے لیے بندہ انتقام لیتا ہے کہ اگر میں نے انتقام نہ لیا تو لوگ مجھے کمزور سمجھیں گے، لیکن شریعت کے پیمانے کچھ اور بتا رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں غور کریں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی عزّت بڑھاتے ہیں تو پھر تو بات ہی ختم ہے۔ عزّت بڑھانے والا وہ پروردگار ہے جو خود 'عزیز' ہے، اور ساری عزّت کے خزانوں کا

مالک ہے۔ پھر کس بات کا غم ہے۔

3 ۔ جو اللہ کے لیے تواضع یعنی عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو بلندی عطا کرتا ہے) عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، جبکہ اکڑ بہت ہی ناپسند ہے۔ اللہ کے لیے جھکنے والا کبھی پست و ذلیل ہو نہیں سکتا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم 6757)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے دشمن پر غالب آجاؤ، اگر چاہو تو اسے معاف کردو اپنی اس طاقت کی قدردانی کرتے ہوئے۔ (المستطرف للأبشیھی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ ان صحابی نے کہا کہ ربِّ کعبہ کی قسم! ہم نجات پاگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ کریم ہیں، اور کریم جب کسی پر قدرت پالیتا ہے تو معاف کردیتا ہے، اور جب حساب لیتا ہے تو درگزر کرتا ہے۔ (مقاصدِ حسنہ: رقم 763)

ربِّ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں

اب یہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یا اللہ! آپ کے محبوب نے خود ہمیں سمجھایا ہے کہ جب قدرت، اختیار کسی پر پالیا کرو تو معاف کردیا کرو۔ اللہ تعالیٰ! تو بہت کریم ہے، تیرا حکم ہم پر نافذ ہے، ہم تیری رحمتوں کے اور زیادہ محتاج ہوں گے، اور زیادہ تیرے قبضہ قدرت میں ہوں گے، پھر قیامت کے دن تو اے اللہ! اور زیادہ تیری رحمتوں کے اور محبتوں کے محتاج ہوں گے۔ اللہ! جب آپ ہم پر کامل قدرت رکھتے ہیں تو اللہ! ہمیں معاف فرما دینا، ہمارے گناہوں کو معاف کردیجیے۔ اللہ! دنیا میں نعمتوں کی

ضرورت ہے۔ اللہ! دنیا میں بھی عطا فرمائیے۔ اللہ! قبر میں اس سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ! وہاں بھی عطا فرمائیے۔ اللہ! قیامت کے دن اس سے اور زیادہ محتاج ہوں گے۔ اللہ! اس وقت بھی ہم آپ کی قدرت میں ہوں گے۔ اللہ! جب کریم قدرت پالیتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ دنیا میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب کوئی آجاتا ہے سر جھکا کر خواہ کتنے ہی بڑے اس نے گناہ کیے ہوں، تو جب وہ دیکھتے ہیں کہ اگلا بندہ سر جھکا کر بیٹھا ہے تو کہتے ہیں کہ چلو معاف کیا۔ اللہ! دنیا میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اللہ! آپ تو وہ ذات ہیں کہ آپ کو اپنی رحمت پر ناز ہے۔ آپ نے قرآن کریم میں فرمایا:

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم:32)

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (المدثر:56)

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١١٨﴾ (المؤمنون:118)

آپ نے اپنی کریمی کے تذکرے قرآن میں جگہ جگہ کیے ہیں۔ اللہ کریم! ہم آپ کے کمزور عاجز مسکین بندے ہیں۔ اللہ! ہم آپ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔

کبھی ایسے نکات ذہن میں آجاتے ہیں کہ جب انسان اللہ کے سامنے عاجزی کو پھیلا کر، اللہ کے سامنے دامن کو پھیلا کر نظر کو جھکا دیتا ہے تو اللہ رحمت کا معاملہ فرما دیتا ہے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! زندگی بڑے گناہوں میں گزر رہی ہے۔ اللہ! آپ ہمیں معاف کر دیجیے۔ آپ کو ہم پر کامل قدرت حاصل ہے تو اللہ! اپنی قدرت کا استعمال فرمالیجیے۔ اللہ! ہمارے گناہوں کی طرف نہ دیکھیے، گنبدِ خضرا کو دیکھ لیجیے۔ اللہ! ہمارے اعمال کو نہ دیکھیے، نبی علیہ السلام کی دعاؤں کو دیکھ لیجیے۔ اللہ! ہمارے کرتوتوں کو نہ دیکھیے، نبی علیہ السلام کے ٹھنڈے چولہے کو دیکھ لیجیے۔ نبی علیہ السلام کے

آنسوؤں کو دیکھ لیجیے۔ نبی علیہ السلام کے متورّم قدموں کو دیکھ لیجیے کہ ہمارے لیے روتے رہے اور مانگتے رہے۔ اللہ! ہمارے لیے رحمت کا معاملہ فرما دیجیے۔

لوگوں کو معاف کریں، اللہ ہمیں معاف کرے گا

ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ فرما دیں گے۔ ہم لوگوں کو معاف کرنا سیکھیں۔ ہمارے ساتھ بھی معافی کا معاملہ ہو جائے گا۔ ہم چاہتے یہ ہیں کہ اللہ ہمارے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دیں، اور ہم کسی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو بھی معاف نہ کریں۔ لوگ کہتے ہیں بارہ سال پہلے، بیس سال پہلے فلاں نے مجھے یہ کہا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمارے بیس سال پہلے کے گناہ معاف ہو جائیں جبکہ ہم بیس سال پہلے کا کہا ایک جملہ معاف کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابھی بیان کی تھی کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کھڑے ہوں گے تو آواز دی جائے گی کہ جن کا حساب اللہ کے ذمے ہو وہ کھڑے ہو جائیں، تین دفعہ یہی آواز دی جائے گی اور وہی لوگ کھڑے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کے لیے لوگوں کو معاف کیا ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں پر رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا۔ تم لوگوں کو معاف کرو، اللہ تمہیں معاف فرما دیں گے۔ (مسند احمد: رقم 6255)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا:

فأيّ عبادك أعزّ ؟ قال : الذي إذا قدر غفر. (صحیح ابن حبان: رقم 6217)

ترجمہ: ''یا اللہ! آپ کے نزدیک معزز بندہ کون ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا: جو قدرت

کے باوجود بدلہ نہ لے (جس کو اختیار ہو بدلہ لینے کا لیکن معاف کردے)۔

معاف نہ کرنے والے کے لیے پیغامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب بات کرتے ہیں کہ اگر کوئی معافی مانگ رہا ہے اور سامنے والا معاف نہ کرے۔ جیسے بیوی سے غلطی ہوگئی اور وہ معافی مانگ رہی ہے اپنے خاوند سے لیکن خاوند معاف نہیں کرتا۔ بہو سے کوئی غلطی ہوگئی، ساس معاف نہیں کر رہی۔ یا بھائی سے کوئی غلطی ہوجائے اور بھائی معاف نہ کرے۔ یعنی ایک معافی کا خواہش مند ہو اور دوسرا معاف نہ کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ ان لوگوں کے لیے کیا معاملہ ہے؟ گھروں میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ چھوٹے بڑوں سے معافی مانگ رہے ہوتے ہیں، مگر بڑے معاف نہیں کر رہے ہوتے۔ بلکہ کیا چاہتے ہیں؟ ابھی میں نے اس کی ناک اور رگڑنی ہے۔ غلطی تو اِس نے کی تھی لیکن اس کے ماں باپ کو بھی گالیاں میں نے دینی ہیں، اس کے بہن بھائیوں کو بھی گالیاں میں نے دینی ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ بہو کو ساس جب گھر لے کر آتی ہے تو بڑی محبت کے ساتھ، اور جیسے ہی وہ گھر آجاتی ہے تو سارے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ اس کے بعد ناک رگڑوانا اور اپنی بات منوانا فخر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی چھوٹا معافی مانگے یا بڑا، کوئی بھی ہو، کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے معافی مانگے تو سامنے والا معاف نہ کرے تو اس کے لیے نبی علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ سنیے! دل کے کانوں سے سنیے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معافی مانگنے اور معذرت کرنے آئے اس تکلیف کے بدلہ میں جو اس سے اسے پہنچی (تو اسے چاہیے کہ اپنے بھائی کا عذر قبول کرے چاہے صحیح ہے یا غلط ہے، اگر) یہ اس کے عذر کو،

معافی کو قبول نہیں کرتا تو پھر میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ آئے۔ (معجم اوسط للطبرانی:241/6)

ہم سے کوئی معافی مانگنے آئے اور ہم اکڑ جائیں کہ ہم معاف نہیں کریں گے تو یہ ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔ ہم لوگوں کو معاف کرنا سیکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔ ایک معاملہ اس میں اور بھی ہے۔ ذرا حساس قسم کا ہے، اس لیے اس کا بھی ذکر کر لیتے ہیں پھر بات کو مکمل کر لیتے ہیں۔

اہلِ فضل و اہلِ علم سے درگزر کرنا

کچھ لوگ ہوتے ہیں دنیا میں جنہیں اللہ نے اپنا فضل و کمال عطا کیا ہوتا ہے، کسی کو علم عطا کیا ہوتا ہے، کسی کو کوئی مرتبہ دیا ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں رعایت کا نبی علیہ السلام نے زیادہ حکم دیا ہے۔ ہمارے پیمانے آج اُلٹے ہیں۔ ایک عام آدمی وہی غلط کام کرے تو ہم اس کو اتنا برا محسوس نہیں کرتے، لیکن وہی کام کوئی دین دار کر دے، کوئی عالم کر دے تو بس پھر تو ہماری ساری توپیں اسی کی طرف ہو جاتی ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ تو عالم تھا اس نے ایسا کیوں کیا؟ بھئی! انسان ہے غلطی ہو سکتی ہے۔ ہم یہ دیکھیں کہ وہ اس پر اِصرار تو نہیں کر رہا؟ ایک مرتبہ کسی غلطی کا ہو جانا ہر ایک سے ممکن ہے۔ غلطی تو کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبیرہ گناہ پر وہ ڈٹا ہوا تو نہیں۔

مستدرکِ حاکم، سنن ابی داؤد اور جامع صغیر کی مختلف روایات میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شرفاء اور سخی حضرات کی غلطیوں سے درگزر کرنے اور انہیں معاف کرنے کا فرمایا ہے سوائے اللہ کی حدود کے۔ مفہوم حدیث کا ہے کہ اہلِ شرف اور اہلِ فضل کی غلطیوں کو حدود کے علاوہ معاف کر دیا کرو۔ ہاں! ایسا معاملہ ہو کہ وہ اِصرار کرتے جا رہے ہیں، سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھ رہے تو پھر معاملہ بدل جائے گا۔ عام حالات میں بتایا کہ ان لوگوں کی

غلطیوں کو معاف کر دیا کرو۔ اس لیے جن کو اللہ ربّ العزّت نے زہد میں، تقویٰ میں کوئی مقام عطا کیا ہے اور لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے، تو انسان ہیں کوئی کمی کوتاہی ان سے ہو جائے تو ان کی کمی کوتاہی کو اچھالنے کی ضرورت نہیں، ان کو معاف کر دینے کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی نیک اور شریف آدمی سے غلطی ہو جائے فوراً اس پر حملہ کرتے ہیں۔ اس بات کو حضور پاک ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس بارے میں ایک روایت سن لیجیے پھر اسی پر آج کی بات کو مکمل کر لیتے ہیں کہ اہلِ فضل اور اہلِ علم کی غلطیوں پر ہمیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس واقعے کو سن لیجیے!

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

ایک بدری صحابی تھے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ۔ غزوۂ بدر کے اصحابِ بدر کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ انہوں نے کیا کیا تھا؟ جب نبی کریم ﷺ مکہ پر حملے کی تیاری کر رہے تھے اور سب کو حکم تھا کہ خاموشی کے ساتھ وسیع پیمانے پر تیاری کرنی ہے۔ اس اثنا میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں انہیں آگاہ کیا کہ نبی علیہ السلام تم پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ خط لکھ کر انہوں ایک عورت کو دیا اور اس سے کہا کہ تم مکہ میں فلاں فلاں کو یہ خط دے دو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو وحی کے ذریعے اطلاع فرما دی۔ حضورِ پاک ﷺ نے حضرت علی، حضرت ابو مرثد غنوی اور حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا کہ تم جاؤ اور روضۂ خاخ میں تمہیں ایک مشرک عورت ملے گی جو اُونٹ پر سوار ہو گی۔ اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو مشرکین کے نام ہے۔ تم جاؤ اور وہ خط لے آؤ۔ چناں چہ تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں پہنچے اور اس عورت کو اونٹ پر سوار ہونے کی حالت میں پا لیا جس طرح

رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا تھا۔اس کی تلاش لی گئی مگر کہیں سے کچھ نہ ملا۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ جھوٹ نہیں بول سکتے، تمہارے پاس خط موجود ہے۔اس عورت نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے۔حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بہتر ہوگا وہ خط تم ہمیں خود دے دو، وگرنہ تمہیں بے لباس بھی کرنا پڑا تو کریں گے۔وہ مشرک عورت ڈر گئی۔کس بات سے ڈر گئی؟ کہ میں بے لباس نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اس کے پاس Facebook تو پہنچا نہیں تھا۔کہنے لگی کہ میں بے لباس نہیں ہوسکتی، تم اپنے چہرے کو دوسری طرف کرو۔چناں چہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے چہروں کو دوسری جانب کیا تو مشرک عورت نے اپنے سر کا دوپٹہ ہٹایا اور اپنے گوندے ہوئے بالوں کے اندر سے وہ خط نکالا اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ کر دیا۔اب صحابہ رضی اللہ عنہم وہ خط لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو اس پر آمادہ کیا؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! قریش سے میری کوئی رشتے داری نہیں ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ میرے اہل وعیال آج بھی مکہ مکرمہ میں ہیں، ان کا وہاں کوئی رشتے دار و مددگار نہیں ہے۔بخلاف مہاجرین کہ مکہ میں ان کی رشتے داریاں ہیں، اور رشتے داریوں کی وجہ سے ان کے گھر والے محفوظ ہیں۔اس لیے میں نے چاہا کہ اُن پر احسان کر دوں جس کے بدلے میں وہ میرے گھر والوں کی حفاظت کریں گے۔مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد ضرور فرمائیں گے، اور اللہ کی بات ہی پوری ہو کر رہے گی۔اور میرے اس خط سے اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا۔اور خدا کی قسم! میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر پر راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا، میری غرض صرف وہی تھی جو میں نے

آپ سے عرض کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حاطب سچ کہہ رہے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں؟ یہ نبی علیہ السلام کا راز کفار کے پاس بھیج رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا حاطب اہلِ بدر میں سے نہیں ہیں؟ کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ خدا نے اہلِ بدر کے معاملے میں کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اللہ نے اہلِ بدر کی مغفرت فرما دی ہے، اور ان کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ اب یہ جو چاہیں کریں ہم ان کی مغفرت کر چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ (صحیح بخاری: رقم 3007)

اس حدیث پاک کو امام بخاری رحمہ اللہ نے چار جگہ بیان کیا ہے۔ ان کی عظیم غلطی کو، اتنی بڑی غلطی کو جس کی سزا بھی سخت ہونی چاہیے تھی نبی علیہ السلام نے بدر کی فضیلت کے پیشِ نظر اور اس لیے کہ یہ مخلص صحابی ہیں۔ جو بھی ہوا غلطی میں ہوا، اور اس بات کا اِقرار بھی انہوں نے کیا، تو نبی علیہ السلام نے انہیں معاف فرما دیا۔ اللہ اکبر کبیراً!

اب یہ دیکھیے کہ محبوب سے اگر غلطی ہو جائے تو معاملہ اور ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ صاحبِ علم ہیں، نیک لوگ ہیں، متقی ہیں، دین کے لیے محنت کر رہے ہیں اور دین کے کسی بھی کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان سے لوگوں کو فائدہ بھی ہو رہا ہے۔ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم ان کی طرف زیادہ تیزی سے نشتر پھینکیں، ہم ان کی نیکی کا خیال کریں۔ ہاں! اگر وہ کسی بڑی برائی میں، کھلی برائی میں مبتلا ہیں تو معاملہ کچھ اور ہے۔ آج ہم میں سے بہت سارے ایسے لوگ ہیں کہ بس کسی

نیک آدمی کی کوئی چیز پتا چلے تو ہم نے زیادہ سے زیادہ اس کو آگے پہنچانا ہے۔ اور جو گناہ گار لوگ ہیں ان کی بات کی تو کوئی پرواہ ہی نہیں کرنی۔ بھئی! معاملات میں اعتدال رکھا جائے۔ ہر جگہ شریعت کے مزاج کو سمجھا جائے۔ شریعت کے مطابق زندگی کو گزارا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی پاک ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ شریعت نے جو اعتدال کا مزاج دیا ہے، اس مزاج کو ہمیں سمجھ کر اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

حصہ اول

شکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ؕ وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۝ (سورۃ سبأ:13)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

”نِعْمَ الْعَبْدُ“ بہترین بندہ

نعمتوں پر شکر کرنا اہل جنت کی نشانی ہے اور آزمائشوں پر صبر کرنا بھی اہل جنت ہی کی نشانی ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جو تکلیفوں پر صبر کرے وہ بھی جنتی، اور جو نعمتوں کا شکر

ادا کرے وہ بھی جنتی۔ اِن دونوں کو قرآن مجید میں ''نعم العبد'' کہا گیا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کے برگزیدہ نبی تھے۔ ان پر آزمائشیں، پریشانیاں، تکلیفیں آئیں، بیماری میں مبتلا ہوئے، اولاد مر گئی، مال ختم ہو گیا، بہت عرصہ تکلیفوں کے اندر رہے، لیکن صبر کرتے رہے۔ اس صبر کی وجہ سے قرآن مجید میں ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص:44)

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُنہیں بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لَو لگائے ہوئے تھے''۔

نعم العبد کسی بندے کے لیے بہت بڑا جملہ ہے۔ جب بڑے کسی کو بلا کر کوئی لقب دے دیں تو بڑی بات ہوا کرتی ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے بھی حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ نعم العبد میرا پیارا بندہ، میرا بہترین بندہ۔ کس وجہ سے ان کو یہ لقب ملا؟ تکلیفوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔

ایک اور نبی بھی گزرے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بادشاہت عطا فرمائی تھی، ہواؤں کو اُن کے لیے مسخر کر دیا تھا، اُنہیں پرندوں کی بولیوں کی سمجھ بھی عطا کر دی گئی تھی، اور انہیں دنیا کا بہترین مال و دولت عطا کیا گیا تھا۔ ان تمام نعمتوں پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سارے اَعمال کیے، اور مال کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کیا۔ اُنہیں بھی قرآن پاک میں نعم العبد ہی کہا گیا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ (ص:30)

ترجمہ: ''اور ہم نے داوٗد کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لَو لگائے ہوئے تھے''۔

کیا ہم ''نِعْمَ الْعَبْدُ'' بن سکتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں میں انسان نعم العبد بن سکتا ہے۔ تکلیفوں کے وقت صبر کر کے، اور نعمتوں کے وقت شکر کر کے۔ انسان کے پاس چند ہی تو حال ہوتے ہیں۔ یا وہ خوشی میں ہوگا یا غمی میں ہوگا، یا پریشان ہوگا یا خوش ہوگا، یا بیمار ہوگا یا صحت مند ہوگا، یا امیر ہوگا یا غریب ہوگا۔ یہ چند ایک حال ہی ہیں، چند ہی تو باتیں ہیں۔ ہر حال میں انسان یہ دیکھے کہ اللہ کیا چاہتے ہیں؟ بس اس کو مطلوب مل جائے گا۔

آج کی اس مجلس میں شکر کے بارے میں چند باتیں کرنی ہیں۔ شکر کہتے کسے ہیں؟ شکر کا مطلب کیا ہے؟ اور اس سے ملے گا کیا؟ یہ چند موضوعات آج اِن شاء اللہ آئیں گے۔

شکر کی حقیقت

شکر سے متعلق قرآن مجید نے ایک زریں اُصول بیان کیا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراهیم:7)

ترجمہ: ''اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا''۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شکر کی رسی سے بندھی ہوئی ہیں۔ جو انسان شکر کرتا چلا جائے گا، کرتا چلا جائے گا، اس نے نعمتوں کو رسی ڈال رکھی ہے، نکل ہی نہیں سکتیں۔ آگے فرمایا:

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراهیم:7)

ترجمہ: ''اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو، میرا عذاب بڑا سخت ہے''۔

شکر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ شکر کی حقیقت کیا ہے؟

انسان اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ صرف اتنا نہیں ہے کہ نعمت اللہ نے دے دی ہے۔ نہیں! استعمال کا طریقہ کار بھی اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمایا ہے۔

آلِ داؤد علیہ السلام کی ترتیب

جب اللہ ربّ العزّت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو شکر کے بارے میں حکم دیا تو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان نے اپنے قول اور اپنے عمل کے ذریعے شکر کو ثابت کر کے دکھایا۔ کیا ترتیب بنائی؟ 24 گھنٹے میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا کہ ان کے گھر کا کوئی فرد عبادت میں مشغول نہ ہو۔ ایک ترتیب بنالی تھی کہ ایک عبادت کر رہا ہے، اس کے اُٹھنے سے پہلے کوئی دوسرا عبادت کے لیے مصلّٰی پر آ جائے گا۔ عبادت کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکر جس طرح زبان سے ادا ہوتا ہے، اسی طرح عمل سے بھی شکر ادا ہوتا ہے۔

تقویٰ اور عملِ صالح

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر تقویٰ اور عملِ صالح کا نام ہے۔ زبان سے شکر ہے، شکر ہے، وہ الگ ہے۔ الحمدللہ کہا، وہ الگ ہے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ اصل شکر کیا ہے؟ انسان تقویٰ کی زندگی اختیار کرے، اور عملِ صالح کو اختیار کرے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ ربّ العزّت کی دی ہوئی نعمتوں میں سے یہ جسم وجان بھی اللہ کی نعمت ہے، مال بھی اللہ کی نعمت ہے۔ ان سب کو اللہ کے حکم کے مطابق لگانا ہے۔

اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کیا

جب حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ اے داؤد! میرا شکر ادا

کرو۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا اللہ! میں آپ کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہوں؟ اگر میں کہتا ہوں کہ الحمدللہ (یا اللہ! آپ کا شکر ہے) تو یہ بھی ایک نعمت ہوئی ناں۔ یہ بھی تو ایک عبادت ہوئی ناں۔ اس پر بھی شکرادا کرنا پڑے گا، تو میں اس پر شکرادا کروں گا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے تُونے مجھے پھر شکر کی توفیق دی۔ اور اس پر پھر میں تیرا شکرادا کروں گا کہ اس شکر پر شکر کی توفیق دی۔ اے اللہ! ساری زندگی کی سانسیں لگا کر بھی تیرا شکرادا ہو ہی نہیں سکے گا۔ اللہ! کیسے میں آپ کا شکرادا کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الآن شكرتني حين علمتَ أنَّ النِّعمة منّي.

ترجمہ: ''اے داؤد! جب تم نے اس بات کو جان لیا کہ ساری نعمتیں میری طرف سے ہی ہیں تو اب تم نے میرا شکرادا کیا ہے''۔ (دیکھیے! تفسیر ابن کثیر اسی آیت مذکورہ کی تفسیر میں)

کیا مطلب؟ کہ انسان اپنے آپ کو عاجز پائے کہ میں اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کر ہی نہیں سکتا۔ یہ حقیقی معنوں میں اللہ کا شکرادا کرنا ہے۔

آلِ داؤد علیہ السلام کی فضیلت کیسے مل سکتی ہے؟

جب قرآن کریم کی یہ آیت

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سورۃ سبأ:13)

نازل ہوئی تو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور اُمت کو چند باتیں بتائیں۔ یہ بہت توجہ سے سننے کی باتیں ہیں۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوبکر جصّاص رحمۃ اللہ علیہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سورۃ سبأ:13)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور پھر ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سے

جسے یہ تین صفات دے دی گئیں، اسے گویا وہ فضیلت مل گئی جو آلِ داوٗد علیہ السلام کو ملی ہے۔ (آلِ داوٗد علیہ السلام کو اللہ ربّ العزّت نے برکتیں اور عزتیں عطا فرمائی تھیں تو جو شخص یہ تین کام کرلے تو اسے بھی آلِ داوٗد علیہ السلام کی فضیلت مل جائے گی) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ کون سے تین کام ہیں؟ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(1) اَلْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا

یعنی غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں انصاف قائم رکھنا۔ جیسے میاں بیوی ہیں۔ آپس میں ہر چیز ٹھیک چل رہی ہے۔ کوئی خرابی نہیں، کوئی لڑائی نہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے راضی ہیں، لیکن انصاف کو ابھی بھی قائم رکھنا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہو جائے کہ مجھے اپنی بیوی سے محبت ہے تو کسی کا نقصان میں کردوں۔ یا جیسے دو بھائی ہیں۔ ایک دوسرے سے تعلق ہے، جوڑ بنا ہوا ہے۔ اب آپس میں محبت کی وجہ سے کوئی ایسا عمل نہ کریں کہ محبت میں محبوب کو نفع پہنچانے کے لیے انصاف کا ہاتھ چھوڑ دیں۔ جب محبت کے اوقات چل رہے ہوں دو بندوں کے درمیان، دو گروہوں کے درمیان، دو قوموں کے درمیان، دوستی کا معاملہ چل رہا ہو تب بھی انصاف کو قائم رکھنا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ غصہ غالب آجائے۔ بھائیوں میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی، دوستوں میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور اب غصہ آرہا ہے تو اس موقع پر بھی انصاف کو قائم رکھنا ہے۔ ایسا نہیں کہ میری اس سے لڑائی ہے تو میں اس کا نقصان کردوں۔ اس کے پیسے میرے پاس رکھے ہوئے، اور اب لڑائی ہوگئی تو اس کو دے نہیں رہا۔ میری اس سے ناراضگی ہے، مجھے غصہ ہے اب میں انصاف کو چھوڑ دوں۔ یہ بات ہرگز نہیں کرنی ہے۔ دوستی کے عالم میں بھی اور غصہ کے عالم میں

بھی، محبت ونفرت دونوں حالتوں میں انصاف قائم رکھنا ہے کہ انسان اپنی زندگی میں انصاف کو لے آئے۔

(2) اَلْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَ الْفَقْرِ

یعنی فقر اور تونگری دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی رکھنی ہے۔ کیا مطلب؟ ایک آدمی کو اللہ نے خوب مال دیا ہے، وہ اپنے اخراجات میں میانہ روی رکھے۔ اپنے آپ کو چادر کے اندر ہی رکھنے کی کوشش کرے۔ اور کسی کے حالات تنگ ہیں، فقر ہے، پریشانی ہے۔ وہ بھی اب اس کی کوشش کرے کہ میانہ روی اختیار کرے۔ دونوں حالتوں میں میانہ روی میں رہنا ہے اور درمیانی راستہ اختیار کرنا ہے۔

(3) خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ

یعنی خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرتے رہنا ہے۔

تین باتیں کیا ہوگئیں؟ 1 رضا اور غضب، دوستی اور نفرت میں انصاف پر رہنا دونوں حالتوں میں۔ 2 غنا وفقر، امیری اور غریبی دونوں حالتوں میں میانہ روی کی چال چلنا۔ 3 خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔

آج کل تو بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو علانیہ بھی گناہ کرتے نہیں ڈرتے۔ کیا مطلب؟ مکس گیدرنگ ہورہی ہے، میوزک کی پارٹیاں ہورہی ہیں، اور اس میں ہر قسم کی خرافات ہورہی ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر، یا کسی اور موقع پر، یا کوئی بے حیائی کا دن منایا جارہا ہے۔ ان سب مواقع پر کھلم کھلا گناہ کررہے ہوتے ہیں۔ جو لوگ علانیہ گناہ کرتے ہیں ان کا معاملہ بہت خراب ہوجاتا ہے۔ جو عورت بے پردہ ہو کے جارہی ہے، پردہ نہیں کررہی اور بازاروں میں جارہی ہے، بال بھی کٹے ہوئے ہیں، یہ علانیہ گناہ

کرنے والی ہے۔ علانیہ گناہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسجد میں آواز لگے گی کہ جی! میں نے گناہ کیا ہے۔ عمل سے معلوم ہو رہا ہے، اس کا عمل اعلان کر رہا ہے، عمل سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کے لیے تو بہت سخت بات ہے۔ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ میری پوری اُمت کی معافی ہو جائے گی اِن شاء اللہ لیکن یہ جو بغاوت کرنے والے ہیں، کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہیں، ان کا معاملہ جدا ہے۔

(صحيح البخاري: رقم 6069، باب ستر المؤمن)

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو کھلے حال میں، اوپن پوزیشن میں اللہ کی نافرمانی کر رہے ہوتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی مجالس کو بھی پاکیزہ کرو اور علانیہ بھی اللہ سے ڈرتے رہو۔ ایک تو اس حدیث شریف میں کھلم کھلا یعنی علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معاملہ ہے۔ دوسرا معاملہ حدیث شریف میں خفیۃً بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کا ہے۔ کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جن کی علانیہ زندگی تو پاکدامنی والی، نیکیوں والی نظر آتی ہے۔ لیکن ان کی خفیہ زندگی جو موبائل کی زندگی ہے، وہ زندگی اُن کی خراب ہے۔ وہ زندگی اِن کو جہنم میں لے جانے والی ہے۔ آج کل کے ماحول میں یہ موبائل فون ایک ایسا فتنہ ہے کہ مدرسے کے طلبہ وطالبات بھی نہیں بچ سکے۔ ویسے قرآن وحدیث پڑھتے ہیں، لیکن موبائل آ گیا تو چپکے سے کچھ بھی شروع کر دیا۔ ارے بھئی! شیخ کو پتا نہیں لگا، استاذ کو نہیں پتا چلا، لیکن میرا اللہ تو دیکھ رہا ہے ناں۔ سوچیے کہ اس کے ساتھ ہم کیسا معاملہ کر رہے ہیں۔

اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟

ایک حدیث سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے۔ یہ جو لوگ ہوتے ہیں ناں چاہے وہ

طالبات میں سے ہوں، طلباء میں سے ہوں، عوام میں سے ہوں، یا مریدین میں سے ہوں۔ کوئی بھی ہوں۔ جن کی تنہائیاں پاکیزہ نہیں ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی اس بات کو سن لیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بڑے بڑے اعمال لے کر آئیں گے پہاڑوں جتنے، لیکن کچھ نہیں ملے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ڈر گئے۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ ہمیں بتایئے تاکہ ان اعمال سے ہم اپنے آپ کو بچائیں، ہم ٹھیک نہ کر رہے ہوں اور ہمیں اس کا معلوم نہ ہو۔ فرمایا:

أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوهَا. (سنن ابن ماجہ: رقم 4245)

ترجمہ: ”جان لو کہ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمہاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے“۔

یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کے ساتھ تو طالبِ علم ہوں گے، لوگوں کے سامنے تو یہ دین کی طالبہ ہوگی، لیکن جب اس کو تنہائی میں وقت ملے گا، فرصت ملے گی تو یہ موبائل فون پر گانا سن رہی ہوگی، ویڈیو دیکھ رہی ہوگی، کوئی اللہ کی نافرمانی کا کام کر رہی ہوگی۔ سارے اعمال، سب پڑھنا پڑھانا ضائع ہو جائے گا۔ بہت بچنے کی ضرورت ہے۔ یہ موبائل فون صحیح استعمال نہ کرنے کی صورت میں ہیل فون ہے۔ اگر اسے ٹھیک استعمال نہ کیا تو یہ جہنم میں لے جانے والا فون ہے۔ اس کے استعمال میں بہت احتیاط چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ تین باتیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائیں۔ جو ان تین باتوں پر عمل کرے گا، فرمایا کہ جو فضیلت آلِ داوٗد کو ملی تھی وہ اس اُمتی کو بھی مل جائے گی۔ کون سی

تین باتیں؟ 1 رضا اور غضب، دشمنی ہو یا کسی سے دوستی ہو، دونوں حالتوں میں انصاف قائم رکھنا، انصاف کو نہ چھوڑنا۔ 2 غنا ہو یا فقر، امیری ہو یا غریبی، دونوں حالتوں میں درمیانی چال چلنا۔ 3 خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

کمالِ شکر

بہرحال شکر کا مطلوب و مقصود اس بات سے مل گیا۔ نبی کریم ﷺ کی اس بات سے شکر کا مقصود و مطلوب حاصل ہو گیا کہ صرف زبان سے الحمد للہ کہنا، یا اللہ! تیرا شکر ہے کہنا صرف اتنا مراد نہیں ہے، اتنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ پورا مفہوم کیا ہے؟ شکر کے مفہوم میں تین باتیں ہیں: ایک تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف ہو کہ یہ نعمت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ یہ تین باتیں مل کر کامل شکر بنتا ہے۔ ایک زبان سے شکر ادا کرنا اور جاننا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ نعمت ملی ہے۔ اس کا احساس پیدا ہو جائے۔ دوسرا اللہ کی نعمت کو اللہ کے دین کے لیے لگانا، دین کے مطابق استعمال کرنا۔ تیسری بات اس نعمت کو غلط جگہ استعمال نہ کرنا، گناہ نہ کرنا تب جا کے یہ شکر پورا ہوا کرتا ہے۔

شکر گزار کیسے بنیں؟

نبی کریم ﷺ نے ٹیسٹنگ کا ایک طریقہ بھی بتا دیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں یا نہیں۔ یہ کیسے پتا چلے گا؟ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو بہترین جزائے خیر ہماری طرف سے عطا فرمائے کہ ایک ایک بات کو سمجھا گئے۔ لیکن ہم امام گوگل کے پیچھے چلنے والے ہیں، اس لیے ہمیں ان باتوں کا پتا نہیں۔ حضور پاک ﷺ نے طریقہ بتا دیا ہے، ہمیں اس طریقے کو اپنے

اندر چیک کرنا ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ نہیں کرتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ. (سنن الترمذي: رقم1955)

ترجمہ: ''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا''۔

مطلب یہ کہ جو لوگوں کے اِحسانات کا، لوگوں کے دیے ہوئے تحفوں کا، اور ان کی مدد کا شکر ادا کرے گا وہی اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا کر سکتا ہے۔

ہمارا المیہ

اب یہاں انسان پھنستا ہے۔ ساس نے کوئی اچھا کام کر دیا تو بہو کی زبان سے اپنی ساس کے لیے جزاک اللہ خیرا نہیں نکلے گا۔ اسی طرح بہو کی اچھائی پر ساس شکریہ نہیں ادا کرے گی۔ چھوٹے بھائی نے اچھا کام کر دیا تو بڑے بھائی کی زبان سے جزاک اللہ خیرا نہیں نکلے گا۔ یہ تو ہم نے سیکھا ہی نہیں۔ ہم نے سیکھنا ہے ایک دوسرے کی مدد کرنا، خیال کرنا، کوئی ہمارا خیال کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا۔ یہ سیکھنا ضروری ہے۔ جو لوگوں کا شکریہ ادا کرے گا، لوگوں کا شکر گزار رہے گا، وہی اللہ کا شکر گزار بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ جی! ہمیں ٹیچر پڑھاتی ہیں، ساری محنتیں کرتی ہیں، ٹائم دیتی ہیں لیکن ہم نے تو کبھی ٹیچر سے نہیں کہا کہ آپ نے محنت سے پڑھایا، آج بڑا اچھا پڑھایا، جزاک اللہ خیراً، اللہ آپ کو خوش رکھے۔ ہم جب لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتے۔ کل قیامت کے دن شکوے ہوں گے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی بات ہے۔ اب لوگوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

لوگوں کا شکر کیسے ادا کریں؟

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے ساتھ بھلائی کی گئی، اس نے بھلائی کرنے والے سے کہا: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ تحقیق اِس نے اُس بھلائی کرنے والے کی تعریف میں انتہا کر دی۔

(سنن ترمذی: رقم 2035)

ہمارے بعض ساتھی کہتے تو ہیں جزاک اللہ، مگر پورے کلمات ادا نہیں کرتے۔ بھئی! جزاک اللہ کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اللہ تجھے بدلہ دے، اچھا دے یا برا دے، یہاں چھپ ہو گئے۔ اس لیے جب جزاک اللہ کے ساتھ خیراً کہا تو مطلب یہ ہوا کہ اچھا بدلہ دے۔ اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ہم پورے مسنون کلمات ادا کریں۔

دوسرا طریقہ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کا یہ ہے کہ بھلائی کرنے والے کا ذکر اس کی پیٹ پیچھے اچھے انداز میں کیا جائے گویا اس نے بھی شکریہ ادا کر دیا۔ بھئی! اگر انسان کسی عالم کے پاس گیا، رابطہ کیا، مسئلہ پوچھا اور اس کو ہدایت مل گئی اور یہ طریقہ پر آ گیا، اب یہ پیٹھ پیچھے اس کا ذکرِ خیر کرے۔ مجھے یہ مسئلہ درپیش تھا، میں وہاں گیا، انہوں نے میری رہنمائی کی اور میرے لیے آسانی ہو گئی۔ خیر کے ساتھ ذکر کرنے سے شکر ادا ہو جائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے کسی چیز سے نوازا گیا، لینے والے کو چاہیے کہ وہ بھی اس کا اچھا بدلہ دے، اگر اس کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کی تعریف کر دے۔ اس لیے کہ جس نے تعریف کی اس نے شکر ادا کیا، اور جس نے تعریف نہ کی (دوسرے کی بھلائی کو چھپایا) اس نے ناشکری کی۔

(سنن ترمذی: رقم 2034)

ہمیں کسی نے کوئی چیز دی، ہم اس کا اچھا خیر کے ساتھ ذکر کریں کسی کے یہاں۔ یہ تو شکر ادا کرنا ہے۔ اور اگر ہمیں دوسرے کی طرف سے کوئی تحفہ ملا اور ہم چپ ہیں، ہماری زبان تنگ ہوگئی، اس کے لیے کھلتی ہی نہیں، تو یہ ناشکری ہے۔ یہی سکھایا گیا کہ مخلوق کا بھی شکر ادا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی جو مسبّبُ الاسباب ہے۔

والدین کا شکر گزار بننا

اسی طرح قرآن مجید میں والدین کا بھی شکریہ ادا کرنے کے لیے فرمایا گیا:

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ (لقمٰن:14)

ترجمہ: ''تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا (بھی شکر ادا کرو)۔''

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ نے دونوں کو ایک ہی جملے میں لیا۔ یعنی جو والدین کا شکر گزار نہیں ہوتا، اُن کے احسان کو اِحسان نہیں سمجھتا، یہ شخص کبھی خدا کا شکر گزار ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے دونوں کا شکر گزار ہونے کی ضرورت ہے۔

نعمتوں میں ترقی

نعمتوں میں ترقی کیسے ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ بنیادی بات فرماتے ہیں:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (ابراھیم:7)

ترجمہ: ''اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا''۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا برکت ہے، اور زیادتیِ نعمت (نعمت کو بڑھانے) کا ذریعہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو لقمہ لیتا ہے اور اللہ کی تعریف اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور گھونٹ پانی پیتا ہے اور اللہ کی تعریف اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2734)

جس شخص کو نعمتوں پر شکر کی توفیق مل گئی، کبھی اس کی نعمتیں کم نہیں ہوں گی۔ یہ کس نے بتایا؟ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے۔ قرآن بھی یہی کہہ رہا ہے، نبی بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ ہم اللہ ربّ العزّت کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ یہ آیتیں اس کی دلیل ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراهيم:7)

ترجمہ: ''اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا''۔

وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ (آل عمران:144)

ترجمہ: ''اور جو شکر گزار بندے ہیں، اللہ اُن کو ثواب دیں گے''۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت بندوں کو نوازتے رہتے ہیں جب تک بندہ شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت نعمتوں کو کم نہیں کرتے۔ لیکن جب بندہ ناشکری پہ آجائے تو اللہ ربّ العزّت بجائے اضافۂ نعمت کے، اسے تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ظاہر میں کچھ بھی نظر آ رہا ہو کہ بی ایم ڈبلیو میں آ رہا ہے، جھنڈے والی گاڑی میں آ رہا ہے، لیکن اگر ناشکری کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عجیب عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ شکر گزار بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

تین بہترین صفات

تین صفات کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ تین صفات ایسی ہیں جن کے اندر یہ تین باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ تین انعامات اُن پر کریں گے۔ انعامات سنیں کون کون سے ہیں۔ فرمایا:

ثلاثة من كن فيه آواه الله في كنفه، وستر عليه برحمته ، وأدخله في محبته.

1. اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

2 اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی ستاری فرمائیں گے۔ اس کے عیبوں کو، برائیوں کو، گناہوں کو چھپائیں گے۔

3 اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبت عطا فرمائیں گے۔

ہم میں سے کسے یہ تینوں نعمتیں چاہیے؟ پھر اسے تین کام کرنے پڑیں گے۔ تین خوبیاں کون سی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ملے گی۔ چور، ڈاکو، کسی چیز کا، نفس وشیطان کا مسئلہ ہی کوئی نہیں رہا۔ جو اللہ کی حفاظت میں آ گیا موج ہو گئی اس کی۔ دوسری خوبی یا نعمت ہماری کمی کوتاہیاں، غلطیاں غیب میں ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیں گے، چھپا دیں گے کسی کو نظر ہی نہیں آئیں گی۔ اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبت عطا فرمائیں گے۔ تینوں کتنی بڑی بڑی نعمتیں ہیں، عظیم دولتیں ہیں۔ یہ دنیا سے بڑھ کر نعمتیں ہیں۔ لیکن یہ ملیں گی کس کو؟ جو تین کام کرے گا، اسے یہ تین نعمتیں ملیں گی۔

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی پوچھا تھا:

ماھنّ یا رسول اللہ؟

وہ تین کام اور تین نعمتیں کونسی ہیں اے اللہ کے رسول! آپ بتلا دیجیے۔

جنابِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1 مَنْ إِذَا أُعْطِيَ شَكَرَ. جب کسی کو کوئی نعمت ملے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

2 وَإِذَا قَدَرَ غَفَرَ. جب کسی کو انتقام لینے پر قدرت مل جائے، دوسرے سے اپنا بدلہ لینے کا موقع مل جائے اور اب یہ انتقام نہ لے، معاف کر دے۔

3 وَإِذَا غَضِبَ فَتَرَ. جب غصہ آ جائے تو اس کو ختم کرے اور غصے کے تقاضے پر غیر شرعی عمل نہ کرے۔ (المستدرك للحاكم: رقم 397)

کسی نے اگر تھپڑ مارا ہے 80 کلومیٹر کی رفتار سے، تو یہ تھپڑ نہ مارے۔ مارنا بھی ہو تو 70 سے نیچے ہی رہے۔ اگر اس نے 90 سے مارا ہے تو یا تو چھوڑ دے، یا اس سے نیچے رہے۔ اگر کسی نے دس باتیں سنائی ہیں، اس نے بیس باتیں سنا دیں تو یہ ظالم ہو گیا۔ کیوں کہ قرآن کریم میں ہے کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو ایک درجہ میں لے سکتے ہو جتنا تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ اور فرمایا کہ معاف کر دو گے تو بہترین بات ہو گی۔ یہاں یہی کہا جا رہا ہے کہ جب غصہ آجائے تو پی جائے، انسان غصہ کے تقاضے پر عمل ہی نہ کرے۔

خلاصۂ کلام کیا ہوا کہ تین کام کرنے پر تین بڑی نعمتیں ملیں گی: (۱) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ (۲) انتقام کی قدرت اور طاقت کے باوجود معاف کر دے۔ اس میں ایک اور بھی بہت بڑی پیاری بات ہے۔ بھئی! قیامت کے دن ہمارے اوپر قدرت کس کو ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کو ہو گی۔ آج بھی اللہ ہی کو ہے، اور قیامت کے دن بھی اسی کو ہو گی۔ کامل قدرت صرف ایک اللہ ہی کو ہے۔ جب دنیا میں ہم اپنی قدرت کے موقع پر دوسرے کو معاف کریں گے۔ یاد رکھیں! قیامت کے دن جب اللہ کو ہم پر قدرت ہو گی، ہم گناہوں کی وجہ سے ڈوبے ہوئے ہوں گے، تکلیف میں ہوں گے، اللہ اپنی رحمت سے ہمیں بھی معاف کرے گا۔ اگر چاہتے ہیں قیامت کے دن معافی مل جائے تو دنیا میں لوگوں کو معاف کرنا ہو گا۔ سب کو معاف کر دیں، دل کو کھلا اور صاف کریں۔ مزے ہی مزے ہیں، کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔

دنیا و آخرت کی بھلائیاں

ایک حدیث میں ہے کہ جس آدمی کو چار نعمتیں مل جائیں وہ دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں لے گیا، سب کچھ اسے مل گیا۔ وہ چار نعمتیں کون سی ہیں؟

1. شکر گزار دل
2. ذکر کرنے والی زبان
3. مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (یعنی تکلیف آجائے تو برداشت کرے)
4. ایسی بیوی جو نفس اور مال پر خیانت کرنے سے محفوظ ہو۔

(مجمع الزوائد: رقم 7437)

جس کو یہ چار نعمتیں مل گئیں اسے دنیا کی ساری نعمتیں مل گئیں۔ اسے بہترین نعمتوں سے نواز دیا گیا۔ نفس اور مال کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ مال سے مراد یہ ہے کہ وہ خاوند کے مال کو ضائع نہ ہونے دے، صحیح موقع پر خرچ کرے، اور صحیح طریقے سے استعمال کرے۔ اور نفس کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ نامحرم شخص کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ ہاں! شکر ادا کرنے سے اللہ ربّ العزّت نعمتوں کو بڑھا دیا کرتے ہیں۔

کنز العمال میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ربّ العزّت جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتے ہیں تو اس کی عمر میں زیادتی فرماتے ہیں اور اس کو شکر کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ شکر کی توفیق اللہ کے خاص انعامات میں سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ کریم اللہ سے مانگیں کہ وہ ہمیں شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے آمین۔

نعمتِ شکر کا حصول

یہ شکر ملے گا کیسے؟ یہ بھی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بندہ اللہ ربّ العزّت کی نعمت کی قدر کرنا چاہے (یعنی شکر کرنا چاہے) تو اپنے سے کمزور کو دیکھے، اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھے۔

یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم سے نعمت کی ناقدری نہ ہو۔ (صحیح مسلم: رقم 2963)

یہ اُصول بتا دیا کہ دین کے معاملے میں ہم اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں کہ بھئی! میں تو تہجد نہیں پڑھتا وہ تو تہجد بھی پڑھتا ہے۔ میرے پردہ کرنے میں کمی ہے، برقع میں نے نہیں پہنا۔ چہرہ پورا نہیں ڈھانپا۔ میں کبھی کرتی ہوں اور کبھی نہیں کرتی، لیکن وہ تو ہر وقت کرتی ہے۔ وہ مکس گیدرنگ میں تو جاتی ہی نہیں، اگر کسی شادی میں جانا بھی پڑ جائے رشتہ داروں میں، اور وہاں ویٹر کا آنا جانا ہو، کسی مرد کا گزرنا ہو تو یہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتی، ہمہ وقت پردے میں رہتی ہے۔ یہ مجھ سے آگے ہے۔ مجھے دین کے معاملے میں اس کو دیکھنا ہے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنا ہے۔ جب ہم اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں گے ہمیں قدر آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضامندی کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

حصہ دوم

شکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سورۃ سبا:13)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

اللہ ربّ العزّت نے جس حال میں ہمیں رکھا ہوا ہے، ہم میں سے ہر بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ شکر میں تین باتیں ہمیشہ یاد رکھیں کہ 1 نعمت اللہ کی طرف سے ہے،

اس لیے شکر ادا کریں۔ 2 جہاں اللہ ربّ العزّت نے استعمال کا حکم دیا ہے وہاں استعمال کریں، جہاں منع کیا ہے وہاں سے بچیں۔ 3 تقویٰ کی زندگی اختیار کریں، اللہ تعالیٰ زندگی میں برکتیں عطا فرمائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث۔ بہت امیر آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے امیروں کے ساتھ بھی وقت گزارا اور غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بھی وقت گزارا۔ کہتے ہیں کہ میں جب تک امیروں میں اُٹھتا بیٹھتا رہا، کبھی شکر کی توفیق نہیں ملی۔ ہر وقت یہ لگا رہتا تھا کہ یہ بھی مجھے مل جائے، وہ بھی مجھے مل جائے، اس کے پاس یہ بھی ہے تو میرے پاس بھی ہو، اس کے پاس وہ بھی ہے تو میرے پاس بھی ہو۔ میں اسی میں لگا رہا۔ اور جب میں نے غریبوں کے پاس جانا اور اُن کے پاس اُٹھنا بیٹھنا شروع کیا تو وہاں تو وہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا جو میرے پاس میرے گھر میں تھا۔ میں یہ دیکھ کر پھر اپنے گھر آ کر شکر ادا کرتا تھا کہ یا اللہ! تُو نے مجھے یہ بھی دیا، تُو نے مجھے وہ بھی دیا۔

شکر کی نعمت کیسے ملے گی؟

دنیا کے معاملے میں ہم اپنے سے نیچے والوں کو دیکھیں تو کبھی پریشانی نہیں ہوگی، اور دین کے معاملے میں ہم اپنے سے اوپر والوں کو دیکھیں۔ اب ہوتا یہ ہے کہ ہم دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، وہ جنت میں جائے گا تو میں بھی چلا جاؤں گا۔ اس قسم کی باتیں مناسب نہیں ہیں۔ دین کے معاملے میں نیچے والے کو دیکھتے ہیں تو عمل سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، اور اوپر والے کو دیکھتے ہیں تو عمل میں آگے بڑھنے کی لگن پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کے معاملے میں اگر ہم اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں گے تو جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں، اس پر کبھی شکر ادا نہیں کریں گے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔اب اس پر ایک دو واقعات بھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے نبی تھے۔ بڑے پیارے کلیم اللہ تھے۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو جنت میں لے جائے۔ وہاں ان حضرات سے ملاقاتیں بھی ہوں گی، مجلسیں بھی ہوں گی، زیارت بھی ہوگی۔ جب ہم ان کے طریقوں پر چلیں گے اور دین پر محنت کریں گے، پھر ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک دفعہ راستے میں دو بندے مل گئے۔ ایک نے کہا کہ اے موسیٰ! آپ اللہ کے پیارے بندے ہیں۔ اللہ سے بات چیت ہوتی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کو جا کر میرا پیغام دیں کہ میرے پاس اتنی نعمتیں ہیں کہ کم ہی نہیں ہوتیں۔ آپ اللہ پاک سے کہیں کہ مجھے نعمتیں دینا بند کر دیں، بہت ہے میرے پاس، پریشان ہو گیا ہوں، سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے، آتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اب ہم نے تو ایسا بندہ کبھی زندگی میں نہیں دیکھا ہوگا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مل گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے کہہ دیں کہ مجھے اور نہیں چاہیے، اب بہت ہو گیا، بہت مال آ گیا ہے۔ اتنے میں آگے گئے تو ایک اور آدمی ملا۔ اس نے کہا کہ اے موسیٰ! آپ کی اللہ تعالیٰ سے بات ہوگی میرے پلّے تو کچھ بھی نہیں ہے، بس یہ لنگی سی ہے، اور کیا ہے میرے پاس۔ آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ مجھے کچھ دے دیں۔

میں آپ کے سامنے واقعہ کا مفہوم عرض کر رہا ہوں۔ دونوں میں سے پہلے کس سے

ملے، یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ خیر! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں بندوں کا پیغام اللہ تک پہنچا دیا۔ واپس آئے تو اللہ رب العزت نے پہلے شخص کو پیغام دیا جو امیر آدمی تھا۔ اس کو کہا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم آج سے میری ناشکری شروع کر دو تو نعمتیں خود بہ خود کم ہو جائیں گی، لیکن جب تک تم شکر ادا کرتے رہو گے، ہمارا قانون ہی نہیں ہے نعمتوں کو روک دینا۔ ہمارے قانون تبدیل نہیں ہوتے ہیں، البتہ تم ناشکری شروع کر دو تو خود بہ خود رُک جائے گا۔ اس نے کہا کہ اے موسیٰ! میں کیسے اللہ پاک کی ناشکری شروع کر دوں۔ اتنا میرے پاس ہے۔ اتنا اللہ مجھے دے رہا ہے تو میں ناشکری کر ہی نہیں سکتا۔ کس بات پہ ناشکری کروں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اللہ کا قانون یہ ہے کہ تیری نعمتیں نہیں کم ہو سکتیں۔ تو شکر گزار بندوں میں رہتا ہے۔ نعمتیں شکر کی رسی سے بندھی ہوئی ہیں۔ آپ شکر ادا کریں تو معاملہ خود ہی باہر نکل گیا۔ اب دوسرا بندہ جس کے پاس صرف لنگی سی تھی، چادر وغیرہ کوئی باندھی ہوئی تھی۔ اس سے کہا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میرا شکر ادا کرو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ہے ہی کیا جس پر میں شکر ادا کروں؟ کہتے ہیں کہ جو اس کے پاس لنگی یا چادر تھی وہ بھی اُتر گئی، اور وہ اپنے آپ کو ریت میں چھپانے لگ گیا۔

یاد رکھنے کی بات ہے کہ ناشکری سے نعمتیں چلی جاتی ہیں۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا حال آپ کے سامنے آیا۔ جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی جب شکر ادا کرے گا، دل سے ادا کرے گا تو کیسے اس کا مال کم ہوگا؟ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اللہ کا قانون ہی نہیں ہے۔

اب دو واقعات اور سنیے۔ بڑے عجیب ہیں۔ ایک موجودہ زمانے کا واقعہ اور ایک سینکڑوں سال پرانا واقعہ ہے۔ دونوں تقریباً ملتے جلتے ایک جیسے واقعات ہیں۔

بوڑھے شخص کا عمل

ایک استاذ الحدیث نے یہ واقعہ سنایا۔ ایک آدمی ریگستان میں جا رہا تھا تو ایک ویرانے میں اسے ایک خیمہ نظر آیا۔ یہ آدمی بڑا حیران ہوا کہ یہاں خیمہ؟ باہر کوئی نظر نہیں آیا اور نہ کسی کی آواز سنائی دی تو یہ اندر چلا گیا۔ جب یہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا معذور شخص ہے۔ اس کے پاؤں بھی نہیں ہیں، اور شاید اندھا بھی ہے۔ بس یونہی پڑا ہوا تھا۔ یہ اس کے قریب ہوا تو سنا کہ وہ بوڑھا معذور اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ الحمدللہ! اللہ تیرا شکر ہے۔ پاؤں سے معذور بھی ہے، اور آنکھوں سے نابینا بھی مگر اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ یہ آدمی اور حیران ہوا کہ کس بات پر شکر ادا کر رہا ہے؟ اس نے پوچھا کہ بابا! کس بات پہ شکر ادا کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ دیکھ! اللہ نے ایمان تو عطا کیا ہوا ہے۔ زبان سے تو کلمہ طیبہ جاری کر دیا۔ میں روز کلمہ پڑھتا ہوں، درود پاک پڑھتا ہوں، اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ابھی ایمان تو ہے اور جان تو ہے کہ ذکر کر رہا ہوں۔ اعمال میرے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہوئی ہیں۔

یہ شخص اس بابا کے شکر پر بڑا حیران ہو گیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ آپ کا خیال کون کرتا ہے؟ آپ یہاں اکیلے ہیں اور چل بھی نہیں سکتے۔ کہا کہ میرا ایک نوجوان بیٹا ہے وہ میرا خیال کرتا ہے۔ اب کچھ وقت گزرا آدھا دن یا ایک دن وہ میرے پاس نہیں آیا، اب میں اس کے انتظار میں ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا باباجی! میں جا کر چیک کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر یہ شخص باباجی کے بیٹے کی تلاش میں نکلا۔ تھوڑی ہی دور اسے ایک انسانی لاش مل گئی جس سے پتا چل گیا کہ کسی جانور یا درندے نے اسے مار دیا ہے۔ اس نے خیال کر لیا کہ یہی اُن کا بیٹا ہوگا۔ اب یہ پریشان ہوا کہ اس بوڑھے باپ کو جا کر کیسے

بتائے کہ وہ جوان جو تیری زندگی کا دنیاوی اعتبار سے آخری اور واحد سہارا تھا، وہ بھی چلا گیا۔ سوچنے لگا کہ کس منہ سے جا کر بتاؤں؟ کیا اظہار کروں؟ آخر اسی سوچ میں، پریشانی کے عالم میں خیمے میں داخل ہوا اور پھر ہمت کر کے بابا جی کو بتا دیا کہ آپ کا بیٹا اس دنیا سے چلا گیا ہے، اس کی لاش ملی ہے۔ یہ کہہ کر سوچنے لگا کہ اب بابا اس پر خوب روئیں گے تو یہ دلاسہ دے گا وغیرہ۔ توقعات کے برخلاف بابا جی کہنے لگے کہ الحمدللہ! اس نے پوچھا کہ بابا! اب کس بات پر شکر ادا کر رہے ہو؟ اب یہ سمجھنے والی بات ہے۔ کہنے لگے کہ میں اس بات پر شکر ادا کر رہا ہوں کہ وہ بہترین حالت میں اللہ سے جاملا۔ راتوں کو تہجد پڑھنے والا تھا، دن میں عبادت کرنے والا، روزے رکھنے والا تھا۔ متقی تھا، اور والد کی خدمت کر کے دعائیں لینے والا تھا۔ وہ تو بہترین حالت میں دنیا سے گیا ہے۔ بری حالت میں بھی جا سکتا تھا، لیکن وہ بہترین حالت میں گیا ہے۔ بھائیو! شکر ادا کرنے والے تو ایسے بھی شکر ادا کرتے ہیں۔ ہمارا حال کیا ہے؟ ہم خود جانتے ہیں۔

ایبٹ آباد کے بوڑھے کا عمل

آج شیخ الحدیث حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے بات ہوئی۔ صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم کے بیٹے ہیں۔ بہت متقی اور جید عالم ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ کہنے لگے کہ ایک دفعہ ایبٹ آباد جانا ہوا۔ وہاں اُن کے ایک شاگرد رہتے تھے۔ اس شاگرد نے کہا کہ حضرت! میرے گھر چلیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے معذرت کی کہ ابھی ہم نے نہیں جانا۔ شاگرد نے تھوڑا اصرار سے کہا کہ دور نہیں، بس اس پہاڑ کے پیچھے ہے۔ مولانا فرمانے لگے کہ وہ پہاڑ کے پیچھے نہ جانے ہمیں کہاں کہاں سے لے گیا۔ بس گاڑی چلتی ہی چلی گئی، پھر کہیں جا کر اس کا گھر آ ہی گیا۔

رات دیر ہوگئی تو طے ہوا کہ یہیں رُکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اُن کے والد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دونوں ہاتھ نہیں، دونوں ٹانگیں نہیں، ناف سے لے کر نیچے تک کا سارا حصہ مفلوج، ہلنے جلنے کے قابل نہیں، اپنا کوئی کام خود نہیں کر سکتے ,لیکن اُن کی ایک عادت نے ہمیں حیران ہونے پر مجبور کر دیا۔ دو چار منٹ نہیں گزرتے تھے کہ زبان سے ہلکی سی آواز آتی تھی: اللہ! تیرا شکر ہے۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ الحمدللہ تیرا شکر ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں رات گزاری۔ جتنی دیر بھی ہم اُن کے ساتھ بیٹھے رہے گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ۔ بس ہر دو منٹ بعد اللہ کا شکر ادا کرتے۔

مولانا عتیق الرحمن صاحب دامت برکاتہم فرمارہے تھے کہ آخر ہم نے اُن سے پوچھا کہ بھئی! کیا بات ہے، کس بات پر شکر ادا کر رہے ہیں؟ آپ کو کیا ہوا؟ اس پر اُن بزرگ نے چند ایمان افروز باتیں کیں جس سے ہمارا ایمان بڑھ گیا۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا اور اس ایکسیڈنٹ میں جسم مفلوج ہوگیا تھا۔ اتنے بڑے حادثے میں اللہ تعالیٰ نے جان بچا لی، ایمان سلامت ہے، زبان سلامت ہے تو شکر ادا کرتا ہوں، اللہ سے دعائیں تو مانگ سکتا ہوں۔ اگر مر جاتا تو کہانی ختم ہو جاتی تھی۔ میرے بیٹے، میرے گھر والے آکر مجھ سے مل لیتے ہیں۔ میں انہیں دیکھ لیتا ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ یہ مجھ سے ملتے ہیں، میری خدمت کرتے ہیں۔ ایک نظام چل رہا ہے ناں، بند تو نہیں ہوگیا۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

اللہ کی نعمتوں سے غافل نہ ہوں

اب دیکھیں کہ وہ معذور آدمی کن کن نعمتوں کا خیال کر کے شکر ادا کر رہا ہے۔ یہ آج کی بات ہے۔ ہمارے اسی زمانے کی بات ہے۔ شکر ادا کرنے والے تو ایسی ایسی باتوں

پہ بھی شکر ادا کرتے ہیں۔ ذرا اب ہم بھی اپنے اوپر غور کر لیں۔ ہمارے پاس کتنے مواقع ہیں شکر ادا کرنے کے۔ یقین کر لیں کہ جس حال میں بھی اللہ نے ہمیں رکھا ہوا ہے، ہم چاہیں ناں کہ فلاں بندہ ہمیں اپنے سے بہتر لگ رہا ہے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے حال میں تبدیل کر دے۔ یقین کر لیں کہ ہم تین دن نہیں گزار سکتے اس کے حال میں۔ اللہ نے جس کو جس حال میں رکھا ہے وہ اس کے لیے بہترین ہے۔

شکر ادا کرنے کے مواقع

ہمارے پاس شکر ادا کرنے کے لیے کون سے مواقع ہیں؟ غور کریں۔ اللہ ربّ العزّت نے کیا ہمیں ایمان عطا نہیں فرمایا؟ بے شک اللہ ربّ العزّت نے اپنی رحمت سے ہمیں ایمان عطا فرمایا۔ جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اس دن دنیا میں مچھر، مکھی، کتا، کوئی بندر، کوئی بلا، کوئی گدھا، کوئی جانور بھی تو پیدا ہوا ہوگا۔ دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں جانور نہیں بنا دیا۔ اگر جانور بنا دیتا تو کوئی ڈگڈگی لے کر پھر رہا ہوتا اور ہم آگے آگے ناچ رہے ہوتے۔ ہمیں انسان کس نے بنایا؟ اللہ ربّ العزّت نے۔ پھر غور کریں! جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اس دن کوئی کافر بھی تو پیدا ہوا ہوگا، کوئی ہندو، کوئی عیسائی، کوئی یہودی، یا کوئی اور کافر پیدا تو ہوا ہوگا، صرف مسلمان تو اس دن پیدا نہیں ہوئے ہوں گے۔ اللہ کی کتنی رحمت اور محبت کی نظر پڑی ہوگی کہ ہمیں مسلمان گھرانے میں بھیج دیا۔ بتائیے کہ یہ کوئی چھوٹی بات ہے؟ ہمیں اللہ کے لیے ایمان کے ساتھ جینا ہوگا۔ ایمان والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ پھر غور کریں کہ اللہ نے انسان بھی بنایا، ایمان بھی عطا کر دیا، تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُمت میں پیدا فرما دیتے۔ اللہ کی کتنی محبت کی

نگاہ پڑی ہوگی کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمت میں پیدا فرمادیا۔ کتنی بڑی بات ہے!

تنگ نظری کا مسئلہ

اصل میں مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری نظروں سے موت اور موت کے بعد کی زندگی ختم ہوگئی۔ وہ زندگی ہمیں نظر نہیں آتی تو اس کی سوچ بھی ختم ہوگئی۔ آج کی نئی روشنی نے ہمیں صرف روٹی، کپڑا اور مکان لینا بنانا سکھا دیا ہے۔ دنیا، دنیا اور دنیا۔ اس سے آگے نظریں جاتی نہیں ہیں۔ ہم نبوّت کی روشنی کو بھول گئے۔ پھر خصوصاً ختمِ نبوّت کی وہ روشنی جس نے ہماری دنیا کو بھی روشن کر دیا، ہمارے گھروں کو بھی روشن کر دیا، ہماری قبروں کو بھی روشن کر دیا، اور قیامت کے اندھیرے میں بھی روشنی عطا کی۔ سب کچھ ہمیں سمجھایا۔ ہمیں نبوّت کی روشنی سے دیکھنا سکھا دیا۔ مسئلہ یہی ہے کہ ہم صرف نئی تہذیب اور نئی روشنی کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس نئی روشنی کے چکر میں ہم قبر کے اندھیروں کو بھی بھول گئے۔ جب ہم اپنی قبر اور حشر کے اندھیروں کو یاد کر کے اپنی زندگی گزاریں گے تو اِن شاء اللہ کوئی مسئلے والی بات نہیں ہے۔ چوں کہ ہم اس نئی تہذیب، نئی روشنی کو بھلا سمجھتے ہیں۔ آج بچہ امتحان میں اگر 98 فیصد مارکس لے کر آئے، تو بعض دفعہ ماں غصہ کر دیتی ہے، دو اور کیوں نہیں لیے؟ ہم اتنا تیرے پہ خرچ کرتے ہیں، اتنی تجھ پہ محنت کرتے ہیں۔ اس پہ شکر نہیں ہے کہ اس نے 98 نمبر لے لیے۔ وہ جو نہیں لیے اس پہ لڑائی ہے۔ ہم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا سیکھیں، اللہ سے مدد مانگیں، اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ فرمائیں گے اِن شاء اللہ۔

ایمان کے دو حصے

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے

انس! ایمان کے دو حصے ہیں: ایک حصہ شکر ہے، اور دوسرا حصہ صبر ہے۔
(مسند شہاب: رقم 150)

شکر کے ساتھ ہم اپنے ایمان کو مزیّن کریں، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کیسے آتی ہیں۔ اب یہ ملے گا کیسے؟ یہ دعاؤں سے بھی ملے گا اور ہمت بھی کرنی پڑے گی، پھر اللہ تعالیٰ آسانی کا معاملہ فرما دیں گے۔ جب ہم اپنے اِرد گرد ایسے لوگوں کو دیکھنا شروع کریں جو دنیاوی ساز وسامان کے اعتبار سے ہم سے نیچے ہیں تو یقیناً شکر آتا چلا جائے گا۔ لوگ ایسے ایسے حالات بتاتے ہیں کہ وہ کتنی تکلیفوں میں ہیں۔

پلکیں، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت

حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک دفعہ یہ واقعہ سنایا۔ ایک صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس میں اُن کی پلکیں ضائع ہو گئیں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کو ہر تھوڑی دیر بعد پلکوں میں پانی چھڑکنا پڑے گا۔ کیوں؟ ڈاکٹر نے کہا کہ ہوا میں مٹی کے اتنے باریک ذرّات ہوتے ہیں جو نظر تو نہیں آتے، لیکن آپ اگر فرنیچر صاف کریں یا گاڑی کی اِسکرین صاف کریں تو گھنٹے دو گھنٹے بعد مٹی دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ ہوا کے ذریعہ سے مٹی یا دھول اُڑتی ہے جو بظاہر ایسے دکھائی نہیں دیتی، لیکن کسی چیز پر جمتے جمتے تھوڑی دیر بعد نظر آجاتی ہے۔ اسی طرح بہت باریک ذرّات دھول مٹی کے ہماری آنکھوں پر جاتے ہیں۔ جب پلکیں بند ہوتی ہیں تو گاڑی کے وائپر کی مانند آنکھوں کی اسکرین کو صاف کر دیتی ہیں۔ ہوا کے اندر جتنی بھی ڈسٹ ہوتی ہے یہ پلکیں اسے صاف کر دیتی ہیں۔ یہ اللہ کریم کا آٹو میٹک نظام ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ چوں کہ اب آپ کا یہ نظام خراب ہو چکا ہے، یہ پلکیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب آپ نے ہر تھوڑی دیر بعد ان پر

پانی ڈالنا ہے تاکہ یہ صاف رہیں۔ اب جناب! انہوں نے پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ ایک دو مہینہ تو ڈال لیا، لیکن ایک دو مہینے میں یہ جگہ اتنی سینسٹیو ہوگئی کہ جب وہ پانی ڈالتے تو ایسا لگتا جیسے تیزاب ڈال رہے ہوں۔ تکلیف کے عالم میں پریشان ہو کر پھر ڈاکٹر کے پاس گئے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ جی! ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔

ہم سوچیں کہ یہ پلکیں ہم دن میں کتنی مرتبہ بند کرتے ہیں اور کھولتے ہیں؟ ہم جتنا مرضی زور لگا کر بھی اسے گن نہیں سکتے۔ کبھی اس کا ہم نے شکر ادا کیا ہے؟ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ ہر ہر چیز اپنی جگہ مکمل ہے۔ اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ جی! ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی ہے ایسا جو دس لاکھ کی ایک آنکھ دینا چاہتا ہو؟ دونوں آنکھیں بیس لاکھ کی دے دے۔ کوئی بھی نہیں دے گا۔ کسی بھی قیمت پر نہیں دے گا۔ ہر ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی بہترین ہمارے پاس موجود ہے تو اسے شریعت وسنت کے مطابق استعمال کریں۔

کھلنے والا وال، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت

حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ امریکہ کے سفر میں ایک صاحب کے گھر میں رہائش تھی جو ڈاکٹر ہیں۔ رات کے وقت سب لوگوں کے لیے الگ بستر، مگر ڈاکٹر صاحب کے لیے نہیں۔ پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ کے لیے بستر کیوں نہیں؟ کہنے لگے کہ جی حضرت! میں لیٹ کر سونے کی نعمت سے محروم ہوں۔ بھئی! کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ میرا وال لیک کر گیا ہے۔ بھئی! کیا مطلب وال لیک کر گیا ہے؟ کہنے لگے کہ جب انسان کھانا کھاتا ہے تو غذا کی نالی کھل جاتی ہے، اس پر ایک وال ہے جو کھل جاتا ہے اور کھانا اندر چلا جاتا ہے۔ جیسے ہی کھانا چلا جاتا ہے تو

آٹومیٹک وہ وال بند ہو جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اگر انسان لیٹ جائے، رکوع میں چلا جائے، سجدے میں چلا جائے تو وہ باہر نہیں آتا۔ منہ میں ڈالا، وال کھلا اور کھانا اندر اور آٹومیٹک بند ہوگیا۔ آپ سجدہ کریں وہ وال بند ہے، کھانا باہر نہیں آسکتا۔ کہا کہ میرا وہ وال لیک کر گیا ہے۔ میں کھانا کھاتا ہوں، اندر چلا جاتا ہے۔ اگر میں لیٹ جاؤں یا سجدہ کروں تو چوں کہ وال بند ہے تو واپس بھی آجاتا ہے۔ اللہ اکبر کبیراً!

یہ کون سی نعمت ہے؟ اس کا ہمیں پتا بھی کوئی نہیں۔ تو ہمارے اپنے جسم کے اندر اتنی نعمتیں ہیں جو ہم شمار نہیں کر سکتے۔ خود اللہ ربّ العزّت قرآنِ کریم میں دو جگہ سورۂ نحل اور سورۂ ابراہیم میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم میری ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہو جو میں نے تمہیں دی ہیں تو تم شمار بھی نہیں کر سکتے۔

شکایت دور کریں

آج ہم میں سے جسے بھی شکایت ہے کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔ وہ برائے مہربانی دو پرچے، یا دو کاغذ لے لیں الگ الگ۔ ایک پر اُن نعمتوں کو لکھنا شروع کریں جو ہمارے پاس ہیں، اور دوسرے پر وہ چیزیں لکھیں جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ جو نہیں ہے والا پرچہ تو ایک گھنٹے میں یا زیادہ سے زیادہ ایک دن میں بھر جائے گا۔ اور جو دوسرا والا پرچہ ہے ناں، اسے آپ بھرتے چلے جائیں گے لیکن یہ نہیں بھرتا۔ دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ اتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ پھر طریقہ بھی بتا دیا کہ دیکھو! اگر کوئی نعمت جتنی دی تو اس میں ہماری حکمت ہے، جس کو دی ہے وہ بھی آزمائش میں ہے۔ جس کو نہیں دی وہ بھی آزمائش میں ہے کہ اصل معاملہ تو آخرت کا ہے۔ جس کے پاس مال زیادہ ہے اس کو بھی موت آنی ہے، اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو بھی

موت آنی ہے۔ قبر میں تو جا کر کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہاں کا امیر کون ہے، اور یہاں کا غریب کون۔ فیصلے تو جنت کے قیامت کے دن ہونے ہیں۔ اگر ہمارے سامنے آخرت ہو، قبر ہو، موت کا خوف ہو تو پھر پریشانی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہم شکر ادا کریں، اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں گے۔ شکر ادا کرنے کے لیے دعائیں بھی سکھائی گئی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کی تھی۔ قرآن مجید میں سورۂ نمل میں اللہ ربّ العزّت نے اس دعا کو ذکر فرمایا ہے۔ وہ کونسی دعا ہے؟

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (النمل:19)

ترجمہ: ''میرے پروردگار! مجھے اس بات کا پابند بنا دیجیے کہ میں اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، اور وہ نیک عمل کروں جو آپ کو پسند ہو، اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالیجیے''۔

اس دعا کو یاد کریں اور پڑھیں۔ ایک دعا نبی کریم ﷺ نے بھی بتائی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی دعا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ فرض نماز کے بعد اس دعا کو ہمیشہ پڑھتے رہنا، اسے کبھی نہ چھوڑنا:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ. (سنن أبي داود: رقم 1522)

ترجمہ: اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں آپ کا ذکر اور شکر اور اچھی عبادت کرنے والا بن جاؤں۔

شکر کی نعمت بھی دعاؤں سے ملے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگنا شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبأ:13)

ترجمہ: ''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہوں''۔

اللہ ربّ العزّت ہمیں شکر کرنے والوں میں شامل فرمائے اور ناشکری سے محفوظ فرمائے۔ اپنی نعمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حصہ اول

والدین کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ

اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ﴿۲۳﴾

(سورۃ الإسراء:23)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

انسانی حقوق

انسان جب دنیا میں آتا ہے تو جن لوگوں کے ساتھ اسے رہنا ہے ان تمام کے حقوق

کا خیال رکھنا اس کے ذمہ آجاتا ہے۔ جن جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے سب کے حقوق اس پر لاگو ہو جاتے ہیں۔ لیکن بات سمجھنے کی ہے کہ ان میں درجات کا فرق ہے۔ مثلاً ایک انسان کہیں سفر کا ارادہ کرتا ہے، اس کے لیے وہ ایک بس میں ایک محدود وقت تقریباً چار، پانچ گھنٹے کم وبیش بیٹھتا ہے۔ جو ساتھ مسافر ہے اس کا بھی ایک حق ہے۔ اگر چہ وہ تھوڑے وقت کا پڑوسی ہے، لیکن بہر حال اس کا حق ہے۔ پھر جن کے ساتھ سارا دن رابطہ ہوتا ہے ان کا ایک الگ حق ہے۔ یہ جو گھر والے ہوتے ہیں، زندگی بھر کا ساتھ ہے ان کے ساتھ، ان کا ایک الگ حق ہے۔ حقوق کی ایک لمبی فہرست ہے اور ایک سلسلہ ہے۔ اسی میں سے ایک حق والدین کا بھی ہے جو بہت اہم اور جنت اور جہنم کا فیصلہ کر دینے والا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں والدین کی کیا اہمیت بتائی گئی؟ اس کے بارے میں چند احادیث ذکر کی جائیں گی۔ سب سے پہلی حدیث صحیح بخاری کی ہے۔

پسندیدہ عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے محبوب! اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال کون سے ہیں؟ یعنی عنداللہ پسندیدہ ترین عمل کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو کیا محبوب ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو کیا محبوب ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہ تین باتیں ارشاد فرمائیں جو میں نے ان سے پوچھی تھیں، اگر میں مزید پوچھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بھی فرماتے (لیکن میں نے مزید نہیں پوچھا)۔ (صحیح بخاری: رقم 527)

تین باتیں اس حدیث شریف میں ارشاد فرمائیں جن میں سے ایک ہے وقتِ مقرر پر نماز پڑھنا یعنی نماز قضا نہ ہو۔ جیسے فجر کی نماز فجر کے وقت میں، اور ہر نماز اسی وقت میں جس میں وہ فرض ہوئی۔ دوسرا بہترین عمل ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ خیر خواہی کرنا، والدین کی خدمت کرنا اس کا درجہ حج اور جہاد سے بھی بعض دفعہ بڑھ جایا کرتا ہے۔ اور تیسری افضلیت جہاد فی سبیل اللہ کی فرمائی۔

حضرت جاہمہ سُلَمی رضی اللہ عنہ

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، میں اس سلسلے میں آپ کے پاس مشورے کے لیے حاضر ہوا ہوں (کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں؟)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ عرض کیا کہ بالکل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو لازم پکڑلو (یعنی ان کی خدمت کو لازم پکڑلو) اس لیے کہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔

(صحیح بخاری: رقم 3104)

خوشخبری اور عمر میں برکت

سعد بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت معاذ بن اَنس جُہنی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والدین کی خدمت کی اسے مبارک ہو، اللہ ربّ العزّت اس کی عمر میں زیادتی عطا فرمائیں۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 7339)

جو والدین کی خدمت کرتا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اسے مبارک باد بھی مل رہی ہے، اور عمر میں برکت کی دعا بھی مل رہی ہے سبحان اللہ۔

دوسری حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جسے یہ بات خوش کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر زیادہ کرے، اور اس کے رزق میں اضافہ کرے، اسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد: رقم13538)

جو والدین کا حق ادا کرے گا اور گھر والوں کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو بھی بڑھائیں گے اور رزق کو بھی بڑھائیں گے۔ جو لوگ والدین کی خدمت کرنے والے ہیں، آپ غور کر لیجیے! وہ اپنے کسب میں یعنی مال کی کمائی میں پریشان نظر نہیں آئیں گے۔ جہاں مرضی دیکھ لیجیے۔ یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ اپنے والدین کو اُن کی زندگی میں تکلیف پہنچاتے ہیں، اَذیت پہنچاتے ہیں، اُن کے لیے آخرت کی سزائیں تو الگ ہیں، لیکن دنیا کے اندر مال کی تنگی میں وہ ضرور مبتلا ہوتے ہیں۔ اور جو والدین کو خوش رکھتے ہیں، اُن کی خدمت کرتے ہیں اُن کا مال کم نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جو پکا اور سچا ہے۔

حسنِ سلوک کی برکت

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صفہ چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں نے رات کو ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ میری اُمت کے ایک شخص کے پاس ملک الموت آئے روح نکالنے کے لیے، لیکن والدین کے ساتھ حسنِ سلوک آگے آگیا تو حسنِ سلوک کو دیکھ کر ملک الموت واپس چلے گئے۔ (کتاب الروح لابن القیم: 82/1)

یعنی کچھ مہلت کے لیے واپس چلے گئے۔ موت تو آنی ہے ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا

کسی کے لیے بھی نہیں، سب نے ہی ایک دن جانا ہے۔ لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ زندگی میں، رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں۔

جنت کا درمیانی دروازہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر چاہو تو اسے ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔
(سنن ترمذی: رقم 1900)

جنت کا درمیانی دروازہ ان کے لیے ہے جو والدین کی خدمت کرتے ہیں۔ بس جو والدین کی خدمت کرے گا اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور جو والدین کو ستائے گا، تنگ کرے گا اس کے لیے وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اگر انسان فرائض اور واجبات پورے کرتا ہے اور والدین کی خدمت بھی کرتا ہے تو اعلیٰ علیین میں جائے گا۔

حضرت جی دامت برکاتہم کی دعا

آپ نے حضرت جی حفظہ اللہ کی دعاؤں میں سنا ہوگا۔ حضرت جی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: یا اللہ! ہمارے مرحومین کی مغفرت فرمادے۔ اور پھر اس کے بعد حضرت دعا یوں مانگتے ہیں: یا اللہ! جن کی آپ مغفرت فرما چکے ہیں ان کو اعلیٰ علیین میں شامل فرما دیجیے۔ یہ بہت بڑا مقام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ایمان کے بعد والدین کی خدمت سے یہ مقام عطا فرما دے، اس کے تو مزے ہی مزے ہیں۔

جنت یا جہنم کے دروازے کھلنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص

صبح اس حال میں کرتا ہے کہ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہوتا ہے، ان کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلتے ہیں، اگر والدین میں سے ایک زندہ ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جو اس حال میں صبح کرتا ہے کہ والدین کے معاملے میں اللہ کا نافرمان ہوتا ہے تو اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلتے ہیں، اگر والدین میں سے ایک زندہ ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ والدین اس پر ظلم کرنے والے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ والدین اس پر ظلم کرنے والے ہوں، اگرچہ والدین اس پر ظلم کرنے والے ہوں، اگرچہ والدین اس پر ظلم کرنے والے ہوں۔ (شعب الایمان للبیہقی: 306/10)

والدین کی اطاعت سے جنت کے دروازے آدمی کے لیے کھلتے ہیں، اور والدین کی نافرمانی سے جہنم کے دروازے کھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اختیار دیا ہوا ہے، اب یہ آدمی کی مرضی ہے کہ کسے اختیار کرتا ہے۔ اگر والدین کی جانب سے کوئی تکلیف یا ناانصافی کا معاملہ پیش بھی آجائے تب بھی وہ والدین ہی رہتے ہیں اور کسی بھی صورت میں حقِ خدمت سے محروم نہیں ہوتے۔ چاہے گھریلو معاملات ہوں، بیوی بچوں کے معاملات ہوں، کوئی بھی معاملات ہوں، والدین کے مرتبہ کا لحاظ رکھا جائے۔

مسلم شریف میں ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو جائے، اس کی ناک خاک آلود ہو جائے، اس کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کس کی ناک خاک آلود ہو جائے؟ فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کو، یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر اس نے جنت حاصل نہ کی۔ (صحیح مسلم: رقم 2551)

ایک مشہور روایت ''فضائل رمضان'' میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے وجہ پوچھی تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تین شخصوں کے لیے بددعا کی تھی، میں نے اس پر آمین کہی۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے کہ جو والدین میں سے دونوں کو، یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمایا: وہ شخص تباہ ہو جائے۔ (البر والصلۃ لابن الجوزی: رقم 77)

آخر عمر میں والدین کو خدمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اور مال کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس وقت ان کی طبیعت میں تحمل مزاجی کم ہو جاتی ہے اور چڑ چڑا پن پیدا ہونے لگتا ہے۔ دوسری طرف اولاد کی اپنی ذمہ داریاں بڑھ رہی ہوتی ہیں، ان کے اپنے کام بڑھ جاتے ہیں۔ تو اس وقت تحمل کے ساتھ اللہ کو راضی کرنے کے لیے خدمت کے جذبے کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرنا۔ اللہ مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کی خوشی میں رب کی رضامندی

ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے مجھے راضی کریں۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسان فامولہ اپنے بندوں کو دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: والد کی

خوشی میں اللہ کی خوشی ہے، اور والد کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

(سننِ ترمذی: رقم 1821)

اَب راضی تو رَب راضی۔ (اَب باپ کو کہتے ہیں) رب راضی تو سب راضی۔ سارا کام ہی آسان ہو جائے گا ان شاء اللہ!

رب کی ناراضگی میں والدین کی رضا جائز نہیں

یہاں ایک بات سمجھنے والی ہے۔ والد کی، والدہ کی، یا والدین کی جب ناراضگی کا ذکر آتا ہے، اس سے مراد وہ ناراضگی ہے جو شریعت کے دائرے میں ہو۔ اگر کوئی والد یا والدہ یا دونوں گناہ کا کہیں، اللہ کے کسی حکم کو توڑنے کا کہیں، پھر ان کی اطاعت بیٹے پر واجب نہیں ہوتی۔ ہمیں والدین کی خدمت کا حکم کس نے دیا؟ یہ ذمہ داری کون دے رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ میری نافرمانی کرو اُن کی فرمانبرداری کرتے کرتے۔ والدین کی فرمانبرداری کرنی ہے، ہر لحاظ سے کرنی ہے، لیکن اگر کبھی خدانخواستہ وہ کہیں کہ ٹی۔ وی لا کر دو، یا کوئی اور گناہ کی بات کرنے کا کہیں، کسی بھی نافرمانی کا، قطع رحمی کا کہیں تو اُن کی بات نہیں مانی جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ حقِ خدمت سے محروم نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہر چیز کو الگ الگ سمجھنے سے بات پوری سمجھ میں آتی ہے۔ آگے اِن شاء اللہ روایات آ رہی ہیں تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔

نگاہیں کہاں استعمال کریں؟

اللہ تعالیٰ نے جو آنکھیں اپنے بندوں کو عطا کی ہیں، اس کا بھی ایک مقصد ہے۔ یہ بے مقصد نہیں دی گئی ہیں کہ جہاں چاہیں مرضی نگاہیں ڈالو۔ بعض اشخاص اور مقامات ایسے ہیں جن کو محبت کی نظر سے دیکھنے سے اَجر ملتا ہے، اور بعض اشخاص اور مقامات ایسے

ہیں جن کی طرف نظر کرنے سے نظریں گندی ہوجاتی ہیں۔

1 والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے پر ثواب ہے۔

2 بیت اللہ شریف کو دیکھنے کا ثواب ہے۔

3 آبِ زمزم کو دیکھنے کا ثواب ہے۔

4 عالمِ حق کو، اہل اللہ کو دیکھنے کا ثواب ہے مردوں اور محرم مستورات کے لیے، نہ کہ غیر محرم مستورات کے لیے۔ جو غیر محرم مستورات ہیں وہ عالم اور شیخ کو دیکھنے کی فکر میں نہ پڑیں۔ وہ کسی عالمہ کو دیکھ لیں، اِن شاء اللہ انہیں اَجر مل جائے گا۔ شیخ بھی نامحرم ہوتا ہے، اس لیے اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کریں۔

ایک اور بھی ثواب ہے دیکھنے کا وہ کونسا؟ کہ جب خاوند اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھے، بیوی خاوند کو مسکرا کر دیکھے اللہ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ملے گی ان شاء اللہ العزیز۔ نامحرم کو دیکھیں گے تو پٹائی ہوگی اور بیوی کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائیں گے۔

والدین کے حقوق

ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! والدین کے حقوق کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے (سادہ سا جواب دے دیا گویا کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا، کوزہ بھی کچھ بڑا ہوگا، سمندر بھی کچھ چھوٹا ہوگا، سات سمندروں کو آپ ﷺ نے کوزے میں بندر کر دیا، سادہ سی بات بتائی) فرمایا: وہ تمہارے لیے جنت ہیں یا جہنم۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 3660)

جو آدمی اس کو سوچ لے تو بہت ساری باتیں خود اندر ہی سے اَخذ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ ہمیں چاہیے معافی مانگتے رہیں، جب تک موت نہیں آتی، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہم توبہ کرتے رہیں اللہ تعالیٰ معافی عطا کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ لیکن اگر انسان توبہ نہ کرے تو بعض گناہ ایسے ہیں کہ جن کی سزا قیامت کے دن تک مؤخر کر دی جاتی ہے۔ ڈیفر کر دیا جاتا ہے کہ چلو! دیکھیں گے۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان کی سزا ہے ہی، لیکن دنیا کے اندر بھی اس کی سزا کاٹے بغیر بندہ مر نہیں سکتا۔ یہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ ایسے کونسے گناہ ہیں؟ دل کے کانوں سے سنیے گا۔

والدین کی نافرمانی پر نقد سزا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ ربّ العزّت جس گناہ پر چاہتے ہیں اس کی سزا قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی اور ناراضگی کی سزا دنیا میں مرنے سے پہلے پہلے دے دیتے ہیں۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 7345)

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں مثلاً نماز میں کبھی کمی کوتاہی ہوگئی، ہونی نہیں چاہیے، لیکن اگر کمی کوتاہی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا کو آخرت تک مؤخر کر دیتے ہیں، چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن والدین کے حقوق کے اندر کوتاہی اور ان کی ناراضگی کی سزا موت سے پہلے ملتی ہے، اور ایسا شخص دنیا میں تکلیف اٹھا کے جائے گا۔ اس کے بیشمار واقعات ہیں جو ہم سب کے علم میں ہوں گے۔ اور اکثر کیا ہوتا ہے جو والدین کا نافرمان، اس کی اولاد اس کی نافرمان۔ یہ ادلے کا بدلہ تو چلتا ہے، اور یہی چلا آرہا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے، اور اس کی ہدایات بڑی

خوبصورت ہیں اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔

والدین کے ساتھ مزاح رکھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں مزاح بھی کرتا ہوں، لیکن اس دوران بھی میں سچی بات ہی کہتا ہوں۔

(معجم صغیر للطبرانی: رقم 3623)

بھئی! دن میں آدمی کی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں۔ نمازیں پڑھنی ہیں، دینی امور انجام دینے ہیں، کوئی ملازمت کر رہا ہے، کوئی دکانداری کر رہا ہے۔ بہت سارے امور ہوتے ہیں۔ لیکن رات کا موقع بہرحال ایک ایسا موقع ہے کہ جب انسان والدین کے پاس بیٹھے، بچوں کے پاس بیٹھے، اور ہنسنے ہنسانے کی گفتگو ہو، خوش طبعی کی باتیں ہوں۔ لیکن یہ سب چیزیں جھوٹ پر مبنی قصے کہانیاں نہ ہوں، حقائق پر مبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کے بیشمار واقعات ہیں، ہم سیرت کی کتابوں سے ان کا مطالعہ کر کے، سمجھ کر، فہم و فراست سے بات کریں۔ جب رات کے وقت موقع ہو چاہے 15، 20 منٹ، آدھا گھنٹہ جتنا بھی جس کے پاس وقت ہو تو وہ اپنے بڑوں کے ساتھ، والدین کے ساتھ وقت گزارے۔ یہ (Communication) آپس کے (Gape) کو ختم کرتا ہے۔

گھر والوں کو وقت دیں

آج کل تو اس موبائل فون نے کام ہی خراب کر دیا۔ بتایئے! یہ چھوٹے بچے کہاں سے سیکھیں گے؟ اور کیا سیکھیں گے؟ چند روز پہلے مدینہ طیبہ سے ایک صاحب اپنے چھوٹے بچوں کی تربیت کے لیے مشورہ کر رہے تھے۔ بڑے فکر مند تھے۔ پھر ایک عجیب بات انہوں نے کہی۔ کہنے لگے کہ پاکستان میں جب ہم چھوٹے تھے تو اپنے بڑوں کے ساتھ رہتے تھے، اور

ہمارے بڑے بھی اپنے بڑوں کے ساتھ رہتے تھے، ہم دیکھ لیا کرتے تھے اور سیکھ لیا کرتے تھے۔ اب ان بچوں کو کیسے سکھائیں؟ کسی کے پاس وقت ہی نہیں رہا۔ بچے کب پاس بیٹھیں گے اور ہم بچوں کے ساتھ کب بیٹھیں گے؟ ہر ایک کی اپنی اپنی مصروفیت ہے۔ اب ہم نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ دیکھتے ہیں تو ہمیں کیا ملتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ، اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ان سے مزاح اور دل لگی بھی کیا کرتے تھے۔ بڑی دلچسپ اور بہترین باتیں ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے میں تو کہتا ہوں، اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ رات کو گھر والوں کے ساتھ بیٹھیں، موبائل کو تھوڑا سا سائیڈ پر کر دیں۔ جن کے والدین حیات ہیں تو وہ موبائل کو دور کر کے ہی بیٹھ سکتے ہیں، یہ ہاتھ میں ہو تو ہتھکڑی کی مانند ہے۔ اور ہتھکڑی ہوتی ہے مجرموں کے لیے۔ اور یہ واٹس اَپ تو بڑے وسوسے پھیلاتا ہے۔

جنت میں تلاوت کی آواز

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، میں نے وہاں قرآن شریف پڑھنے والے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا: (آپ ﷺ کے صحابی) حارثہ بن نعمان، نیکی ایسی ہوتی ہے، نیکی ایسی ہوتی ہے۔ آگے فرمایا (یہ جملہ یا راوی کا ہے، یا حدیث شریف کا حصہ ہے، دونوں احتمالات ہیں): وہ اپنی والدہ کے بڑے خدمت گزار تھے۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 4926، باب البر والصلۃ)

اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے اُن کو یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی تلاوت جنت میں سنی۔

مگر والدین کا نافرمان نہ ہو

حضرت عمرو بن مرّہ جُہَنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضرِ خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اور میں پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، ماہِ رمضان کے روزے رکھتا ہوں (آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ان اعمال پر جما رہے، وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء کے ساتھ اس طرح ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنی دو انگلیوں کو آپس میں ملا لیا۔ پھر فرمایا: مگر والدین کا نافرمان نہ ہو۔ (مسند احمد: رقم 24299)

جو انسان اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے، جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے، پانچ وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھے، زکوٰۃ اگر فرض ہو تو اس کی مکمل ادائیگی کرے، رمضان کے پورے روزوں رکھے۔ تب بھی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، اور شہداء کے ساتھ پہنچنے میں ایک بات رہ جاتی ہے۔ وہ کیا؟ وہ یہ کہ ایسے نیک آدمی نے والدین کی نافرمانی نہ کی ہو، تب وہ انبیاء وغیرہ کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ والدین کی نافرمانی انسان کو اس کے مقامِ اعلیٰ سے روک دیتی ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے، صرف مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اب جسے اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کا اعزاز دیا ہو، اور اسے کسی معاملے پر غصہ آئے، یہ عجیب سا لگتا ہے۔ ایک آدمی ہوتا ہی غصہ والا ہے،

اس کا غصے میں آجانا بدیہی بات ہے کہ وہ ہے ہی ایسا۔ لیکن جو بڑا ہی نرم مزاج اور ملنسار ہو، وہ غصے میں آجائے تو بندہ سوچتا ہے کہ بھئی! اس کو کیا ہوا؟ غزوۂ اُحد کے موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مشرکین کو بد دعا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور نہیں کیا اور فرمایا: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 5812)

طائف کے موقع پر پتھر مارے گئے، جسم مبارک لہولہان ہوگیا، نعلین مبارک خون سے بھر گئے، زمین کانپ اٹھی، آسمان کانپ اٹھا، طائف کے پہاڑ کانپ اٹھے، پہاڑوں پر مامور فرشتے آگئے اور عرض کیا کہ ہمیں حکم دیں ہم اس بستی کو ملیا میٹ کردیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آیندہ نسلوں میں ایسے افراد کو پیدا کرے گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح بخاری: رقم 3059)

لیکن بعض گناہ ایسے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ وہ کتنے بڑے گناہ ہوں گے۔ ایسے سات گناہ ہیں جن کے کرنے والے پر قرآن و حدیث میں لعنت کی گئی ہے، اُن میں سے ایک گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔ والدین کا نافرمان ملعون ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔

والدین سے قطع تعلقی اور صلہ رحمی کرنے والا کا اُجر

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا: والدین سے قطع تعلقی رکھنے والے سے کہہ دیا جاتا ہے تم جو چاہے کرو میں (اللہ) تمہاری مغفرت نہیں کروں گا۔ اور جو والدین کا خدمت گزار ہوتا ہے، انہیں خوش کرنے والا ہوتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ تم جو چاہے کرو

میں (اللہ) تمہاری مغفرت کروں گا۔ (حلیہ ابی نعیم:215/10)

حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ ان پر اپنا مال خرچ کرو، جس میں گناہ نہ ہو اور جو خلافِ شرع باتیں نہ ہوں اس میں ان کی فرمانبرداری کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی صورت میں جائز نہیں۔ یعنی خلافِ شرع امور میں ان کی فرمانبرداری نہ کرو، اس کے علاوہ معاملات میں فرمانبرداری کرو۔

گناہوں کا کفارہ

والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ ہے، اور اس کی برکت سے انسان کے بڑے بڑے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اتنے بڑے گناہ جس کے بارے میں انسان حیران ہو رہا ہوتا ہے کہ کیسے معاف ہوگا؟ ایسے گناہ بھی والدین کی خدمت کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے کچھ بہت بڑے گناہ کا صدور ہو گیا ہے، کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں، کیا معاف ہو جائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تمہاری خالہ زندہ ہیں؟ کہا: ہاں! خالہ ہیں۔ فرمایا کہ پھر خالہ کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرو۔ (سنن ترمذی: رقم 1904)

یعنی اگر سائل کی والدہ ہوتی تو روایت سے ہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ والدہ کی خدمت کا حکم دیا جاتا، اور یہ خدمت گناہوں کا کفارہ بن جاتی، لیکن جب اس کی والدہ زندہ نہیں تھیں تو فرمایا کہ خالہ کی خدمت کرو اور اپنے گناہ کی معافی اللہ سے چاہو۔

غیر مسلم والدین کی خدمت

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں۔ والد دونوں کے ایک ہیں، لیکن والدہ الگ ہیں۔ بہرحال حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ جو مسلمان نہیں ہوئی تھیں، مدینہ طیبہ آئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی سے قبولِ اسلام کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آچکی تھیں۔ ان کی والدہ پریشان حال تھیں، مدد کی طلبگار تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کروں؟ ان کی خدمت کروں جبکہ وہ مشرکہ ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! ان کی خدمت کرو۔ (صحیح بخاری: رقم 5634)

دنیا کے اندر تو اولاد کے پاس یہی حل ہے کہ خدمت، خدمت۔ اور دوسری کوئی بات ہی نہیں چاہے والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

اگلی بات کہ کس کا حق مقدم ہے؟ جان لیجیے کہ ماں کا حق والد پر مقدم ہے۔

والدہ کا حق والد پر مقدم ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق میرے والدین میں سے کون ہے؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے والد۔ (صحیح بخاری: رقم 5971، صحیح مسلم: رقم 2548)

والدہ کا حق زیادہ ہے کہ حمل کی تکلیف کو برداشت کیا، ابتدائی چند سال جو والدہ کی خدمت ہوتی ہے اس کا لحاظ رکھا گیا۔ اسی وجہ سے علامہ صنعانی، ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہم فرماتے

ہیں کہ ماں کو باپ کی بنسبت تین حق زیادہ حاصل ہیں، کیوں کہ اس کے جو تین اہم کام ہیں، وہ باپ کو حاصل نہیں:

1. نو مہینے بچے کو پیٹ میں رکھنا
2. بچہ جننے کی تکلیف
3. بچے کو دودھ پلانا۔

والدہ کی ناراضگی کی سزا

ایک صحابی کی موت کا وقت آ گیا۔ اسے کلمہ کی تلقین کی جارہی ہے، لیکن وہ کلمہ نہیں پڑھ پا رہے۔ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ اے اللہ کے نبی! فلاں صحابی کے ساتھ یہ معاملہ ہے۔ نبی کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ حالت دیکھی تو پوچھا کہ کیا اس کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ والدہ حیات ہیں۔ چناں چہ والدہ کو بلایا گیا۔ اس سے کہا: کیا تم اس سے ناراض ہو؟ عرض کیا کہ اس نے میرے ساتھ تکلیف کا معاملہ کیا، غم پہنچائے۔ فرمایا: اس کو معاف کردو۔ کہا: نہیں، میں نہیں معاف کرتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اچھا! لکڑیاں لے کر آؤ، اس کو جلا دو۔ عرض کیا کہ اللہ کے نبی! کیا آپ اسے جلائیں گے؟ فرمایا: ہاں، تم معاف جو نہیں کرتی۔ اسے اللہ نے بھی جلانا ہے، تیرے سامنے بھی تجھے ذرا جلا کر دکھا دوں۔ (آپ ﷺ نے طریقہ ایسا اختیار کیا کہ وہ معاف کردے) آخر اس نے کہا کہ اچھا اللہ کے نبی! میں معاف کرتی ہوں۔ ادھر ماں نے معاف کیا، ادھر ان کی زبان سے کلمہ نکلا اور دنیا سے تشریف لے گئے۔ (شعب الایمان للبیہقی: 197/6)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ بات ہوسکتی ہے تو میں اور آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حصہ دوم

والدین کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا ط (سورۃ الاسراء:23)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○
وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

جنت سے محروم لوگ

والدین سے قطع تعلق کرنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ نظرِ رحمت کریں گے، اور نہ وہ جنت میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین طرح کے اشخاص پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے:

1 والدین کا نافرمان 2 زیب و زینت میں مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت 3 دیّوث یعنی جسے اپنے اہلِ خانہ کی فحش اور قبیح حرکات پر غیرت نہیں آتی۔

اور تین طرح کے اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے:

1 والدین کا نافرمان 2 شراب کا عادی 3 احسان کر کے جتلانے والا۔

(سنن نسائی: رقم 2562)

پہلی بات جو عرض کرنی ہے وہ اس حدیث شریف میں والدین کی نافرمانی سے متعلق ہے۔ والدین کا نافرمان رب کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا اور جنت میں جانے سے محروم رہے گا۔ والدین کے حقوق میں کوتاہی کرنے والا، انہیں ستانے والا، انہیں تنگ کرنے والا کیسے سکون رہ سکتا ہے۔ ایسا شخص تو دنیا میں بھی خوش نہیں رہتا، پھر قیامت تو ہے ہی بدلہ کا دن۔ جب اسے اس کی نافرمانی کا بدلہ ملے گا تو وہ کوئی انعام نہیں ہوگا، بلکہ سزا ہوگی۔ اس لیے والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے۔

دوسری بات ہے احسان کر کے جتلانا۔ کسی نے کسی کی ضرورت کے وقت اس کا کام کردیا اور پھر گاہے بہ گاہے جتلانے لگا۔ اب یہ جتلانا چاہے والدین کے ساتھ کیوں نہ ہو، بیوی ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو، بھائی ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو، خواہ کوئی بھی ہو احسانات کو جتلانا یہ نیکی کو خراب کرنے والی بات ہے۔ ایسا مرد یا ایسی عورت جنت میں نہیں جا سکے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ چار آدمیوں کو نہ جنت میں داخل کرے، اور نہ اپنی نعمتوں کا مزا انہیں چکھائے:

1 شراب کا عادی 2 سود خور 3 یتیم کا مال ناحق کھانے والا 4 والدین سے قطع تعلق کرنے والا۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 2197)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور

چار قسم کے آدمی اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1 اللہ ربّ العزّت کی لعنت ہو اس پر جو اپنے والدین کو بُرا بھلا کہے، یا ماں باپ کو گالیاں دے۔

2 اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے۔

3 اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو کسی مبتدع (خلافِ شریعت دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والے) کو پناہ دے، اس کی حفاظت کرے، اس کے عمل سے راضی ہو۔

4 اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو زمین کے نشانات مٹائے (تا کہ دوسرے کی ملکیت کا پتا نہ چلے)۔ (صحیح مسلم: رقم 1978)

بے سود نیکی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین اعمال ایسے ہیں کہ کوئی نیکی اس کے ساتھ فائدہ نہیں دیتی۔ (اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک، دو یا تین ہمارے پاس ہوئے اور ساتھ نیکی بھی کرتے رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا)

1 شرک باللہ 2 والدین کی نافرمانی 3 میدانِ جنگ سے فرار ہو جانا۔

(معجم کبیر للطبرانی: رقم 1420)

اکبر الکبائر

ایک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، اور ایک کبیرہ گناہ ہوتے ہیں، اور ایک اکبر الکبائر ہوتے ہیں۔ جو کبیرہ میں سے بھی بڑے بڑے گناہ ہیں، ان کی فہرست میں بڑے تین گناہ ہیں۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اکبر الکبائر گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اکبر الکبائر تین گناہ ہیں:

1 شرک باللہ 2 والدین کی نافرمانی 3 جھوٹی قسم کھانا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ یہ بات ارشاد فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ جب یہ بات ارشاد فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک چھوڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار یہی بات ارشاد فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی کیفیت کو دیکھ کر ہم دل میں کہنے لگے) کاش! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم 87)

انفاق علی الوالدین

والدین پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی مانند ہے۔ اور بیوی بچوں پہ خرچ کرنا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مانند ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے ایک ایسے شخص کا گزر ہوا جو بہت دبلا پتلا، کمزور تھا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کہ کاش! یہ اللہ ربّ العزّت کے راستے میں چلنے کی وجہ سے اتنا دبلا پتلا ہوا ہوتا تو کیا ہی بات تھی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا جہاں شہادت ملتی ہو وہی اللہ کا راستہ ہے؟ ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے محنت کرتا ہو تو اس لیے دبلا پتلا ہو، تو یہ بھی اللہ کے راستے میں ہے۔ اور اگر یہ اپنے بوڑھے والدین کے لیے محنت کرتا ہے، کماتا ہے، اُن کا خیال رکھتا ہے، اس وجہ سے دبلا پتلا ہو گیا ہے، تو یہ بھی اللہ کے راستے میں ہے۔ اور اگر یہ اپنی ذات کے لیے محنت کرتا ہے تاکہ کسی کے سامنے اپنے لیے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں، کسی کی محتاجگی سے بچنے

کے لیے، تو یہ بھی اللہ کے راستے میں ہے۔ اور اگر یہ ریاکاری اور تفاخر کے طور پر کماتا ہے تو یہ شیطان کے راستے میں ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب: رقم 1692)

اس موقع پر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھول کر بتا دیا کہ صرف جہاد ہی نہیں، باقی چیزیں بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔ اگر وہ فرائض کی پابندی کر رہا ہے اور شریعت کے اندر رہتے ہوئے محنت مزدوری کر رہا ہے تو یہ سب کسب جائز ہے اور یہ شخص اللہ پاک کے راستے میں ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

اس دنیا میں آدمی جیسا کرتا ہے، ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ محاورہ مشہور ہے ''جیسی کرنی ویسی بھرنی''۔ یہ محاورہ بڑوں سے چلا آ رہا ہے، اور پکی بات ہے۔ شریعت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ایک حدیث شریف اگرچہ سنداً کمزور ہے، لیکن بہت ہی قابلِ توجہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1 ''لوگوں کی عورتوں سے پاکیزہ رہو، تمہاری عورتیں پاکیزہ رہیں گی''۔

جب ہماری نگاہ کسی پہ اُٹھتی ہے تو اس کے بدلے میں کسی اور کی نگاہ ہمارے کسی محرم رشتے پر بھی اُٹھتی ہے۔ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے، کوئی کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے تو اس کا بدلہ ہمارے محرم رشتہ داروں میں سے کسی کو دینا پڑتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عُفُّوْا تَعُفُّ نِسَاؤُكُمْ فِي الْمَحْرَمِ   وَتَجَنَّبُوْا مَا لَا يَلِيْقُ بِمُسْلِمِ

إِنَّ الزِّنَا دَيْنٌ فَإِنْ أَقْرَضْتَهُ   كَانَ الْوَفَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ فَاعْلَمِ

ترجمہ: ''لوگوں کی عورتوں سے پاکیزہ رہو، تمہاری محرم عورتیں پاکیزہ رہیں گی۔ اور ان چیزوں سے اجتناب کرو (بچو) جو ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ یقیناً زنا ایک

قرض ہے، اگر تم نے یہ قرض لیا تو یاد رکھنا کہ اس کی ادائیگی تمہیں گھر والے کریں گے"۔

یعنی اتنا مبالغہ اس کے لیے کیا جا رہا ہے۔ پس اگر ہم اپنے گھر کے ماحول کو درست رکھنا چاہتے ہیں تو اپنی نگاہوں کو پاک رکھیں۔ اور میں عرض کروں کہ جس چیزوں کو سامنے دیکھنا جائز نہیں اس کو موبائل، انٹرنیٹ اور اسکرین پر دیکھنا بھی جائز نہیں۔ اگر کسی عورت کو سامنے دیکھنا منع ہے تو پھر اس کو اسکرین پہ دیکھنا بھی منع ہے۔ اس معاملہ میں احتیاط رکھیں۔

2 "اپنے والدین کی خدمت کرو، تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی"۔

یہ نبی کریم ﷺ کی بات ہے۔ ہماری آنکھ کا دیکھا تو غلط ہو سکتا ہے لیکن جنابِ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا جملہ غلط نہیں ہو سکتا۔ والدین کی خدمت کرو، تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ کاروباری زبان میں آپ اس کو یہ سمجھیں کہ ریٹ اچھا ملے گا۔

3 "تمہارا بھائی تمہارے پاس معذرت کرنے آئے تو قبول کرو چاہے وہ حق پر ہے، چاہے وہ ناحق ہے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو کل حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ آنا"۔

(مستدرکِ حاکم: 154/4)

یہ جملہ بھی بہت سخت جملہ ہے۔ کتنی مرتبہ بیوی معافی مانگ رہی ہوتی ہے، لیکن کیا ہم اسے معاف کرتے ہیں۔ جب تک اس کے پورے خاندان کی ناک نہ رگڑائیں، کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ اور رحمۃ للعالمین ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرا اُمتی تم سے معافی مانگے چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر ہو، وہ جب معافی مانگنے آ گیا اور تم نے اسے معاف نہ کیا تو کل قیامت کے دن حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ آنا۔ یہ حقوق کی جنگ یہ تو الگ باتیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی باتیں اپنی جگہ ہیں۔ ساس اور بہو میں کتنے ایسے معاملے ہیں، بھائی بھائی میں کتنے ایسے معاملے ہیں، گھروں کے اندر کتنے ایسے معاملے ہیں کہ

میں حق پہ تھا۔ بھئی! کوئی بات نہیں، معافی مانگ لو۔ بس اگر کوئی معافی مانگنے آ گیا اور ہم نے اسے معاف نہ کیا تو پھر نقصان کا سودا ہے۔ تو اس حدیث شریف میں تین باتیں بیان ہوئیں: 1 تم لوگوں کی عورتوں سے پاکیزہ رہو، تمہاری عورتیں پاکیزہ رہیں گی۔ 2 اپنے والدین کی خدمت کرو، تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ 3 اور اگر میرا کوئی امتی تم سے معافی مانگنے آ جائے چاہے وہ حق پر ہے، چاہے وہ باطل پر ہے، تم اس کو معاف کر دو، اگر معاف نہ کیا تو میرے پاس حوضِ کوثر پر مت آنا۔

حدیث الغار

بخاری شریف کی ایک حدیث بہت مشہور ہے کہ تین آدمی جا رہے تھے کہ راستے میں رات کا اندھیرا ہو گیا۔ چناں چہ انہوں نے رات گزارنے کے لیے ایک غار میں پناہ لے لی۔ اللہ کی شان کوئی چٹان گرتی ہوئی آئی اور غار کا راستہ بند ہو گیا۔ وہ بڑے پریشان ہو گئے کہ اب کیا کریں؟ وہ چٹان اتنی بڑی تھی کہ اگر یہ تینوں بھی جان لگاتے، تب بھی چٹان تو ہلنی ہی نہیں تھی۔ اس وقت انہوں نے ایک بڑا ہی پیارا فیصلہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو بنی اسرائیل کے ان تین آدمیوں کا جو قصہ سنایا ہے، یہ کسی وجہ سے سنایا ہے۔ اس میں ایک سبق بتا رہے ہیں۔ غار کا راستہ بند ہونے کے بعد ان تینوں نے اپنی زندگیوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ طے کیا کہ ہر آدمی اپنا وہ عمل پیش کرے جو اس نے اللہ ربّ العزّت کی رضا کے لیے کیا ہو۔ چناں چہ تینوں آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے انداز میں اپنا اپنا عمل پیش کیا۔

ایک نے اپنے والدین کے ساتھ کیے حسنِ سلوک کو پیش کیا کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ شام کے وقت جب میں گھر جاتا تو پہلے اپنے والدین کو بکری کا دودھ نکال

کر پلاتا، پھر اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔ ایک دن میں گھر جانے میں لیٹ ہو گیا تو میرے والدین میرا انتظار کرتے سو گئے۔ میں دیر سے پہنچا اور دودھ نکالا تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔ مجھے یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ میں اپنے بچوں کو والدین سے پہلے پلاؤں۔ چناں چہ میں دودھ کا برتن ہاتھ میں لیے ساری رات اُن کے سرہانے کھڑا رہا۔ جب صبح کے قریب اُن کی آنکھ کھلی تو میں نے انہیں دودھ پیش کیا، جسے انہوں نے پی لیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل آپ کی رضا کے لیے تھا تو (اس کی برکت سے) آپ اس چٹان کو ہٹا دیجیے۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور چٹان کچھ ہٹ گئی، مگر باہر نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔

دوسرے نے کہا کہ اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جس سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں اس سے گناہ کی بات کرتا لیکن وہ منع کرتی تھی۔ آخر ایک مرتبہ وہ مجبور ہو گئی۔ اسے پیسوں کی ضرورت پیش آئی تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار دیے اور اسے گناہ پر راضی کر لیا۔ جب میں نے پورے طریقے سے اس پر قابو پا لیا، اور قریب تھا کہ میں گناہ کر بیٹھتا۔ میری چچا زاد نے کہا کہ ناحق کسی مہر کو مت توڑو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اگر چہ میں اسے بہت محبت کرتا تھا۔ اور پیسے بھی اسے دے دیے۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل آپ کی رضا کے لیے تھا تو (اس کی برکت سے) آپ اس چٹان کو ہٹا دیجیے۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور چٹان کچھ اور ہٹ گئی، مگر باہر نکلنے کا راستہ اب بھی نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تیسرے نے کہنا شروع کیا: اے اللہ! میں نے چند مزدوروں کو اُجرت پر رکھا۔ میں نے اُن سب کو اُن کی اُجرت دی جو انہوں نے لے لی۔ ایک مزدور اپنی اُجرت لیے بغیر چلا گیا۔ اس نے اپنی اُجرت نہیں لی۔ میں نے اس

کی اُجرت سے تجارت کی، یہاں تک کہ اس کی اُجرت سے بہت سارے مویشی مثلاً اُونٹ، گائے اور بکریاں اور غلام میرے پاس جمع ہوگئے۔ ایک بڑا سلسلہ ہوگیا۔ کافی سالوں کے بعد وہ مجھ سے اپنی اُجرت مانگنے آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ سب اونٹ، گائے، بکریاں، اور غلام تیری اُجرت ہیں۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ چناں چہ وہ شخص تمام مویشی اور غلاموں کو اپنے ساتھ لے گیا، اور اس میں سے اس نے کچھ نہیں چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل آپ کی رضا کے لیے کیا تھا تو (اس کی برکت سے) آپ اس چٹان کو ہٹا دیجیے۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور چٹان ہٹ گئی، اور وہ باہر آ گئے۔

(صحیح بخاری: رقم 2272)

اس تیسرے نے اپنے معاملات کو پیش کیا۔ نمازیں پڑھنا تو بہت آسان ہے، لیکن معاملات پر پورا اُترنا یہ اصل ہے۔ نماز پڑھنے والے تو بہت مل جائیں گے، لیکن اخلاقیات اور معاملات میں پورے اُترنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اگر ہم تین اعمال میں پورے اُتریں تو بہت اعلیٰ اور اولیٰ بات ہے، اور ہم اچھے مؤمن بن جائیں گے۔ وہ تین اعمال کیا ہیں؟ 1 اخلاقیات 2 معاملات 3 کسی پر بے جا تنقید نہ کریں۔

تینوں نے اپنے اپنے جو اعمال پیش کیے تو راستہ ہی اُن کا کھل گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کے واسطے صرف واقعہ ہی بیان نہیں کیا، ہمیں ایک سبق دیا کہ اے میری امت کے لوگو! تم بھی حالات کے غار میں پھنس سکتے ہو، پریشانیوں کے غار میں پھنس سکتے ہو، آگے بڑی بڑی چٹانیں تمہارے راستے کی رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ اے میری امت! تم بھی ان کی طرح اپنے وہ اعمال پیش کرنا جو تم نے اللہ ربّ العزّت کی رضا کے لیے کیے ہوں۔ اللہ ربّ العزّت تمہارے بند راستوں کو کھول دیں گے۔ بند راستوں کو

کھولنے کے لیے اللہ کی رضا میں کیے ہوئے اعمال ہی کام آتے ہیں۔ اس لیے والدین کی خدمت کرنے سے دنیا کی پریشانیاں بھی اللہ پاک دور کرتے ہیں، اور بڑی بڑی چٹانیں، مشکلات جو راستے میں آجاتی ہیں اللہ پاک وہ بھی دور فرما دیتے ہیں۔ چند ایک واقعات والدین کی قدردانی سے متعلق اور بھی ذکر کر دیتے ہیں۔

ماں کے نافرمان کا انجام

عوام بن حوشب رحمہ اللہ مجاہد رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر کے دوران قضائے حاجت کے لیے راستے سے ایک طرف ہوا۔ وہیں ایک قبرستان تھا۔ اچانک میرے پاس زمین کے اندر سے ایک گدھا نکل کر آیا۔ اس نے تین مرتبہ گدھے کی مخصوص آواز نکالی اور پھر زمین میں چلا گیا۔ میں وہاں سے قریب ایک بستی میں آگیا۔ لوگوں نے میری حالت کو دیکھا کہ چہرہ بدلا ہوا ہے، لگتا ہے کہ کوئی بات پیش آئی ہے۔ چناں چہ نے اُن لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے، آپ کا چہرے کا رنگ بدلا ہوا کیوں ہے؟ میں نے لوگوں کو یہ بات سنائی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ شخص اسی بستی کا ایک جوان لڑکا تھا۔ اس کی ماں فلاں جگہ رہتی ہے۔ جب کبھی اس کی ماں اسے کچھ کہتی تو ماں کو گالیاں دیتا اور برے الفاظ کہتا تھا کہ تُو تو گدھے کی طرح چیختی رہتی ہے۔ اور اس کے سامنے گدھے کی آواز نکال کر چیختا۔ ایک روز اس لڑکے کا انتقال ہوگیا تو ہم نے ہی اسے دفن کیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک روزانہ وہ قبر سے سر نکالتا ہے، تین مرتبہ گدھے کی آواز سے چیختا ہے اور پھر واپس قبر میں چلا جاتا ہے۔

علامہ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب ''أَهْوَالُ الْقُبُوْرِ'' میں ابنِ ابی الدنیا رحمہ اللہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ سچا واقعہ ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس

واقعہ کو حسن موقوف کہا ہے، لیکن کوئی جرح نہیں کی۔

والدین کے لیے استغفار کرنا

اگر کسی کے والدین اس دنیا سے چلے جائیں، ایک یا دونوں، کیا اُن کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں! یہ اللہ ربّ العزّت کی رحمت ہے کہ دنیا میں اگر کوئی خدمت نہ کرسکا، والدین کی قدردانی نہ کی تو بعد کے لیے اللہ ربّ العزّت نے راستہ رکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے والدین یا ان میں سے ایک کا انتقال ہوجائے اور وہ شخص زندگی میں خود نافرمان تھا، اگر وہ ہمیشہ ان کے لیے دعا کرتے رہے گا اور استغفار کرتا رہے گا تو ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کا نام فرمانبرداروں میں لکھ دیں گے۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 4942)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی نافرمان اولاد بھی والدین کے لیے خیر کی اور مغفرت کی دعا کرتی رہے گی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے فرماں برداروں میں شامل فرمائیں گے۔

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی سلمہ کے ایک شخص آئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ کرسکوں؟ فرمایا کہ ہاں! اُن کے لیے دعا کرنا، اور اُن کے لیے استغفار کرنا، اُن کے وعدوں کو پورا کرنا، اُن کے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا، اور ان کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (سنن ابی داود: رقم 5142)

ادائیگیٔ حقِ والدین کی بہترین دعا

علامہ ابنِ شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے والدین کے حق کی ادائیگی کے لیے ایک دعا لکھی ہے۔

''فضائلِ صدقات''میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس دعا کو نقل کیا ہے۔ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے اور پھر اس کا ثواب والدین کو پہنچائے تو اس نے والدین کا حق ادا کردیا۔ دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، لِلّٰهِ الْمُلْكُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ وَرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

(فضائل الأعمال لابن شاهين: رقم 302)

اس دعا کو بھی یاد کرلیا جائے، اور جب تک یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا جائے۔

والدین کی طرف سے ایصالِ ثواب

ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے۔ اطلاع ملی کہ والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں موجود نہیں تھا اور اس دوران میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُنہیں اس کا فائدہ ہوگا؟ اُن کو اجر ملے گا؟ فرمایا: ہاں! اُنہیں اجر ملے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! آپ گواہ رہیے گا میں نے اپنا باغ اُن کی طرف سے وقف کردیا ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 2756، 2762)

معلوم ہوا کہ والدین کے بعد ان کے لیے کوئی نہ کوئی خیر کا کام صدقہ جاریہ کرنا چاہیے اگر اولاد کے پاس وسعت ہو۔ پھر اس میں کچھ مسائل بھی ہیں، جن کی تفصیل علمائے کرام سے معلوم کی جائے۔

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا اور اچانک ہوگیا۔ میرا خیال تھا کہ اگر ان کو بولنے کا موقع ملتا تو مجھے صدقہ کرنے کا کہتیں۔ کیا میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں؟ کیا اُنہیں اس کا ثواب ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اُنہیں ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری: رقم 1388)

والدین نے پرورش کے دوران کتنی محنتیں، تکلیفیں اٹھائی ہوتی ہیں۔ مال بھی خرچ کیا ہوتا ہے۔ پیدائش سے لے کر جوانی تک۔ یہ پتا تب لگتا ہے جب اپنے بچے بڑے ہوتے ہیں، اس سے پہلے پتا ہی نہیں چلتا۔ بہت ساری چیزیں زندگی میں دیکھنی پڑتی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے والدین کے لیے ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ منتخب کرے۔ کوئی نہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جو قیامت تک کے لیے ثواب کا ذریعہ بن جائے۔ ہر آدمی کو اس کی کوشش اور فکر کرنی چاہیے۔ نیز یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا، پھر ان کے ذمہ میں جو قرض تھا وہ ادا کردیا، اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو اللہ ربّ العزّت اس کی بھی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ اگرچہ اس نے دنیا میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے والدین کا خیال نہ رکھا، لیکن مرنے کے بعد ان کے رشتہ داروں کے ساتھ، چچا کے ساتھ، تایا کے ساتھ، اور والدین کے ساتھ جتنے بھی تعلق رکھنے والے ہیں ان کے ساتھ اچھا تعلق رکھا، اور والدین پر اگر کوئی قرض تھا تو اسے اتار دیا تو اللہ ربّ العزّت رحمت فرما دیتے ہیں۔

والدین کی طرف سے حج کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو اپنے والدین کی جانب سے حج کرے، یا ان کے قرضے کو ادا کرے، وہ قیامت کے دن نیک لوگوں کی جماعت میں کھڑا ہوگا۔ (سننِ دارقطنی: رقم 2293)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو جس کی طرف سے کیا ہے والد یا والدہ، اسے ایک حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور اس حج کرنے والے کو دس حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ (المغني لابن قدامة برواية الدار قطني: فصل: يستحب أن يحج الإنسان عن أبويه)

یہ روایت ''فضائلِ حج'' میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ والدین کی طرف سے حج کرنا بھی بڑی نعمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ سواری پر سوار ہوں تو بیٹھ نہیں سکتے، وہ اپنی زندگی میں حج نہیں کر سکے تھے، کیا میں اُن کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اچھا بتاؤ! اگر تمہارے والد پر کوئی قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کر دیتے تو کیا قرض اُن کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا کہ بالکل ادا ہو جاتا۔ فرمایا: تو تم اپنے والد کی طرف سے حج کرلو۔ (صحیح ابنِ حبان: رقم 4080)

ایک صاحب کا انداز

ایک مرتبہ دوکان پر والد صاحب کے پاس ایک صاحب آئے۔ کہنے لگے کہ جی! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ آپ سے آٹھ دس سال پہلے کاروبار کرتے تھے، بتائیے کہ کتنے پیسے میرے ابو نے دینے تھے؟ اندازے سے بتا رہا ہوں کہ اُن کے ذمہ دس ہزار روپے تھے۔ جب بات آئی کہ دس ہزار انہوں نے دینے تھے، تو اُن صاحب

نے کہا کہ جی! ابو کا تو انتقال ہو گیا ہے، آپ کچھ مہربانی کر دیں اور کم کر دیں۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ اچھا! ٹھیک ہے، آپ پانچ ہزار دے دو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور پھر آج تک واپس نہیں آیا۔ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے اس طرح ذمہ داری ادا نہیں کرنی کہ پہلے آدھا معاف کروا لیا، اور پھر کہا کہ جی! باقی آدھا میرے ذمہ ہے۔ اور اس کے بعد چلے جانا ہے اور مُڑ کر واپس نہیں آنا۔

والدین کے جاننے والوں سے حسنِ سلوک

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ملاقات ایک بدّو یعنی دیہاتی سے مکہ مکرّمہ کے راستے میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب ان کو راستہ میں چلتے ہوئے دیکھا تو اپنی سواری پر اسے سوار کرایا، اور اپنی پگڑی اتار کر اسے دے دی۔ حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو اس قصے کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے! یہ تو ایک عام سا دیہاتی آدمی ہے، اور یہ لوگ تو تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، آپ نے اتنا اکرام کیا۔ فرمایا کہ یہ اِکرام میں نے اس لیے نہیں کیا کہ وہ سائل یا غریب لگ رہا تھا۔ میں نے تو اس لیے کیا کہ اس کا والد میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست کے گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ (صحیح مسلم: رقم 2552)

ایک حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے، دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی سلمہ کے ایک شخص آئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی

وفات کے بعد میں ان کے ساتھ کر سکوں؟ فرمایا کہ ہاں! اُن کے لیے دعا کرنا، اور اُن کے لیے استغفار کرنا، اُن کے وعدوں کو پورا کرنا، اُن کے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا، اور ان کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (سنن ابی داوٗد: رقم 5142)

اس حدیث شریف میں ایک تو یہ ہے کہ والدہ اور والد کے لیے دعائے خیر اور دعائے مغفرت کی جائے، اور دوسری بات یہ تھی کہ ان کے عہد، وعدے، اور ان کی وصیت کو نافذ کیا جائے۔ مثلاً: اگر ان کی یہ خواہش تھی کہ میرا فلاں بیٹا عالم بنے، میرے فلاں بیٹے کی شادی فلاں جگہ پر ہو جائے، یا پھر کوئی اور ایسی بات جو انسان با آسانی کوشش سے پوری کر سکتا ہے، تو اس کا وارث اس عہد یا وعدے کو پورا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ جائیداد کی تقسیم بھی انسان کو علمائے کرام سے پوچھ کر کرنی چاہیے۔ اور باقی جائز چیزوں کو والدین کے کہنے کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرے۔

تین چیزیں صدقہ جاریہ

ایک حدیث میں حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جب مرتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ (ابھی تو ہمارے عمل کا سلسلہ جاری ہے تو ہم نیکی کی کوشش کر لیں، لیکن جیسے ہی موت آئے گی تو عمل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا) مگر تین چیزوں کا ثواب باقی رہتا ہے (اور وہ تینوں چیزیں بہت اہم ہیں):

1 صدقہ جاریہ۔ مثلاً کوئی مسجد بنا دی، کوئی مدرسہ بنا دیا، کوئی خانقاہ بنا دی، کوئی پھل پودا لگا دیا۔

2 دین کے علم کا کوئی ایسا سلسلہ جاری کرنا کہ کوئی عالم بن گیا، کوئی قاری بن گیا، کوئی حافظ بن گیا، کوئی عالمہ بن گئی کہ وہ اپنی اولاد کو دین سکھائے گی، پھر وہ آگے اوروں کو سکھائیں

گے، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ کسی کو قرآن کا حافظ بنا دینا یہ ایک بہت بڑا انعام ہے۔ وہ لوگوں کو پڑھائے گا۔ پھر حافظِ قرآن یہ بھی چاہے گا کہ وہ اپنی بیٹی کو، بیٹے کو بھی حافظِ قرآن بنا دے تو یہی سلسلہ قیامت تک چلے گا۔

3 نیک اولاد ہونا۔ یعنی ماں باپ نے اولاد کی ایسی تربیت کی ہو کہ وہ اس کے لیے ہمیشہ دعائے خیر کرتی رہے۔ (صحیح مسلم: رقم 1631)

ان تین چیزیں کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

جنت میں درجہ بڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ربّ العزّت اپنے نیک بندے کا جنت میں درجہ بڑھا دیتے ہیں۔ اس کو اچانک یہ پتا چلتا ہے کہ اس کا درجہ بڑھا دیا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے: یا اللہ! یہ مجھے کیسے مل گیا؟ بتایا جاتا ہے کہ تمہارے بچے نے تمہارے لیے مغفرت کی دعا کی تھی یہ اس کا انعام ہے۔ (مسند احمد: 509/2)

نیک بچہ صدقہ جاریہ ہے

ایک واقعہ بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبرستان میں ہے۔ اچانک ساری قبریں پھٹیں اور اندر سے میتیں باہر آ گئیں۔ باہر آ کر وہ سب کچھ تلاش میں لگ گئے سوائے ایک آدمی کے۔ وہ آدمی آرام سے ایک طرف بیٹھا رہا، اور باقی لوگ تلاش میں لگے رہے۔ خواب میں دیکھنے والے شخص نے اس آرام سے بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا کہ یہ سب کیا تلاش کر رہے ہیں؟ اور آپ ایک طرف کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا کہ مسلمانوں کی طرف سے جو عمومی ہدایا آتے ہیں نیک عمل کی شکل میں، یہ وہ تلاش کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے لیے اپنا کوئی بھیجنے والا نہیں ہوتا تو یہ عمومی ہدایا کو تلاش کرتے

ہیں۔اور میرا ایک بیٹا ہے جو روزانہ مجھے ایک قرآن پاک پڑھ کر بھیج دیتا ہے۔ مجھے ان کی طرح تلاش کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی، اس کا پڑھا ہوا خود ہی میرے پاس پہنچ جاتا ہے۔اس نے پوچھا کہ بھئی! تمہارا بیٹا کون ہے؟ چناں چہ اس نے پتا بتا دیا اور خواب ختم ہو گیا۔ جب یہ شخص اس جگہ گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان حافظِ قرآن ہے، اور قرآن پاک پڑھنے میں مشغول ہے۔اس نے اس سے سلام دعا کرنے کے بعد تلاوت کا پوچھا کہ تم روز ایک قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں، اور اپنے والد کو بھیجتا ہوں۔اس شخص نے کہا کہ تمہارا ہدیہ تمہارے والد تک پہنچ رہا ہے۔ پھر اسے اپنا سارا خواب سنایا۔ چند عرصہ بعد اس خواب دیکھنے والے نے دوبارہ خواب دیکھا کہ وہی قبرستان ہے اور پھر اسی طرح میتیں نکل کر ہدایا تلاش کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔اب کی بار وہ شخص تلاش میں لگا ہوا تھا جو پہلے سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ یہ بڑا حیران ہوا کہ اس کا بیٹا تو اسے روز ایک قرآن کا ہدیہ بھیجتا ہے، آج اسے کیا ہوا؟ چناں چہ اس کے قریب جا کر پوچھا کہ بھئی! کیا بات ہے، پہلے تو تم مزے سے بیٹھے تھے اب تم بھی کام میں لگے ہوئے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب یہ خواب دیکھنے والا شخص صبح اسی جگہ پر گیا تو معلوم ہوا کہ اس جوان کا انتقال ہو چکا ہے۔ جب تک نیک اولاد نیک کام کرتی رہتی ہے تو والدین کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ ایصالِ ثواب ملتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی فرماں برداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو غلطیاں ہم سے ہو گئیں، ان کو اللہ پاک اپنی رحمت سے معاف فرمائے، اور آگے ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

بدگمانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات:12)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اپنے اندر کی کمزوری کو دور کرنا

کسی نے کیا خوب کہا کہ اگر راستہ میں کنکر ہی کنکر ہوں تو بھی انسان ایک اچھا جوتا پہن کر اس پر چل سکتا ہے۔ مثلاً ایک راستہ ہے جس پر کنکر ہی کنکر ہیں۔ اگر آپ کے

پاس جوتا اچھا ہے تو آپ آسانی سے اس پر چل لیں گے۔ لیکن اگر اچھے جوتے کے اندر ایک کنکر آجائے اور سڑک بہترین ہو جیسے موٹروے کی سڑک ہو تو بھی اس پر چلنا مشکل ہوگا۔ سڑک خراب ہو جوتا اچھا ہو تو اس پر چل لیں گے، اور سڑک بہت اچھی، لیکن جوتے میں کنکر یا کیل لگ گئی تو چلنا مشکل ہو جائے گا۔ یعنی باہر کے چیلنج سے نمٹنا آسان ہوتا ہے، ہم اپنے اندر کی کمزوریوں سے ہارتے ہیں۔ اگر انسان اندر سے بنا ہوا ہو، تعلق مع اللہ ہو، اندر سے اس کی سوچ خوبصورت ہو، حسد و بغض نہ ہو، روحانی بیماری نہ ہو، روحانی بیماری کے کنکر نہ ہوں، بغض کا کنکر نہ ہو، بدگمانی کا کنکر نہ ہو، اندر محبت ہو، اندر صاف ستھری چیزیں ہوں۔ جب بندہ اندر سے بنا ہوا ہوتا ہے تو اس کے لیے باہر کے سارے چیلنج آسان ہو جاتے ہیں۔ باہر کے پتھروں والے راستے پر چلنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے اگر وہ اندر سے بنا ہوا ہے تو۔ اور اگر اندر کنکر ہوں بدگمانی کے، غصے کے، کینے کے، حسد کے تو باہر کی اچھی سڑک پر بھی کام نہیں کرنے دیتے۔ اس لیے ہم اپنے اندر کو بنائیں، معاف کریں، مراقبہ کی، معمولات کی پابندی کریں۔ اپنے اندر پر محنت کریں پھر ان شاء اللہ مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ مجھے ایک اپنا ہی واقعہ یاد آگیا جو پہلے بھی ایک بار سنایا ہے۔

بارش کے پانی کی مثال

ایک مرتبہ میں اپنی گاڑی پر جا رہا تھا ڈرائیو کر کے اور بارش ہو رہی تھی۔ ایک روڈ کے پاس سے گزرا، وہاں پانی کھڑا ہوا تھا جبکہ میں اپنی نارمل اسپیڈ سے جا رہا تھا۔ اتنے میں پیچھے سے اسپیڈ میں ایک گاڑی آئی اور پانی کو اُڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ پانی سیدھا اُچھلا اور چوں کہ شیشہ کھلا تھا اس لیے میرے اوپر آکر گرا۔ میرے کپڑے گیلے ہو

گئے۔ میں پریشان ہوگیا۔ اس شخص کو تو کچھ نہیں کہا لیکن غصہ شدید آیا۔ اب غم یہ کہ مجھے نماز بھی پڑھنی ہے اور کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ سڑک سے اس طرح پانی آجائے اور کپڑے خراب ہو جائیں؟ بڑی کوفت ہوئی اور بڑی تکلیف ہوئی۔ اور اس بندے کے لیے کوئی اچھے جذبات پیدا نہیں ہوئے کہ بھئی! اس کو خیال کرنا چاہیے تھا۔ چند دن بعد دوبارہ کسی سڑک سے گزر رہا تھا۔ اسی طرح گاڑی چلا رہا تھا اور اس وقت بھی بارش تھی۔ ایک جگہ پانی کھڑا تھا تو وہاں سے بالکل پہلے کی طرح ایک گاڑی خوب پانی اُڑاتے ہوئے گزر گئی، لیکن مجھے بالکل بھی غصہ نہیں آیا، اس لیے کہ شیشہ بند تھا۔ جتنا پانی اچھلا وہ بند شیشے کی وجہ سے باہر واپس چلا گیا اور اندر نہیں آیا۔ مجھ تک نہیں پہنچا۔

پہلے شیشہ کھلا ہوا تھا، درمیان میں کوئی آڑ نہیں تھی تو پانی سیدھا میرے اوپر آ گیا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ اور اس بندہ کے لیے بھی اچھے جذبات پیدا نہیں ہوئے۔ اب دوسری مرتبہ سامنے والے نے وہی حرکت کی، کوئی فرق نہیں تھا۔ اسی طرح سے پانی اچھلا، میری طرف آیا لیکن گاڑی کا شیشہ اُوپر تھا تو پانی شیشہ کے باہر تک رہا۔ اب کیا ہوا؟ یقین جانیے کہ اس شخص کے لیے میرے دل میں کوئی غصہ نہیں آیا، نہ اپنے اوپر کوئی غم و افسوس ہوا کہ نماز کا کیا ہوگا۔ اس وقت سوچا کہ یا اللہ! باہر والوں نے دونوں وقت میں ایک ہی کام کیا۔ پہلے بھی وہی، اب بھی وہی۔ پھر میری کیفیت اور جذبات میں اتنا فرق؟ پتا چلا کہ جب میں نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا تو مجھے باہر والوں سے پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ اگر ہم اپنے آپ کو بنالیں گے مراقبہ سے، معمولات سے۔ اور ہمارے دل میں جو کنکر ہیں، اور اندر کی جو غلاظتیں ہیں، اگر ان کو نکال دیں گے تو پھر ہم اپنے

آپ کو محفوظ کرلیں گے۔

ایک عمدہ توجیہ

یہ دنیا ایک گاڑی کی مانند ہے، اور شیشہ ذکر اللہ کی مانند ہے، اور ذکر اللہ کی ٹھنڈک ایئر کنڈیشن کے مانند ہے جس سے دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ پھر باہر گرمی ہے اور اندر ٹھنڈک ہے۔ باہر تپش ہے اور اندر آرام ہے۔ باہر سردی ہے تب بھی اندر آرام وسکون ہے۔ چاہے باہر ٹریفک جام ہو جائے، لیکن آپ اندر ایک بند گاڑی میں محفوظ رہیں گے۔ ہمیں اپنا اندر بنانے کی ضرورت ہے۔ اور اندر بنانے کے لیے بیعت ہونا، اپنے شیخ سے رابطہ کرنا، اور جو بھی ہم پڑھ رہے ہیں اس پر پابندی سے عمل کی کوشش کرتے رہنا۔ اگر ان دو چیزوں کو آپ نے سمجھ لیا تو مجھے اُمید ہے کہ میرے مرنے کے بعد بھی اس کی قدر آپ کو رہے گی ان شاء اللہ۔ اور ناقدروں کی تو کیا ہی بات ہے ماشاء اللہ! اور قدر کرنے والوں کے لیے یہ واقعہ سبق آموز ہے۔ اس اُصول کو اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کریں۔

قطب بینی اور کتب بینی

اگلی بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص علم کے ساتھ اپنی نسبت جوڑتا ہے تو شیطان اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ بھئی! تمہارے اندر تو بڑی خاص چیز آگئی ہے۔ اس وسوسے سے بعض مرتبہ تکبر آجاتا ہے، اور دیگر لوگ مثلاً سسرال والوں یا باقی رشتہ داروں سے جن کا علم سے تعلق نہیں، خدانخواستہ ان کے لیے حقارت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کسی کو حقارت سے نہیں دیکھنا۔ علم صرف کتابوں سے نہیں آتا۔ کتاب ایک بہترین اور مستند ذریعہ ہے۔ الحمدللہ! ایک ہوتا ہے قطب بینی، اور ایک ہوتا ہے کتب بینی۔ قطب بینی کیا

ہوتا ہے؟ اللہ والوں کو دیکھنا، اُن کی دعاؤں سے، صحبت سے، تقویٰ کی برکت سے اللہ ربّ العزّت بہت کچھ عطا فرما دیتے ہیں۔ بند سینے کھل جاتے ہیں۔ کتب بینی سے لکھے ہوئے کا علم حاصل ہوتا ہے، اور قطب بینی سے معرفتِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔

قطب بینی پر ایک واقعہ

حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ نے جب خلافت دی تو میں بڑا پریشان ہوا کہ یا اللہ! اب کیا بنے گا؟ پھر حضرت جی ﷫ کے ساتھ پنجاب ہی کا سفر ہوا صادق آباد، ملتان اور مختلف شہروں کا۔ چوں کہ خلافت ملنے کے بعد کے یہ ابتدائی دن تھے، اس لیے مجھے تو بات کرنا بھی نہیں آتی تھی۔ بیان کرنا نہیں آتا تھا۔ سچی بات بتاتا ہوں کہ جب شروع شروع میں میں بیان کرتا تھا تو بعض میرے رشتہ دار مجھ پر ہنستے تھے کہ اس کو تو بات ہی کرنی نہیں آتی۔ وہ میرے انداز پر ہنستے تھے۔ ایک جگہ جانا ہوا وہاں کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ نے بیان کرنا ہے۔ اس وقت وہ صاحب بھی میرے ساتھ تھے جو مجھ پر ہنستے تھے۔ میں نے کہا کہ میں بیان کیسے کروں گا؟ مجھے بیان کرنا نہیں آتا۔ ان صاحب کو بڑا غصہ آیا اور کہنے لگے کہ تم حضرت جی کی دعاؤں اور توجہات کو کیا سمجھتے ہو۔ اگر حضرت جی کی دعائیں اور توجہات کھمبے پر پڑ جائیں تو کھمبہ بولنے لگ جاتا ہے، تم تو پھر انسان ہو۔ میں نے کہا کہ اچھا جی! ایسا ہوگا مجھے تو نہیں پتا، لیکن پھر ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور فضل ہوا کہ آج بات کرنا پہلے سے نسبتاً آسان ہوگیا۔ بلکہ اب تو کام ہی ہمارا باتیں بنانا رہ گیا ہے۔

اس لیے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ علم صرف کتابوں سے نہیں آتا بلکہ بڑوں کی صحبت، تقویٰ، علمائے کرام کی نگرانی سے بھی آتا ہے۔ اگر کتابوں کا مطالعہ تو ہو لیکن کسی کی نگرانی

نہ ہوتو یہ چیز بھی غلط ہے۔اور کسی کو بھی اپنے آپ سے حقیر نہ سمجھیں۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بدگمانی سے بچائیں۔ یہ بدگمانی بہت بڑا مرض ہے اللہ پاک اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ یہ ہمارے معاشرے میں اتنا عام ہو چکا ہے کہ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔اس کی وجہ سے آج معاشرے میں بہت سے گناہ عام ہو چکے ہیں۔ یہ بہت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔

سب سے بڑا جھوٹ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو! اس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔(صحیح بخاری: رقم 6064)

انسان جب ایک عام جھوٹ بولتا ہے تو اس پر لعنت ہوتی ہے،لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔اور اب تو یہ بدگمانی ہماری عادت ہی بن گئی ہے۔اللہ معاف فرمائے! جھوٹ کو تو انسان جھوٹ سمجھ رہا ہوتا ہے،لیکن بدگمانی کو انسان جھوٹ نہیں سمجھتا، کیوں کہ بدگمانی کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی، یہ فقط انسان کا خیال ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔بس یہ لوگ گمان کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں جبکہ یہ گمان حق کے سامنے کوئی دلیل نہیں رکھتا۔ہوتا کیا ہے کہ اگر ہم کسی کو دیکھ لیں یا کسی کے کسی عمل کو دیکھ لیں تو ہم فوراً ہی اپنی طرف سے کوئی مطلب نکال لیتے ہیں، خیال قائم کر لیتے ہیں اور اسے ذہن میں بٹھا لیتے ہیں۔ یہی بدگمانی ہوتی ہے۔اور بدگمانی کیا ہے؟ یہ گناہ ہے۔اچھا! بدگمانی سے متعلق جو آیت قرآنِ مجید میں آئی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات: 12)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو،بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''۔

اب جب یہ پتا چلا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تو اب یہ تحقیق کرنا واجب ہوگئی کہ کون سے گمان کرنا گناہ ہوتا ہے، اور کون سے گمان کرنا صحیح ہوتا ہے۔

حسنِ ظن پر اجر

صحیح گمان کون سا ہے؟ ہم جسے بھی دیکھیں تو اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کریں، چاہے وہ بُرے ہی کیوں نہ ہوں۔ اچھا گمان کرنے پر بھی عبادت کا ثواب ملے گا۔ جس طرح بُرا گمان رکھنا گناہ ہے، اسی طرح حسنِ ظن رکھنا نیکی اور اجر کا باعث ہے۔ اپنی رائے اچھی رکھنا، اپنی سوچ رکھنا، اپنے خیالات کو کسی بھی شخص سے گندہ نہیں ہونے دینا۔ اس سے آدمی کو اپنا ہی ذہنی فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور آخرت کے دن کی پکڑ سے بچ جاتا ہے۔ جسے آج کل لوگ ٹینشن اور ڈپریشن کہتے ہیں، اس سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔

بدگمانی پر قیامت کے دن پکڑ

اور اگر ہم نے کسی کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد بغیر کسی قوی دلیل کے اس کے لیے بدگمانی کرلی تو ایک بُرا امپریشن اپنے اندر قائم کرلیا۔ اب ہر ہر بدگمانی پر ہمیں گناہ ملے گا۔ اور قیامت کے دن ہر ہر بدگمانی ہمارے لیے ایک مقدمہ ہوگا جس کو ہم نے کلیئر کرنا ہوگا۔ اللہ پاک فرمائیں گے کہ تم نے میرے بندے پر فلاں بدگمانی کی تھی اس کے لیے اب دلیل لے کر آؤ۔ کیا دلیل ہے تمہارے پاس؟ کیا ہم اپنا خیال پیش کریں گے کہ یا اللہ! میرا یہ خیال تھا۔ تو ہر ہر بدگمانی ہمارے لیے پورا پورا ایک کیس بنے گی۔

بدگمانی کیسے آتی ہے؟

اب دیکھیے کہ بدگمانی کسے کہتے ہیں؟ کسی کے بارے میں بغیر کسی قوی دلیل کے ہم

کوئی رائے قائم کرلیں یہ بدگمانی ہے۔اب بدگمانی آتی کیوں ہے؟ یہ بھی بہت اہم سوال ہے کہ بدگمانی آتی کیوں ہے؟ یادرکھیے کہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے ذکر کی کمی سے۔ جوذکر میں کمی کرتا ہے،معمولات میں کمی کرتا ہےاس کے اندر بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔اور جوساتھی معمولات کی پابندی کرتے ہیں، ذکر کی کثرت کرتے ہیں،ان کا کیا معاملہ ہوتا ہے؟اوّل تواُن کے اندر بدگمانی پیدا ہی نہیں ہوتی۔اگر بدگمانی پیدا ہوجائے توکوئی نہ کوئی بہترین تاویل کرلیتے ہیں اوراپنے آپ کو بُرا سمجھ لیتے ہیں۔

تین باتیں آپ حضرات کے سامنے واضح ہوگئیں: سوئے ظن یعنی بدگمانی کسے کہتے ہیں؟ حسنِ ظن یعنی اچھا گمان کسے کہتے ہیں؟ اورتیسری بات بدگمانی پیدا کیوں ہوتی ہے؟اب چوتھی بات یہ کہ بدگمانی کا علاج کیا ہے؟ جب علاج پتا ہوتوانسان کواپنے آپ کوٹھیک کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

بدگمانی کا علاج

اگر ہمارے دل میں کسی کے بارے میں کوئی بُرا گمان، بُری سوچ پیدا ہوتو ہم اس کی تاویل لے کرآئیں۔اس کوکسی نہ کسی طرح صحیح کریں۔علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو بدگمانی پیدا ہواورسو میں سے ننانوے باتیں بُرے خیال کی ہوں اورایک اچھی نکلتی ہوتواس ایک اچھے خیال کواختیارکرے،اور بدگمانی سے بچے۔قرآن وحدیث ہردو جگہ یہی ہے کہ بدگمانی سے بچو،تو بتلائیے کہ ہمارے لیے بدگمانی سے بچنا کتنا ضروری ہے۔اورحدیث شریف میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اچھا گمان رکھو،تو اس کی ہمیں پریکٹس کرنی ہوگی۔اس کے لیے تین واقعات سنادیتا ہوں،اس سے اِن شاء اللہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ ہم کیسے تاویل کریں۔بدگمانی کا علاج کیا ہے؟اچھی تاویل کرنا۔

کشتی میں بیٹھے جوانوں کے لیے دعا

ایک بزرگ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ طلباء اور مریدین ساتھ تھے۔ دریا میں سفر ہو رہا تھا۔ اچانک سامنے سے ایک اور کشتی گزری جس میں نوجوان لڑکے شور شرابہ کر رہے تھے۔ طلبہ اور مریدین کے دلوں میں ان نوجوانوں کے لیے بُرائی پیدا ہوئی کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے حضرت سے کہا کہ دیکھیں! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ زمین کو تو ان لوگوں نے ناپاک کر دیا تھا، اب یہ لوگ پانی کو بھی گندا کرنے آگئے ہیں۔ بزرگ نے جب سر اُٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان لڑکے خوش گپیوں میں اور ناقابلِ بیان حرکتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ بزرگ نے فوری طور پر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی کہ یا اللہ! جس طرح آپ نے ان کو دنیا کی خوشیاں عطا فرمائی ہیں۔ میرے پاک پروردگار! آخرت کی بھی ایسی ہی خوشیاں ان کو عطا فرما۔

اللہ! ان کے دلوں کی کشتی کو پلٹ دیجیے

ایک بزرگ ہیں حضرت محمد علی شبلی رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور میں اِن کا بڑا مزار ہے۔ بہت بڑے اللہ والے تھے۔ ان کا بھی ایک عجیب ہی واقعہ ہے اور قدرتاً کشتی کا ہی ہے۔ یہ کشتی میں سوار تھے اور انہوں نے حلق کروائی ہوئی تھی، ٹنڈ کروائی ہوئی تھی۔ کشتی میں اور بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ فیملیز بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سر سے پگڑی اُتار دی۔ اب سر ننگا ہو گیا اور ٹنڈ چمکنے لگی۔ دھوپ تیز تھی اور سر پہ تیل لگا ہوا تھا تو سر خوب چمکنے لگا۔ اس کشتی میں بچے بھی تھے۔ ان بچوں میں سے ایک بچہ آیا چھوٹا سا۔ اس نے آپ کی ٹنڈ دیکھی تو اسے شرارت سوجھی اور سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ملائم سر اس کو بہت اچھا لگا وہ ہاتھ پھیرتا رہا۔ پھر دوسرا بچہ آیا اور اس نے بھی دوسری طرف سے ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ ایک

بچے نے کھیلتے کھیلتے ہلکی سی چپت لگا دی، تو دوسرے نے اور زور سے لگا دی۔ اب بچے اسی طرح کھیلتے رہے اور والدین بیٹھے دیکھتے رہے۔ بجائے بچوں کو روکنے کے والدین مزے لینے لگے اور ہنسی مذاق شروع ہوگیا۔ جب اللہ کے کسی ولی کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو اللہ ربّ العزّت اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں اِلقا فرمایا کہ اے میرے بندے! یہ سب آپ کا مذاق اُڑا رہے ہیں، اگر آپ کہیں تو میں ابھی کشتی کو اُلٹ دوں اور سب کو غرق کر دوں۔ جیسے ہی ان کے دل میں یہ بات آئی، انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر آپ ان کی کشتی ہی پلٹنا چاہتے ہیں تو ان کے دلوں کی کشتی کو پلٹ دیجیے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس اللہ والے کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سب کو موت سے پہلے پہلے ولایت کا درجہ ملا۔

یہ پکا مؤمن ہے

اب ایک تیسرا واقعہ بھی بدگمانی سے متعلق سن لیجیے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور فرمایا کہ مجھے آپ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھنا ہے کہ وہ کیسا ہے؟ اس نے تقریباً نو صفات اس شخص کی بتائیں۔ کہا کہ

1. وہ شخص بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔
2. مردار کھالیتا ہے۔
3. یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔
4. اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔
5. جدھر اللہ نے بلایا ہے اُدھر جانے کی پرواہ نہیں کرتا۔
6. جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے اتنا ڈرتا نہیں۔

7 حق سے بغض رکھتا ہے۔

8 فتنوں سے محبت رکھتا ہے۔

9 بغیر رکوع سجدے کے نماز ادا کر لیتا ہے۔

یہ سب صفات بیان کر کے کہا کہ جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہ کیسا آدمی ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ پکا مؤمن ہے۔ پوچھنے والا بڑا حیران ہوا کہ جو بن دیکھے گواہی دیتا ہے، مردار کا گوشت کھاتا ہے، اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے، جدھر اللہ نے بلایا اس کی پرواہ نہیں کرتا، یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ کیسے پکا ایمان والا ہے؟ اب سوال پوچھنے والا تو حیران ہوا ہی، آپ حضرت بتائیں کہ آپ کیا سمجھے ہیں؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے جو جواب میں فرمایا، میں اس کا مفہوم بتا رہا ہوں۔ فرمایا کہ

1 وہ بن دیکھے گواہی دیتا ہے، تو ہم بھی تو بن دیکھے گواہی دیتے ہیں: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ.

2 یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے تو بھئی! قرآن کریم میں آتا ہے:

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ (البقرة:113)

ترجمہ: ''اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں، حالاں کہ یہ سب (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں''۔

اور ہم مسلمان ان دونوں کی بات کی تصدیق کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

3 مردار کھاتا ہے تو بھئی! مچھلی حلال ہے اگرچہ اسے ذبح نہیں کیا جاتا۔

4 بغیر رکوع سجدے کے نماز پڑھتا ہے تو بغیر رکوع سجدے کے تو ہم بھی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔ نمازِ جنازہ میں تو رکوع سجدہ ہے ہی نہیں۔

5 اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ بارش بھی اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو سب ہی اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

6 جدھر اللہ نے بلایا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ بھئی! اللہ نے جنت کی طرف بلایا ہے، اور وہ اللہ کی رضا کو اتنا سامنے رکھتا ہے کہ جنت اس کے خیال میں ہی نہیں آتی۔

7 اور جہاں سے اللہ پاک نے ڈرایا ہے وہاں سے ڈرتا نہیں، تو وہ اللہ کی ناراضگی کے خوف سے اتنا ڈرتا ہے کہ جہنم کا ڈر اس کو اتنا نہیں آتا۔ وہ بس یہ سوچتا ہے کہ کہیں اللہ ناراض نہ ہو جائیں۔

8 فتنے سے محبت رکھتا ہے تو بھئی! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:15)

تمہارا مال، تمہاری اولاد فتنہ ہے تو کون اس سے محبت نہیں رکھتا۔

9 حق سے بغض رکھتا ہے تو بھئی! اللہ نے طلاق کی گنجایش رکھی ہے، مگر وہ بغض رکھتا ہے اور طلاق نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے طلاق نہیں دینی، اچھا عمل نہیں۔

جب یہ سب تاویلات ہوگئیں تو وہ حیران ہو کر چلا گیا۔ ہم بھی اس طرح تاویل کریں۔ جب کوئی منفی بات ذہن میں آئے تو اچھی سے اچھی تاویل کریں، پھر دیکھیں کہ کس طرح اللہ کی رحمت آتی ہے۔ اندر کی جب بیماریاں ختم ہوں گی حسد کی، عُجب کی، بدگمانی کی۔ جب یہ سارے کنکر ختم ہوں گے تو زندگی میں آپ کے لیے چلنا آسان ہوگا۔ اب ہم اپنا کیا اُصول بنائیں؟

دو قیمتی نصیحتیں

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھے کشتی کے سفر کے دوران دو نصیحتیں کیں:

1. اپنی خوبیاں مت دیکھنا۔
2. دوسروں کی خامیاں نہ دیکھنا۔

اور ہمارے نفس کا یہ حال ہے کہ انسان اپنی خوبیاں، اور دوسرے کی خامیاں دیکھتا ہے۔ اب ہم کیا کریں؟ جب ہمارا نفس ہمیں اپنی خوبیاں دِکھانا چاہے تو اس سے یہ کہیں کہ بھئی! میں تمہیں دوسرے کی خوبیاں دکھاؤں گا۔ اور جب وہ تمہیں دوسروں کی خامیاں دکھانا چاہے تو کہیں کہ بھئی! نہیں، میں تو تمہیں اپنی خامیاں دکھاؤں گا۔ تو خوبیاں ہمیشہ دوسروں کی دیکھنی ہیں اور خامیاں ہمیشہ اپنی دیکھنی ہیں۔ اصل میں دوسروں کی خامیاں اسی کو نظر آتی ہیں جو اپنی خامیوں سے غافل ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص اپنی خامیاں دیکھتا رہتا ہے اس کو کبھی اپنی خوبیاں نظر ہی نہیں آتیں۔ لہٰذا یہ اُصول سمجھ لیجیے کہ ہمارا نفس جب کبھی ہمیں دوسروں کی بُرائیاں دِکھائے تو سمجھ لیں کہ ہم اپنے نفس کی خامیوں سے غافل ہوچکے ہیں۔ آپ سامنے والے کے سینے کو جب دیکھیں گے تو آپ کو اپنا سینہ نظر آئے گا، اور جب اپنے سینے کو دیکھیں گے تو سامنے والا نظر نہیں آئے گا۔ تو جو بندہ اپنے حال کو دیکھنے لگے وہ تو یہ کہتا ہے کہ میرے اندر اتنی زیادہ خامیاں ہیں، اگر موت تک بھی میں اپنی خامیوں کو دور کرنے کی فکر میں لگا رہوں تو شاید یہی صاف نہ ہوں۔ پھر ایسا شخص دوسروں کی خامیوں کو کیا دیکھے گا۔ جب ہماری اپنی سب خامیاں ختم ہوجائیں تب ہم کسی دوسرے کی فکر کریں۔ اتنی خامیاں ہمارے اندر ہیں کہ موت تک ان کو درست کرنا ہی ہمارے لیے مشکل ہے۔ اس لیے بدگمانی سے اپنے آپ کو بچائیں،

اور ہمارے اندر کے جو کنکر ہیں انہیں ختم کریں، پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ملے گی۔

گناہ بے لذّت

انسان کی نفسیاتی صفت ہے کہ وہ مزے کی طرف دوڑتا ہے۔ ذائقہ، لذّتیں، مزے اسے اچھے لگتے ہیں۔ اور ہم نے اس نفس کو ایسا بنا دیا ہے کہ اب اسے گناہ میں مزا آتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ ہم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی اِطاعت اور فرمانبرداری کا بوجھ نہیں ڈالا۔ ایک دفعہ جب اس پر اِطاعتِ خداوندی کا بوجھ ڈالیں گے پھر یہ عادی ہو جائے گا اور اس کو اس میں مزا آنے لگے گا۔ پھر ساری رات قرآن پڑھنا، اللہ کی یاد میں بیٹھنا آسان ہو جائے گا۔ آپ نے بھی سنا ہوگا کہ کسی اللہ کے بندے نے پوری رات سجدے میں گزار دی، کسی نے پوری رات رکوع میں گزار دی، کسی نے پوری رات قیام میں گزار دی، اور کسی نے پوری رات عبادت میں گزار دی۔ یہ کیا ہوتا ہے؟ ان کا نفس عبادت سے لذّت لینے لگتا ہے۔ یہ نفس جو ہے، یہ لذّت کا ہے۔ ابتدائی طور پر یہ گناہوں میں لذّت پاتا ہے، لیکن اگر ہم اس پر تھوڑی مشقت ڈالیں عبادت کی تو یہ چینج ہو جاتا ہے۔ پھر اسے نماز میں، قرآن میں مزا آنے لگتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے آپ کو عبادت میں لگا کر رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ فرما دیں گے۔

وقت کی قدر کرنا

ایک پوائنٹ کو لکھ لیں۔ جب تک ہم اِن کاموں میں لگے رہیں گے جو ہمارے کرنے کے ہیں تو نہ کرنے والے فضول کاموں سے خود بخود ہماری بچت ہو جائے گی۔ اور اگر ہم وہ کام نہیں کریں گے جو کرنے کے ہیں تو خود بخود ہم ان کاموں میں لگ جائیں

گے جو فضول کام ہیں اور نہ کرنے کے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے آپ کو اچھے کاموں میں لگائے رکھیں۔ عبادات میں، نیکی میں لگائے رکھیں گے تو خود بخود فضول چیزیں موبائل، فیس بک کا غلط استعمال، اِدھر اُدھر غیبت کی محفلیں، لمبی لمبی باتیں سب ختم ہو جائیں گی۔ اپنے آپ کو نیکی کے کاموں میں مصروف رکھنے سے اِدھر اُدھر کے کاموں کی طرف ہماری توجہ نہیں جائے گی۔ لیکن اگر ہم نے نیکی کا کام نہ کیا، بھلائی کے کام میں نہ لگے تو پھر ہمارا وقت اِدھر اُدھر خرچ ہوگا۔

تحصیلِ علم میں وقت صرف کرنا

دیکھیں! آپ میں سے کچھ طالبات تیسرے سال میں ہیں، اور کچھ دوسرے سال میں ہیں، اور کچھ پہلے سال میں ہیں۔ الحمدللہ! یہ علم کا سفر طے ہو رہا ہے۔ آپ روزانہ چار گھنٹے جامعہ کو دے رہی ہیں۔ کچھ گھر میں بھی پڑھنا ہوگا۔ آنے جانے کا وقت بھی اگر ہم شمار کریں تو یہ 8 یا 6 گھنٹے روزانہ کم وبیش اللہ کے راستے میں آپ کے لگ رہے ہیں دین کے علم کے حصول میں۔ جب آپ یہاں نہیں آ رہی تھیں زندگی تو تب بھی گزر رہی تھی۔ وقت آپ کے پاس اُس وقت بھی نہیں تھا اور اِس وقت بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ اپنے نامۂ اَعمال میں دیکھیں تو روزانہ 6 گھنٹے 8 گھنٹے آپ کے دین میں لگ رہے ہیں۔ کتنا بڑا فرق ہے!! مدرسے کی زندگی بھی نامۂ اَعمال کی شکل میں اللہ کے سامنے پیش کی جائے گی، اور اس سے پہلے والی زندگی کو بھی پیش کیا جائے گا۔ کوئی فرق ہے یا نہیں؟

چند دنوں پہلے میرا کہیں جانا ہوا تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ بھئی! بچوں کو اور بچیوں کو مدرسہ بھیجیں۔ کسی نے کہا کہ جی! ٹائم ہی نہیں ہے، کیسے آئیں؟ جو لوگ نہیں آئے ان کا ٹائم ابھی بھی کچن میں، اور اِدھر اُدھر موبائل پہ، انٹرنیٹ پہ، گھر کے

کاموں میں گزر رہا ہے۔ اور جن کے بچے مدرسہ آئے ہیں تو بچے ان کے بھی پل رہے ہیں، کھانا وہ بھی کھا رہے ہیں، زندگی ان کی بھی چل رہی ہے۔ لیکن دین کے کام میں 6 سے 8 گھنٹے لگانے کی برکت سے اب ان کی زندگی میں گناہ کرنے کا وقت کم ہو گیا ہے۔ غیر ضروری باتوں کا وقت کم ہو گیا ہے۔ یہ پکی بات بتا رہا ہوں کہ اگر ہم اپنے آپ کو کرنے والے کاموں میں لگا لیں تو جو کام غیر ضروری ہیں ان سے ہم ویسے ہی بچ جائیں گے۔

جو اِنسان اپنے ضروری کاموں کو کرے اور تحصیلِ علم سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ اور دینِ اسلام کا حسن بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے اِسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو لایعنی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم 2318)

لایعنی کسے کہتے ہیں؟ جس میں نہ تو دنیا کا فائدہ، اور نہ دین کا فائدہ۔ جو طالبات شوق سے پڑھ رہی ہیں، ان کی زندگی میں لایعنی یا تو ختم ہو جائے گا، اگر ختم نہ کر سکیں تو بہت کم ہو جائے گا۔ اور آپ ہی طالبات میں سے کوئی 4 یا 6 ماہ بیمار ہو گئی، یا پھر کوئی اور وجہ ہو گئی اور وہ مدرسہ نہیں آسکی، پھر وہ اپنے دو ماہ گھر کی زندگی کو دیکھ لے اور اپنے نامۂ اَعمال کو بھی دیکھ لے۔ ان سب میں برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جو پڑھنے کے دن ہیں اللہ ربّ العزّت قیامت کے دن ان کی کتنی قیمت لگائیں گے؟ اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر آپ قیامت کے دن اس کی قیمت لینا چاہتی ہیں تو بڑوں کا اَدب کرنا سیکھیں۔ اَلدِّیْنُ كُلُّهٗ أَدَبٌ (دین تو سارے کا سارا ادب ہی ہے)۔ سب سے پہلے اللہ ربّ العزّت کا ادب، حضور ﷺ کا ادب، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب، والدین کا ادب، اساتذہ کا ادب، معلمات کا ادب، مشائخ کا ادب، تمام مسلمانوں کا

ادب، جو آپ کی کلاس فیلوز ہیں ان سب کا ادب۔ ان سب کے اندر ہم اپنے آپ کو لے آئیں پھر دیکھیں کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں ملتی ہے۔ ادب کے بغیر دین کی لائن میں کسی کو عزّتیں نہیں ملیں۔

باادب اور بےادب طالب کا قصہ

دو طالبِ علم تھے، ایک بہت ذہین اور پڑھنے میں بہت اچھا جبکہ دوسرا تھوڑا کند ذہن تھا۔ ذہین طالبِ علم عبارت فوراً پڑھ لیتا، ہر بات فوراً منٹوں میں یاد کر لیتا تھا۔ اور کند ذہن طالبِ علم کو بڑی محنت کرنی پڑتی تھی، وہ بڑا پریشان ہوتا لیکن لگا رہتا تھا۔ دونوں میں ایک بڑا عجیب فرق تھا۔ وہ یہ کہ جو ذہین پڑھنے والا تھا، وہ روزانہ ایسے ایسے سوال نکال کر لاتا کہ اساتذہ بھی پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس کی نیت بھی یہ ہوتی تھی کہ میں نے سب کے سامنے استاذ کو نیچا دِکھانا ہے۔ دوسرے کے اندر ادب بہت تھا، وہ سیکھنے کی غرض سے لگا رہتا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ایک وقت آیا کہ استاذ کی بےادبی کرنے والا دین سے ہی مرتد ہو گیا۔ اس پر اساتذہ کی بےادبی کرنے کا ایسا عذاب نازل ہوا۔ اور دوسرا جو کند ذہن تھا لیکن باادب تھا، وہ دعائیں لیتا رہتا تھا۔ محنت کرتے کرتے وہ وقت کا اچھا عالم بن گیا۔ اس لیے کہ ادب کے ساتھ بہت ساری چیزیں وابستہ ہیں۔

خالق اور مخلوق کے ادب کا مطلب

اللہ تعالیٰ کا ادب یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ادب یہ ہے کہ اُن کی اتباع کی جائے، اُن کے طریقے کے خلاف کوئی بھی کام نہ کیا جائے۔ والدین کا ادب یہ ہے کہ ان کا کہنا مانا جائے اور انہیں تکلیف نہ دی جائے، لیکن

اگر والدین گناہ کا حکم دیں تو پھر یہ ایک الگ بات ہے۔ جیسے ایک بچی نے کہا کہ میں پردہ کرنا چاہتی ہوں، مگر مجھے میرے ماں باپ پردہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ ایک نے یہاں تک کہا کہ اگر تم نے پردہ کرنا ہے تو یہاں سے نکل جاؤ۔ ایسے والدین اپنے مقام سے گر جاتے ہیں۔ والدین کا ادب یہ ہے کہ ان کا کہنا مانا جائے اور انہیں تکلیف نہ دی جائے۔ رشتہ داروں کا، کلاس فیلوز کا اور تمام مسلمانوں کا ادب یہ ہے کہ ان کو راحت پہنچائی جائے۔ ہم سب کو راحت پہنچانے کی کوشش کریں تو اِن شاء اللہ آسانی ہوگی۔ با اَدب با نصیب، بے اَدب بے نصیب۔

ادب سے انسان بڑے بڑے مقام حاصل کر لیتا ہے کہ اس کے ساتھ بڑوں کی دعائیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور بے ادبی بعض دفعہ انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ اس لیے بے ادبی بہت بری چیز ہے، اس سے پناہ مانگنے کی ضرورت ہے۔ ہم جتنا ادب کریں گے ہماری زندگی میں آسانیاں آتی ہی چلی جائیں گی۔ ایک آخری بات کر کے بات مکمل کر لیتے ہیں۔

خیر خواہ بننا

اس دین کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ. (صحیح مسلم: رقم 55، بروایۃ تمیم الداری رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ’’دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے‘‘۔

ہم ہر ایک کا بھلا چاہیں، کسی کا بھی بُرا نہ چاہیں۔ بس اسی کا نام دین ہے۔ کوئی معلمہ دوسری معلمہ کا بُرا نہ چاہے۔ کوئی طالبہ دوسری طالبہ کا بُرا نہ چاہے۔ دیکھیں! جب کلاس بڑھ رہی ہوتی ہے تو ہوتا کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ آگے کر دیتے ہیں اور کچھ کو اللہ پیچھے کر

دیتے ہیں۔ جو پیچھے رہ جاتے ہیں تو ان کو لگتا ہے کہ فلاں کو توجہ زیادہ مل رہی ہے، پھر اُن کے دل میں بُرے بُرے جذبات آرہے ہوتے ہیں۔ یہ ہوتا ہے، فطری بات ہے۔ جیسے دو ساتھیوں کو خلافت ایک وقت میں ملی ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک آگے ہو جاتا ہے، اور ایک پیچھے رہ جاتا ہے۔ دو ساتھی عالم بنتے ہیں، دونوں کو ایک ہی وقت میں سند ملی ہوتی ہے، لیکن ایک آگے ہو جاتا ہے اور ایک پیچھے رہ جاتا ہے۔ ایسا ہر جگہ ہوتا ہے۔ اب ہم نے کیا کرنا ہے؟ ہم نے یہ کرنا ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کو سپورٹ کریں، زندگی بھر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ جو آگے ہو رہا ہے اس کے لیے مزید دعائیں کریں کہ اللہ! آپ نے اس کو جو دیا ہے اس کے لیے مزید آسانیاں فرمائیں۔ پھر کیا ہوگا؟ ہماری نیت کی وجہ سے ہمارے بغیر کیے بھی ہمیں ثواب ملتا رہے گا۔ ہم ایک اجتماعیت کی کیفیت لے کر آئیں۔ ہر ایک کی خیر خواہی ہونی چاہیے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اندازِ خیر خواہی

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ حضرت جی دامت برکاتہم سے سنا کہ انہوں نے اپنے غلام کو ایک گھوڑا تین سو درہم میں خریدنے کے لیے بھیجا۔ غلام نے ایک گھوڑا پسند کیا اور مالک کو مع گھوڑے کے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تاکہ حضرت گھوڑے کو دیکھ کر اس کی قیمت ادا کر دیں۔ جب گھوڑا دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو چار سو کا ہے، تین سو کا نہیں۔ کیا آپ اسے چار سو میں بیچیں گے؟ بیچنے والے نے کہا کہ ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو پھر دیکھا تو فرمایا کہ بھئی! تمہارا گھوڑا تو چار سو کا بھی نہیں، یہ تو پانچ سو کا ہے۔ غرض اسی طرح ہر دفعہ گھوڑے کو دیکھ کر سو درہم بڑھاتے چلے گئے، یہاں تک کہ آٹھ سو درہم میں اس سے گھوڑا خرید لیا۔ کسی نے کہا کہ حضرت!

آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے اس بات پر بیعت کی ہوئی ہے کہ میں نے دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنی ہے۔ تم نے جو چیز کم ریٹ پر دی تھی، ہم نے زیادہ پیسے دے دیے۔ خیر خواہی کا جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔

(تحفة الأحوذي شرح سنن الترمذي: باب ما جاء في النصيحة)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے لیے قبول فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

حصہ دوم

بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (الطلاق:7)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

شوہر کا بخل اور بیوی کی ضرورت

اکثر خاوند حضرات اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے۔ ان کے پاس مال ہوتا ہے،

مگر خرچ نہیں کرتے۔ اُن کی بیویاں جانتی ہیں کہ اُن کے شوہر کے پاس اتنا بیلنس ہے، کیوں کہ ان عورتوں کا کشف بڑا تیز ہوتا ہے۔ ان کی نظروں سے کوئی معاملہ چھپ نہیں سکتا۔ یہ اپنے خاوند کی رَگ رَگ سے واقف ہوتی ہیں۔ جو شریف ہوتی ہیں وہ خاموش ہوجاتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ شوہر باہر کیا کررہے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے انہیں چھٹی حِس کی نعمت دی ہوئی ہے۔ یہ بھی انسان ہوتی ہیں۔ بعض اوقات مرد حضرات وُسعت کے باوجود مال خرچ نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں کئی عورتیں شکایت کرتی ہیں کہ اُن کی ضرورت اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس کے بغیر گزارا نہیں ہوسکتا جبکہ میاں کے پاس پیسہ بھی ہے مگر وہ دیتا نہیں۔ بعضے مرد تو ایسے بھی ہیں کہ اُن سے مانگو تو ہاتھ اُٹھانے لگتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، یا کہتے ہیں کہ اپنے باپ کے گھر سے لے آؤ۔ پھر بحالتِ مجبوری عورت اپنے شوہر کی جیب سے پیسے نکال لیتی ہے اور اپنی ضرورت کو پورا کر لیتی ہے۔ کیا یہ عورت شریعت کی نظر میں چور کہلائے گی؟ کیا انہیں چوری کا گناہ ہوگا؟ اب اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ بتاتی ہیں اور خاوند کے پاس وُسعت ہے، مگر پھر بھی وہ جائز ضروریات کو پورا نہیں کررہا اور بیوی بغیر اجازت کے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اتنا مال نکالتی ہے تو یہ جائز ہے۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا سوال

بخاری شریف میں امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: میرے شوہر گھر کے خرچ کے معاملے میں بخیل ہیں (خرچہ دینے میں بہت تنگ کرتے ہیں) تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ میں ان سے

بغیر اُن کی اجازت کے (کیوں کہ اجازت تو ملتی ہی نہیں) گھر کے خرچ کے لیے چپکے سے پیسے نکال سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہاری اولاد اپنی جائز ضرورت کے لیے پیسے لے سکتی ہو۔ (صحیح بخاری: رقم 2211)

خاوند کے مال سے نکالے ہوئے پیسے اپنی ذاتی ضرورت اور اپنی اولاد کے لیے نکالنا تو ٹھیک ہے، لیکن اور لوگوں کو دینے کے لیے نکالنا ٹھیک نہیں۔ جب خاوند ایسا ہے جو مانگنے پر لڑتا ہے، ناراض ہوتا ہے۔ اور فتنے کا، مار کھانے کا اندیشہ ہے تو اس پر نبی کریم ﷺ نے جائز اُمور میں بقدرِ ضرورت لینے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

عورت کا اپنے شوہر پر خرچ کرنا

بعض اوقات بیویاں امیر ہوتی ہیں اور شوہر غریب ہوتے ہیں۔ یعنی بیویوں کے پاس ان کا اپنا پیسہ ہوتا ہے جو وہ خود محنت کر کے کماتی ہیں یا ان کی اپنی جائیداد وغیرہ ہوتی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے بیان فرمایا اور اُنہیں خوب صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا واپس اپنے گھر آئیں تو اپنے شوہر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں آپ پر اور کچھ یتیم بچے جو میرے زیرِ پرورش ہیں، اُن پر صدقہ کروں؟ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیجیے۔ چناں چہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پردہ میں درِ نبی ﷺ پر تشریف لائیں تو دیکھا کہ پہلے سے ایک انصاری عورت بھی کھڑی ہیں۔ آپس میں بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ انصاریہ بھی یہی مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی ہیں۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ گزرے تو ان دونوں نے اُن سے کہا کہ آپ اللہ کے نبی ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھ کر ہمیں

جواب دیں۔ اور دیکھیں! یہ نہ بتانا کہ پوچھنے والی کون ہیں؟

غرض انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو واسطہ بنایا اور ان کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ خود تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسائل معلوم کرتی رہتی تھیں، مگر چوں کہ شوہر کے بارے میں سوال کرنا تھا اس لیے جھجک آڑے آئی اور خود نہ پوچھا۔ ان کے پاس اپنی جمع پونجی تھی جو وہ اپنے خاوند اور زیرِ کفالت یتیم بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دین کے کاموں میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ اُن کے پاس اتنی گنجائش نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بیوی کے رِزق کو زیادہ کھول دیا تھا۔

بہر حال جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سوال پہنچایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سوال کس نے پوچھا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ زینب نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَيُ الزَّيَانِبِ؟ (کونسی زینب؟) کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ. (صحيح البخاري: رقم 1466)

ترجمہ: ''جی ہاں، ان کو اِس کا دُگنا اجر ملے گا: ایک تو رشتہ داری کا، اور دوسرا صدقہ کا''۔

بعض اوقات ایسی صورتحال ہوتی ہے کہ بیوی کے پاس مال ہے اور گنجائش بھی ہے اور شوہر خرچہ پورا نہیں کر پا رہا کسی بھی طرح سے۔ اس صورت میں یہ بیوی اگر اپنے مال سے خرچ کرتی ہے تو اس کا اس کو ڈبل اَجر ملے گا، لیکن شوہر حضرات اس کی عادت نہ بنائیں کہ عورت کی ذمہ داری ہے۔ یاد رکھیے کہ خواتین پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ دوبارہ کہتا ہوں کہ خواتین پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ مرد اپنی محنت سے ہی کمائیں۔ اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق لائیں اور عورت اسی میں سے خرچ کرے۔

زیورات کی زکوٰۃ

آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے ہی کرو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ تمہاری اکثر تعداد جہنم میں جائے گی۔ حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی کیا وجہ؟ فرمایا کہ تم لعن طعن اور ناشکری بہت کرتی ہو۔ (صحیح بخاری: رقم 1462، 1466)

عام طور پر عورتوں کے پاس زیور ہوتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ کون دے؟ جو اس کا مالک ہے وہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگر خاوند مالک ہے اگرچہ بیوی کے پاس رکھا ہے تو خاوند اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اور اگر بیوی ہی اس کی مالکہ ہے تو بیوی پر اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ ادا کرتی رہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں: ایک تو یہ کہ خاوند سے کہہ دیں کہ وہ آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر لے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی خاتون کے پاس کیش نہیں ہے، اور مرد کے پاس کیش ہے۔ اب اگر بیوی اپنے میاں سے کہہ دیتی ہے اور میاں اس کی طرف سے بہ خوشی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر خاوند بھی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اور بیوی بھی ادا نہیں کرتی تو دونوں گناہگار ہوں گے۔ زیورات بیچ کر بھی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے تو کیجیے۔ یہ عذر تراشنا کہ اپنی بچیوں کی شادی کے لیے رکھا ہے، یہ بیچا تو سب ختم ہو جائے گا۔ یہ صرف بہانا ہے۔

جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب کے بقدر سونا، چاندی، مال تجارت، کیش موجود ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، فرض ہے۔ اگر نصاب سے نیچے آ جائے تو پھر اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کم از کم جہنم کی آگ میں جلنے سے بہتر ہے کہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ ورنہ یہی زیور قیامت کے دن اسے آگ میں جلانے

کا سبب بنا دیا جائے گا۔ عورت اس کا انتظار نہ کرے کہ میرا شوہر دے گا، میرے پاس تو نقد ادائیگی کا بندوبست نہیں۔ خدا کی بندی! سونا چاندی سے محبت آگ کا انگارہ بن کر سامنے آئے گی۔ یہی بہتر ہے کہ انہیں بیچ کر بھی زکوۃ ادا کرنی پڑے تو کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا حساب اپنے ذمہ نہیں رکھتے ہیں۔ جو اللہ کی محبت میں اللہ کے لیے دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

امانت کا خیال رکھنا

ابھی بات یہ بیان ہوئی کہ اگر بیوی کو ضرورت ہو اور خاوند نہ دیتا ہو تو بیوی ضرورت کے مطابق خاوند کے مال میں سے لے کر خرچ کر سکتی ہے، لیکن ضرورت سے زیادہ لینے کی اسے اجازت نہیں ہے۔ اس لیے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کا مال بطور امانت کے بیوی کے پاس ہوتا ہے، اور امانت میں خیانت کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس عورت کی تعریف کی گئی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ.

(مسند أحمد: رقم1595)

ترجمہ: ''جب عورت پانچ وقت نماز (اہتمام سے) پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے۔ اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو، اندر داخل ہو جاؤ''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن تمام معاملات میں شریعت اور

سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کمپرومائز سے زندگی گزاریں

میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہنا اور ان کے بہتر تعلقات اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔ دیکھیے! جھوٹ بولنا شدید ترین گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان تعلقات خراب ہوں، ناچاقی ہو تو اُن کے درمیان صلح کی غرض سے جھوٹ بھی بولنا پڑے اور ان کی دوستی کروادی جائے تو اس جھوٹ پر اَجر عطا کیا جائے گا اور گناہ نہیں ہوگا۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (صحیح البخاري: رقم 1)

ترجمہ: ''یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

میاں بیوی کا ملاپ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ چھ طرح کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت و ناراضگی رکھتے ہیں۔ اِن سے ایک وہ بھی ہے جو میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کرواتا ہے، اور ان کے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور دونوں کے درمیان نفرت پیدا کرتا ہے۔ آج کل یہ کام ان دونوں کے گھر والے سرانجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ دیندار بھی ہوتے ہیں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی پابندی بھی کرتے ہیں، مگر لڑکے کے کان اس کی ماں یا بہن ایسے بھرتے ہیں کہ لڑکا بیوی سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کی طبیعت بدل جاتی ہے۔ اسی طرح بیوی کی ماں یا بڑی بہنیں یا سہیلیاں کچھ اُلٹا سیدھا کہہ کر اس کو شوہر کے خلاف بھڑکاتی ہیں۔ کچھ رشتہ دار اِدھر اُدھر کر دیتے ہیں۔

میاں بیوی کے معاملات میں ان سب باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ شادی کے بعد لڑکی کی ماں لڑکی کے ساتھ اتنا زیادہ تعلق رکھتی ہے کہ آپس ہی میں

جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر کی باتیں میکے تک جا پہنچتی ہیں اور پھر ان کی آپس میں توتو میں میں ہونے لگتی ہے، اور بات تعلقات ختم ہونے تک پہنچ جاتی ہے۔ جب بیٹی دے دی، اعتماد کرلیا، شادی ہوگئی اور بیٹی کو اللہ کی حفاظت میں سسرال کے حوالے کردیا تو پھر بار بار دل میں وسوسے اور بُرائی کیوں پیدا کرنی ہوتی ہے؟ آج کل موبائل فون نے رہی سہی کسر پوری کردی ہے۔ گھر کی ہر ہر بات میکے تک پہنچ رہی ہے۔ لڑکی نامحرم سے تو باتیں نہیں کرتی، مگر سسرال کی ہر ہر بات میکے تک پہنچا دیتی ہے۔ ہر چھوٹی بڑی بات کی اس کی ماں کو خبر ہوتی ہے۔ اور (العیاذ باللہ!) ماں بھی ہر ہر معاملے میں مشورے دے رہی ہوتی ہے تو جھگڑے تو ہونے ہی ہیں۔ آج کے زمانے میں موبائل فون گھروں میں جھگڑوں کا باعث بن گئے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت تمام شادی شدہ لوگوں کو خوشگوار ازدواجی زندگی نصیب فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

رمضان کی بعض سنتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (البقرۃ:184)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

روزے کی حفاظت

روزے کی حالت میں زبان کی حفاظت کی نبی کریم ﷺ تاکید فرماتے تھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے کہ جب تم میں سے

کوئی روزے سے ہو تو زبان سے گندی باتیں اور جہالت کے کام نہ کرے، اگر کوئی دوسرا شخص اسے گالی دے یا لڑائی کرنے لگے تو یہ (روزے دار اسے) کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔ (صحیح بخاری: رقم 1894)

یعنی اپنے روزے کی حفاظت کرے۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسرا اسے گالی دیتا ہے، یا لڑائی کرتا ہے تو یہ آگے بڑھ کر اسے جواب دینے آتا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

یہ روایت بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی روزہ دار نہ جھوٹ چھوڑے، اور نہ جہالت کی باتیں اور کام چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کے روزے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 1903، صحیح مسلم: رقم 6075)

اس لیے روزے کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ روزہ رکھنا ایک کام ہے، اور اس کی حفاظت کرنا دوسرا کام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے سوائے بھوک کے کچھ نہیں ملتا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم 1690)

روزے کے مقاصد

روزے سے مقصود کیا ہونا چاہیے؟

1. تقویٰ مل جائے۔
2. اللہ کی رضا مل جائے۔
3. جنت مل جائے اور جہنم سے خلاصی نصیب ہو۔

جو لوگ روزے کی حالت میں جھوٹ میں اور دیگر لغویات میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو بھوک اور فاقے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ یہ اپنی زبان سے، اپنے برے اعمال

سے اپنے روزے کو برباد کردیتے ہیں۔

سنن ابنِ ماجہ کی مذکورہ روایت میں آگے ہے کہ بہت سے شب بیدار (رات کو جاگنے والے) ایسے ہیں کہ ان کو جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 1690)

دعاؤں کی قبولیت میں حصہ نہیں ملتا، قربِ الٰہی میں سے کچھ نہیں ملتا، نیکی کا اجر نہیں ملتا۔ بس ساری رات جاگنا ہے جس کی آج کل بہت بڑی مثال اِنٹرنیٹ پر جاگنا ہے۔

گناہوں سے بچنے کا نام روزہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے، روزہ تو جھوٹ اور تمام غلط کاموں اور لغویات سے رکنے کا نام ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے روزہ رکھا تو ساتھ میں تمہارے کانوں، آنکھوں اور زبان نے بھی جھوٹ، اور گناہ، اور ماتحت کو تکلیف نہ دینے کا روزہ رکھا۔ اب تم روزے والے دن اپنے اندر وقار اور سکون کی کیفیت پیدا کرو۔ تمہارے روزے کے دن اور بغیر روزے کے دن میں فرق رکھو۔ (محلی لابن حزم: 308/4)

اس لیے کہ روزے کا مقصد تقویٰ اور قربِ الٰہی حاصل کرنا ہے۔ چاہیے کہ انسان روزہ رکھنے کے ساتھ روزے کی حفاظت بھی کرے۔

روزے میں بعض چیزوں کی اجازت

آج کل گرمی کا موسم ہے تو گرمی میں روزے کا ثواب اور بڑھ جاتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ روزہ دار اگر منہ میں پانی لے، پھر کلی کر کے پانی پھینک دے کہ منہ تَر ہو جائے، تو یہ ٹھیک ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(عمدة القاري: تحت باب اغتسال الصائم)

ہاں! منہ میں پانی ڈالے تو احتیاط رکھے اور کلی ایسے کرے کہ حلق کے اندر کوئی قطرہ نہ جائے۔ گرمی دور کرنے کے لیے اس کی اجازت ہے۔ اسی طرح روزے میں مسواک کرنا بھی سنت ہے، اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ پھر سخت گرمی کی وجہ سے اگر سر پر ٹھنڈا پانی ڈال لے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرج نامی جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ شدتِ گرمی یا شدتِ پیاس کی وجہ سے سر پر روزے کی حالت میں پانی ڈال رہے تھے۔ (سنن ابی داؤد:2365)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رومال وغیرہ کو گیلا کر کے اپنے سر پر ڈال لیتے تھے۔ (عمدة القاري: تحت باب اغتسال الصائم)

آج عصر کی نماز جس مسجد میں پڑھی، وہاں ایک صاحب کو دیکھا کہ انہوں نے گیلے تولیے سے پورے سر کو ڈھانپا ہوا تھا، صرف چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس تولیے کو انہوں نے اچھی طرح ٹھنڈا کیا ہوا تھا تاکہ اچھی طرح سے گرمی سے بچنے کا انتظام ہو جائے۔

روزہ چھوڑنے کا گناہ

ایک بہت اہم بات ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بلا عذر اور بغیر کسی بیماری کے محض سستی اور غفلت کی وجہ سے رمضان کا روزہ نہیں رکھا، اس کے بعد وہ ساری زندگی بھی روزے رکھتا رہے اس ایک روزے کے ثواب کو وہ ساری زندگی نہیں پہنچ سکے گا۔ (سنن ترمذی: رقم 723)

رمضان کے روزے کی اتنی برکتیں ہیں۔ ہمت اور کوشش کر کے پورے روزے رکھیں۔ ہمت کی ضرورت ہے۔ گرمی سے نہ گھبرائیے۔ ہمت کرنے والوں کے ساتھ اللہ

تعالیٰ کی مدد آتی ہے، پھر بات بن جاتی ہے۔

یہاں دو تین باتیں بہت اہم ہیں۔ سننے اور سمجھنے والی ہیں۔ گزشتہ چند دنوں میں لوگوں نے جو مسائل پوچھے، اسی کو دیکھتے ہوئے چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

روزہ نہ رکھنے کے حیلے بہانے

ایک صاحب نے کہا کہ مجھے گردے میں مسئلہ ہے۔ ایک نے کچھ کہا، ایک نے کچھ کہا کہ جی روزہ رکھنا مشکل ہے، پورا نہیں ہوگا۔ کیا کریں؟ ایسے لوگ جن کو بیمار ہونے کا خدشہ ہو یا واقعی بیمار ہوں اور روزہ رکھنے میں مسئلہ بنتا ہو، وہ کیا کریں؟ ان کے لیے یہ ہے کہ روزہ رکھنے کی پوری کوشش کریں، ہمت نہ ہاریں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور روزہ رکھیں۔ ہاں! اگر خدانخواستہ روزہ رکھنے کے بعد طبیعت بگڑنے کے خطرات پیش آ جائیں تو روزہ توڑ سکتے ہیں اور اس کا کفارہ نہیں ہے، البتہ قضا آئے گی۔ لیکن اگر کوئی پہلے سے ہی ہمت نہ کرے تو یہ بات بالکل ٹھیک نہیں۔ ایسے ہی اگر کوئی مسافر ہے، تو سفر کی مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر مسافر عزیمت پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو یہ افضل ہے۔ جن کاموں کی شریعت نے اجازت دی ہے الحمد للہ! میں اس کو منع نہیں کر رہا۔ جتنی ہمت کر سکتا ہے اتنی تو کرے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ آسانی ہو جائے گی۔

ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا

اسی طرح مستورات کی طرف سے کبھی ایسے حساس معاملات ہوتے ہیں کہ روزہ نہ رکھنے کی شریعت نے ان کو اجازت دی ہے۔ مگر آج ہماری مسلمان بہنوں کا حال یہ ہے کہ جو چند روزے شرعی عذر کی وجہ سے رہ جاتے ہیں، وہ بیس بیس سالوں سے نہیں رکھے۔ ذرا

اپنی اپنی اہلیہ سے پوچھیں۔ کسی کے دس سال کے باقی ہیں، کسی کے بیس سال کے باقی ہیں، کسی کے پانچ سال کے، اور تو کسی کے تیس سال کے۔ ایسی مستورات بھی ہیں جنہوں نے ہمارے اہلِ خانہ کو بتایا کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا کہ یہ روزے رکھنے ہوتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جیسے نماز کا مسئلہ ہے کہ اِن دنوں کی نمازیں نہیں پڑھی جاتیں، ایسے ہی روزے بھی نہیں رکھنے ہوتے۔ تو اِن مستورات کا یہ کہنا تھا کہ ہمیں پتا ہی نہیں تھا۔

روزے کی قضا کب کرے؟

اگر شرعی عذر کی وجہ سے، کسی مرض کی وجہ سے بندے کو روزہ چھوڑنا پڑ جائے تو وہ قضا روزہ کب رکھے؟ مسئلے کے اعتبار سے تو جلد از جلد ان روزوں کی قضا کر لی جائے کہ یہ فرض روزے ہیں اور اس میں تاخیر کرنا مناسب نہیں کہ زندگی اور موت کا کچھ پتا ہی نہیں ہے۔ البتہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک بات یہ ملتی ہے کہ رمضان کے رہے ہوئے روزے عشرہ ذی الحج یعنی بقرعید کے جو پہلے نو دن ہوتے ہیں اُن دنوں میں رکھ لیے جائیں کہ ان دنوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت ہے۔ بہر حال کوشش یہ کرے کہ جتنی ہمت ہو سکتی ہے روزوں میں ناغہ نہ کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مل جائے۔

بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈالنا

اور جی! جو چھوٹے بچے ہوتے ہیں 8،7 سال کے۔ ان کو بھی روزہ رکھوانا چاہیے۔

ایک صحابیہ حضرت رُبیع بنتِ معوّذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان سے قبل جب عاشوراء کا روزہ فرض تھا، ہم لوگ خود بھی رکھتے اور اپنے چھوٹے بچوں کو جسے اللہ چاہتا روزہ رکھواتے تھے۔ ہم انہیں مسجد لے جاتیں اور ان کے لیے کھلونے کا انتظام کرتیں جو اُون سے بنا ہوتا۔ اگر ان میں سے کوئی بھوک کی وجہ سے رونے لگتا، تب بھی ہم ان کو افطاری

کے وقت ہی کھانا دیتی تھیں۔ (صحیح مسلم: باب من أکل في عاشوراء فلیکف بقیة یومه)

مطلب یہ کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر کسی شغل میں مصروف کر دیا جاتا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچوں کو روزے کی عادت ڈالنے کے لیے حکم دیا جائے گا۔ جس طرح کہ نماز کے لیے سات سال کی عمر سے حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح روزے کا بھی حکم دیا جائے گا۔

افطار کی سنت

افطاری اور سحری کے بارے میں بھی چند سنتیں احادیثِ مبارکہ کی کتابوں میں نقل کی گئی ہیں۔ ان کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ہم اس پر عمل کر کے متبع سنت بنیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کریں گے۔ (صحیح البخاري: رقم 1856، باب تعجیل الإفطار)

جیسے ہی افطاری کا وقت ہو جائے فوراً روزہ کھول لیں، ذرا دیر نہ کریں۔

ابو عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور مسروق (رحمہ اللہ) اُمّ المؤمنین حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تو افطار اور نمازِ مغرب میں جلدی فرماتے ہیں، اور دوسرے صحابی دونوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ اماں جان رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ افطار اور نمازِ مغرب میں تعجیل کون فرماتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم:1099)

ایک تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں افطاری کے وقت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی

تھیں، دسترخوان لگا ہوا تھا۔ ہمیں کہا کہ ٹھہرو، ابھی انتظار کرو کہ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ جب اطلاع ملی کہ سورج غروب ہو گیا تو فرمایا کہ اب تم افطار کرو۔ پھر ہم لوگوں نے مغرب کی نماز سے قبل افطار کیا۔ (مسند عبدالرزاق)

ایک نکتہ کی بات

اچھا! افطاری کا وقت نہ ہوا ہو البتہ افطاری سامنے ہو اور انسان نہ کھائے، حالاں کہ ساری ہی حلال چیزیں موجود ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ روزے دار یہ سوچے کہ اللہ! یہ تیری بخشش، تیری عنایت، یہ تیرا دیا ہوا رزق ہے۔ اللہ! تیری نعمتیں ہیں، مگر چوں کہ ابھی تیرا حکم نہیں ہے استعمال کرنے کا اس لیے ہم انتظار کر رہے ہیں۔ جب تیرا حکم ہوگا اور سورج غروب ہوگا، تیری نعمتوں سے استفادہ حاصل کریں گے، تیری نعمتوں کو کھائیں گے۔ اس لیے ہر ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

قبل از نماز افطاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز نہ پڑھتے جب تک کہ افطاری نہ کر لیتے چاہے پانی کا ایک گھونٹ ہی سہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غروب ہوتے ہی افطاری کر لیا کرتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم 1935)

افطاری میں جلدی کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ کہ سات بج کر سات منٹ پر اگر روزہ کھل رہا ہے تو جیسے ہی روزہ کھلے افطار کر لیں۔ اور سحری میں تاخیر کا کیا مطلب ہے؟ یعنی تین بج کر تیس منٹ پر اگر سحری کا وقت ختم ہو رہا ہے تو اٹھائیس منٹ پر سحری کرنا چھوڑ دیں تاکہ احتیاط رہے۔ کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو دو بجے سحری کر کے سو جاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ آخر وقت میں سحری کرنی چاہیے اور دو تین منٹ پہلے چھوڑ

دینا چاہیے۔ اچھا! یہاں ایک اور احتیاط بھی ہے۔ بعض لوگ یا بہت سارے لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ جب تک اذان نہ ہوگی، سحری کا وقت جاری رہے گا۔ نہیں! جیسے ہی اذان کا وقت شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے سحری کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اگر اذان شروع ہوگئی اور کھاتے رہے تو روزہ ہی نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ یہ مسئلہ کسی کو بتایا تو کہا کہ جی! ہم تو دس سال یا بیس سال سے ایسے ہی کرتے آرہے ہیں۔ العیاذ باللہ!

افطاری کس چیز سے کریں؟

اب بات کرتے ہیں کہ روزہ کس چیز سے افطار کرنا ہے؟ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تازہ کھجور ہوتی تو آپ ﷺ تازہ کھجور سے افطار کرتے، اگر تازہ کھجور نہ ہوتی تو چھوارے سے افطار کرتے۔ کھجور اگر تازہ ہو تو وہ سنت کے زیادہ قریب ہے وگرنہ تو چھوارہ بھی سنت ہے۔ اور اگر کبھی افطاری میں کھجور نہ ہوتی، اور نہ چھوارہ، پھر نبی کریم ﷺ پانی کے چند گھونٹ سے ہی افطار کر لیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 2356)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ دودھ سے روزہ کھولنے کو پسند فرماتے تھے۔

ہم بھی افطار مختلف طرح سے کرلیں کبھی چھوارہ سے کرلیں، کبھی تازہ کھجور سے، کبھی فقط پانی سے اور کبھی دودھ سے۔ اس سے ہر طرح سے سنت پر عمل ہو جائے گا۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اگر انسان بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، اس کا روزہ باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی سچی محبت عطا فرمائے۔

سحری کی سنت

سحری کے کھانے کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے رمضان میں سحری کرنے کے لیے بلایا اور فرمایا کہ آؤ برکت والے کھانے کی طرف۔ (سنن ابی داوود: رقم 2344)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ ربّ العزّت اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں کے لیے برکت کی دعائیں کرتے ہیں۔ (مسند احمد: رقم 11086)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ برکت تین میں ہے: 1 اجتماعیت میں 2 ثرید میں 3 سحری میں۔

(معجم کبیر للطبرانی: رقم 6127)

سحری اور افطاری اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ اس کو بے حساب کر دیتے ہیں۔ یہ برکت والی چیزیں ہیں، اس کی برکتیں ضرور حاصل کرنی چاہئیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں سحری کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 1096)

وہ لوگ سحری نہیں کرتے مسلمان سحری کر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ سحری کی پابندی کریں اور اس وقت دعائیں بھی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ سنت کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

روزے میں تین اہم کام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرة:185)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

رمضان المبارک اور سورۂ اِخلاص

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر اللہ ربّ العزّت نے اس اُمت کو عذاب دینا ہوتا تو اس کو رمضان کا مہینہ اور سورۂ اِخلاص عطا نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرادہ تو خیر اور مغفرت کا ہے۔ اب معاملہ ہم پر ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم مغفرت خداوندی اور

رحمتِ الٰہی کے طالب ہیں یا نہیں؟

بہانۂ مغفرت

رمضان المبارک کا مہینہ اس لیے بھی آتا ہے کہ ایمان والوں کے سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دینا چاہتے ہیں۔ اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ بندے کا کوئی بہانہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ کوئی بہانہ ایسا کر دے کہ میں اسے وجہ بنا کر اس کی مغفرت کا فیصلہ کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اتنی مدد انسان کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ نفل کا ثواب فرض کے برابر، اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ اعمال کا وزن بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ترغیب دی کہ دیکھو! تراویح پورا مہینہ بیس رکعت پڑھتے رہو گے تو سارے گناہ معاف۔ روزے پورے مہینے کے رکھو گے تو سارے گناہ معاف۔ اور اس کے علاوہ ایک رات ایسی مرحمت فرما دی جس کے بارے میں کہا کہ اگر اس ایک رات میں تم اللہ کی رضا کے لیے عبادت کر لو تو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب مل جائے گا۔ پھر سحری کے وقت کی دعائیں قبول، افطاری کے وقت کی دعائیں قبول۔ غرض اتنی ساری نعمتیں انسان کو عطا کر دیں کہ وہ اپنی مغفرت کروا لے۔ رات کو آوازیں لگ رہی ہوتی ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا اس کو معاف کر دوں۔ سبحان اللہ! اتنی ساری چیزیں دے دیں۔

شیطان پر پابندی

ایک بات رہ جاتی تھی کہ پیچھے دشمن شیطان لگا ہوا ہے جو انسان کو نیکی پہ آنے نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پکڑ کے بند کر دیا کہ میرا بندہ اس مغفرت کے موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھا لے، کوئی کمی نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو یہ معاملہ ہے۔ اتنی

برکتوں اور رحمتوں والا معاملہ ہے۔ لیکن ایک بات اور بھی ساتھ میں بتا دی کہ اتنی رعایتوں کے باوجود اب جو کوئی اس سے اعراض کرتا ہے، ناقدری کرتا ہے تو وہ سن لیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس کے سامنے رمضان کا گزر گیا اور وہ اپنی مغفرت نہ کروا سکا۔ (سنن ترمذی: رقم 3496)

ہمارے لیے یہی بات ہے کہ ہم نے اس کی برکتیں حاصل کرنی ہیں۔ یہ کوئی optional نہیں ہے۔ مغفرت کو حاصل کرنا لازمی ہے۔ مغفرت نہ کروائی تو بربادی کے فیصلے ہو سکتے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

تین اَعمال میں زیادہ محنت

مختصر یہ کہ ہمیں رمضان میں کیا کرنا چاہیے؟ اس مہینے کی آج پہلی شب، پہلی رات ہے۔ اس میں اعمالِ رمضان کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جائے گا۔ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینے میں تین باتوں میں اضافہ فرما دیتے تھے۔ تین اعمال میں اِضافہ ہو جاتا تھا۔ ان اعمال کی ترتیب تو مجھے یاد نہیں، البتہ وہ تین بڑے اعمال ہیں: 1 دعا 2 سخاوت 3 عبادات۔

دعائیں مانگنا

آپ ﷺ اللہ تعالی سے دعائیں مانگنے میں بہت اہتمام فرماتے تھے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ عام حالات میں آپ ﷺ دعائیں کس طرح مانگتے تھے اور کتنی مانگتے تھے؟ صبح اُٹھتے تو بیت الخلاء جانے کی دعا، گھر سے باہر جانا ہے تو اس کی دعا، گھر واپس آنا ہے تو اس کی دعا، آئینے کو دیکھنا ہے تو اس کی دعا، مسجد میں داخل ہونا ہے تو اس کی دعا، مسجد سے باہر آنا ہے تو اس کی دعا، صبح کی دعائیں الگ، شام کی دعائیں الگ، کسی کو

آفت زدہ دیکھا تو دعا، کسی کو خوشی میں دیکھا تو دعا، دن میں اندھیرا آ گیا تو دعا، بارش آ گئی تو دعا، کوئی نعمت مل گئی تو دعا، قیامت کا خیال آ گیا تو دعا، اُمت کا خیال آ گیا تو دعا۔ ہر وقت کی اور موقع کے مناسبت سے ہی دعائیں تھیں۔ ماشاءاللہ! یہ تو عام حالات کی دعائیں ہیں اور رمضان میں ان میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ دعاؤں میں، اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں اضافہ کریں۔

دعائیں کیسے مانگیں؟

دعائیں مانگنا بہت آسان سی بات ہے۔ اَذانِ فجر سے پہلے اور اَذانِ مغرب سے پہلے۔ سحری کے وقت اور افطاری کے وقت ٹائم دیکھیں، گھڑی دیکھیں یا اَلارم لگا کے دس منٹ دعائیں مانگیں۔ دس منٹ صبح مانگیں، دس منٹ افطاری کے وقت مانگیں۔ یہ کام اگر ہم کر لیں تو اپنی زبان سے نکلی ہوئی دعاؤں کی قبولیت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ کسی وظیفے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہمارے پاس اس بات کی گارنٹی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کہ ان اوقات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے اِدھر اُدھر جانے کی۔ ہم دونوں ہاتھ اُٹھائیں اور مانگیں اللہ سے۔ سنت بھی یہی ہے۔ آج آدھا گھنٹہ مخلوق کے آگے رونا ہمیں آسان ہے۔ یہ نہیں ہوا، وہ نہیں ہوا، بیٹی کو رشتہ نہیں ملا، بیٹے کی نوکری نہیں لگی، فلاں مسئلہ، یہ مسئلہ وہ مسئلہ۔

دیکھیں! مخلوق کے آگے رونے سے کچھ نہیں ہوتا، وہ خود محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے روز دس منٹ سحری کے وقت فجر کی اذان سے پہلے، روز دس منٹ افطاری کے وقت۔ ایسے کئی مواقع ہمارے پاس ہیں۔ ان تیس دنوں میں جو چاہیں اللہ سے منوا لیں، وہ دے گا۔ بس دس منٹ ہاتھ اُٹھانے ہیں۔ کوئی مشکل نہیں ہے، ہمت کر کے

دیکھیں، اللہ آسانی فرمادے گا۔ دعا کا عمل بہت اہم عمل ہے جیسا کہ بات سامنے آئی۔

سخاوت کرنا

نبی کریم ﷺ کا وہ عمل جو رمضان المبارک میں بڑھ جاتا تھا، وہ ہے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا۔ سخاوت، فیاضی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی فیاضی اور سخاوت رمضان کے مہینے میں تیز ہوا کے مانند ہوجاتی تھی۔ (زاد المعاد:32/2)

گویا کہ تیز ہوا چل رہی ہے۔ یہ رمضان المبارک کی برکتیں تھیں جس میں اہتمام بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اب غیر رمضان میں کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ ایک واقعہ ذرا تفصیلی ہے، لیکن بہت نصیحت کا ہے، اس لیے سن لیجیے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور قرض خواہ مشرک

ایک تابعی عبداللہ ہوزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ خادمِ رسول اللہ ﷺ سے حلب میں ملا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ نبی کریم ﷺ کی گزر بسر اور اخراجات کی کیا کیفیت تھی؟ کیسے گزارا ہوتا تھا؟ فرمایا کہ وہاں تو کچھ ہوتا ہی نہیں تھا، اور بعثت کے بعد سے نبی کریم ﷺ کے آخری وقت تک میں ہی سارا نظام دیکھتا رہا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جو مسلمان حاضر ہوتا اور اسے لباس کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ مجھے حکم فرمادیا کرتے، میں کہیں سے قرض لے کر اس رقم سے کپڑا خریدتا اور ضرورت مند کو پہنا دیتا۔ کوئی بھوکا آتا، مجھے حکم ہوتا کھلانے کا، میں اس کے کھانے کا بندوبست کرتا۔ الغرض نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی حاجت مند آتا، اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے پاس ہوتا تو اپنے پاس سے دیتے، ورنہ اِدھر اُدھر سے اُدھار لے کر اس کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مشرک، کافر میرے پاس آیا۔ اسے پتا تھا کہ میں مختلف لوگوں سے قرضے لیتا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لیتا ہوں۔ کہنے لگا کہ اے بلال! آپ جو اِدھر اُدھر سے قرضے لیتے ہیں تو سب کو چھوڑو، مجھ سے لے لیا کرو۔ میرے پاس مال کی فراوانی ہے، آپ مجھ سے لے لیا کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی آسانی ہوگئی اور میں نے اس سے شروع کر دیا۔ ایک دن میں وضو کر کے اَذان دینے کے لیے کھڑا ہی ہوا تھا کہ وہ مشرک اپنے تاجر دوستوں کے ساتھ آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: او حبشی! میں نے جواب میں کہا کہ جی کہیے، حاضر ہوں۔ پھر اس نے مجھے جھنجھوڑا اور سخت باتیں سنائیں اور کہا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا کہ قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ 4 دن باقی ہیں، اگر تم نے اس سے پہلے میرے پیسے ادا نہیں کیے تو تمہیں پھر سے غلام بنالوں گا، اور پھر اسی طرح بکریاں چراتے پھرو گے جیسے کہ پہلے تم بکریاں چراتے تھے۔

یعنی اس نے misbehave کیا بات کی اور چلا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پریشان ہوگیا اور طرح طرح کی باتیں میرے دل میں آنے لگیں جیسا کہ ایسے موقع پر لوگوں کے دلوں میں آتی ہیں۔ خیر! عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اجازت لے کر حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا، وہ تو مجھے ایسے ایسے کہہ رہا ہے۔ اب آپ کے پاس ابھی فی الفور دینے کے لیے کچھ ہے اور نہ میرے پاس ادا کرنے کا بندوبست ہے۔ اور وہ مجھے رسوا کرے گا، اس لیے آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں مسلمان قبائل میں سے کسی قبیلے والے کے پاس چلا جاتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رزق عطا فرما دیں، اور قرض ادا کر کے مجھے خلاصی مل جائے۔

یہ باتیں عرض کر کے میں اپنے گھر آ گیا۔ اپنی تلوار، جرابیں، جوتے اور ڈھال سرہانے رکھ کر لیٹ گیا۔ جب صبح کی پہلی کرن آسمان میں نمودار ہوئی تو میں نے نکلنے کے لیے کمر کس لی کہ اچانک ایک شخص تیزی کے ساتھ آتا دکھائی دیا جو کہہ رہا تھا کہ اے بلال! تجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں۔ آقا ﷺ کا بلاوا بھلا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہاں ٹال سکتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں حاضرِ خدمت ہوا تو باہر دیکھا کہ چار اُونٹنیاں مال و زر، سامان سے لدی ہوئیں کھڑی ہیں۔ میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم خوش ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے قرضے کی ادائیگی کا بندوبست کر دیا۔ کیا تم نے آتے ہوئے چار اُونٹنیاں باہر کھڑی نہیں دیکھیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی! میں نے دیکھی تھیں۔ فرمایا جنابِ رسول اللہ ﷺ نے کہ یہ اونٹنیاں اور ان پر رکھا ہوا سارا سامان تمہارے حوالے ہے۔ ان پر کھانے پینے کا سامان اور کپڑے ہیں جو فدک کے حاکم نے بھیجے ہیں۔ یہ سب اب تمہارے حوالے، اس سے قرضہ ادا کرو۔ چناں چہ میں نے سارا قرضہ ادا کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد میں مسجد آیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے احوال پوچھے تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کا سارا قرضہ ادا کروا دیا ہے۔ اب کوئی قرضہ ذمہ میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس مال میں سے کچھ بچا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! کچھ بچا ہے۔ فرمایا: ضرورت مندوں کو دیکھو، اور اسے خرچ کر کے مجھے راحت پہنچاؤ، میں اس وقت تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا جب تک تم اس بچے ہوئے کو خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچا دیتے۔ یہ بات دن میں ہوئی، عشاء کی نماز کی ادائیگی

کے بعد آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور احوال پوچھے تو میں نے عرض کیا کہ ابھی بھی کچھ ہے۔ضرورت مند نہیں آئے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزاری۔

اگلے دن عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ نے مجھے پھر بلایا اور احوال دریافت کیے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مال سے راحت دے دی ہے۔یعنی سب تقسیم ہوگیا ہے، اب کچھ نہیں بچا۔ یہ سن کر اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور اس خوشی سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہمیں روح مبارک کا پرواز کر جانے کا ڈر لگا۔ انتہائی خوش ہوئے۔ پھر آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس فرداً فرداً تشریف لے گئے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا کر اس پوچھنے والے (عبداللہ ہوزنی رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا کہ یہ وہ قصہ ہے، جو آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔

(سنن ابی داود: رقم 3055)

یہ عام حالات کی بات تھی۔ پھر رمضان المبارک میں تو رسول اللہ ﷺ جود وسخا اور بھی زیادہ کرتے تھے۔ہمیں بھی چاہیے کہ رمضان میں اللہ کی راہ میں خوب خرچ کریں۔رشتہ داروں کو بھی دیں، غریبوں کو بھی دیں، دین کی محنت کرنے والوں کو تلاش کر کر کے دیں۔ دین کے کئی شعبے اس وقت دین کا کام کر رہے ہیں۔کوئی بھی دین کا شعبہ ہو، ان کی مدد کریں۔تو دو اعمال آپ کے سامنے آگئے: (۱) دعا (۲) سخاوت۔

تیسرا عمل جس میں رمضان میں اضافہ ہوتا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

حضور پاک ﷺ کی عبادت

آنحضرت ﷺ کی عام دنوں کی عبادت ایسی تھی کہ نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک متورّم ہو جاتے تھے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع فرمادی۔ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ جب سو آیتیں پوری ہوجائیں گی تو رکوع ہوجائے گا۔ آپ ﷺ پڑھتے رہے سو پوری ہوگئیں رکوع نہیں ہوا، پھر آگے چلتے رہے تو میں نے سوچا کہ جب دوسو پوری ہوجائیں گی تب پہلی رکعت کا رکوع کریں گے۔ (آج ہم نے سوا پارے میں دوسو آیتیں نہیں پڑھیں۔ بیس رکعتوں میں سوا پارہ ہوتا ہے لیکن دوسو آیات پوری نہیں ہوتیں) آپ ﷺ نے دوسو آیات پوری کرلیں، لیکن رکوع نہ ہوا آگے چلتے رہے یہاں تک کہ سورۃ البقرۃ پوری ہوگئی۔ مجھے خیال ہوا کہ اب رکوع ہوجائے گا، لیکن آپ ﷺ نے سورہ نساء شروع کردی (اس وقت ترتیب شاید یہی ہو کہ سورہ بقرہ کے بعد سورہ نساء پڑھی جاتی ہو) سورہ نساء پوری کرنے کے بعد آپ ﷺ نے سورہ آل عمران شروع کردی۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پوری پڑھتے چلے جاتے تھے۔ جس جگہ تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ تسبیح کرتے، جس جگہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے مانگتے، جس جگہ پناہ مانگنے کا ذکر آتا تو آپ ﷺ پناہ مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم پڑھتے رہے۔ اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنا قیام کیا تھا، پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا اور اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر رکوع میں تھے۔ پھر قیام کے برابر سجدہ کیا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى پڑھتے رہے۔ (صحیح مسلم: رقم 772)

تراویح اور دیگر عبادات کا اہتمام

جب آپ ﷺ کے عام حالات کی عبادت یہ ہے تو رمضان میں کیا معاملہ ہوتا ہوگا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح احتیاط کے ساتھ اور

گن کر پوری پڑھیں۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیس تراویح مکمل پڑھتے تھے۔ حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ہمیں بھی بیس تراویح پوری پڑھنی ہے۔ ایک بات تو یہ تراویح سے متعلق ہے۔ دوسری بات یہ کہ روزے پابندی سے پورے رکھیں۔ تیسری بات کہ تلاوتِ قرآن پاک خوب کثرت سے کریں۔اوردعا اور سخاوت تو کرنی ہی ہے۔ان اعمال میں اپنے آپ کو لگائیں۔اب عبادت کا صحیح مفہوم کیا ہے، اس کو بھی ہم سمجھ لیں۔

گناہوں سے بچنا

عبادت کا اصل مفہوم کیا ہے؟ آج ہمارے نزدیک عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ نیکی پر نیکی کرتے چلے جائیں، اور ساتھ میں گناہ ہو رہے ہیں اس کی فکر نہیں۔ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں جس میں سے ایک یہ تھی: گناہوں سے بچو، سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ (سنن ترمذی: رقم 2305)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سادی سی بات بتائی کہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ عبادت کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ ہم گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لیں۔ جیسا کہ تاجر لوگ کہتے ہیں ناں کہ کوئی چیز سیل ہو رہی ہے اور نفع چاہے تھوڑا ہی ہو، بس نقصان نہ ہو۔ اگر نقصان نہیں ہو رہا تو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے۔ گناہ نقصان کے مانند ہے۔آپ سارا دن طاقت کی دوائیاں کھاتے رہیں، کُشتے کھاتے رہیں اور خمیرے کھاتے رہیں، شام کے وقت تھوڑا سا زہر کھالیں تو کوئی فائدہ ہونا ہے؟ اسی طرح نفلی عبادت کی کثرت کے ذریعے ہم روحانی قوت حاصل کرتے ہیں، لیکن ساتھ

ہی گناہ کے ذریعے اس کو ختم بھی کر دیتے ہیں۔ اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پھر ہم کیا کریں؟ آج سے رمضان کی رات شروع ہو گئی ہے۔ آج کی رات سے عید کی نماز پڑھنے تک ایک مہینہ اور ایک دن تک ہم اللہ کی کوئی نافرمانی نہ کریں۔

کچھ قابلِ غور باتیں

اب کچھ چیزوں کے بارے میں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ گناہ ہیں یا نہیں؟ آپ اس کے بارے میں بتائیں تا کہ ایکا ہو جائے کہ ہم نے یہ نہیں کرنا۔ جی بتائیں! نامحرم کو دیکھنا گناہ ہے یا ثواب ہے؟ گناہ ہے۔ پکی بات ہے۔ خود دیکھنا گناہ ہے یا سامنے آ جائے تو بھی گناہ ہے؟ ہر دو صورت گناہ ہے۔ اچھا! اسکرین پر آ جائے تو دیکھنا گناہ ہے یا ثواب؟ جب اسکرین پر نامحرم آئے گی تو نامحرم ہی رہے گی یا پھر اس کا اسٹیٹس بدل جائے گا؟ جب سامنے دیکھنا گناہ ہے تو اسکرین پر دیکھنا بھی گناہ ہی ہو گا۔ تو ہم نے یہ مان لیا کہ نامحرم کو دیکھنا گناہ ہے۔

دوسری بات میوزک سننا گناہ ہے یا ثواب ہے؟ گناہ ہے۔ سحری اور افطاری کے وقت جو ٹی۔ وی پہ پروگرام لگتے ہیں، اس میں میوزک ہوتا ہے تو اس بات کو ہم کس معنیٰ سے لیں گے؟ اور اس میں عورتیں بیٹھ کر جو دین کے مسائل بتاتی ہیں، میں نے تو نہیں دیکھا البتہ مجھے کئی لوگوں نے بتایا کہ ان کے سروں پر نہ دوپٹہ ہوتا ہے اور نہ جانے کیا کیا تماش بینیاں ہو رہی ہوتی ہیں۔ ان سب چیزوں کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ بھی متفق ہیں کہ جائز نہیں۔

اچھا جی! اس کے علاوہ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، نماز قضا کرنا یہ موٹی موٹی وہ باتیں ہیں جن کا ہمیں پتا ہے کہ یہ گناہ ہیں، تو ایک مہینے کے لیے ان گناہوں کو چھوڑ دیں۔ ایک

مہینے کے لیے آج سے ہم ارادہ کریں کہ اے اللہ! اس مہینے میں تیری نافرمانی کوئی نہیں کرنی، نہ میوزک سننا ہے، نہ ٹی۔وی دیکھنا ہے۔ جس گھر میں ٹی۔وی ہے شیطان کو اس گھر میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پوری فوج اس کی گھر میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو تو قید کر دیا ہے، لیکن وہ ہمارے گھروں میں اتنے اتنے شیطان چھوڑ گیا ہے۔ جو کھلے ہیں اور آزاد ہیں ہمارے گھروں میں۔ جس آدمی نے اپنے ایمان کو بچانا ہے اور رمضان میں کچھ کمانا ہے اسے ٹی۔وی چھوڑنا پڑے گا، نہیں تو قیامت کے دن رونا پڑے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں شاید آپ ایک اختلاف کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ جی ٹی۔وی دیکھنے میں کیا گناہ ہے؟ اس میں نیک باتیں بھی ہوتی ہیں۔ ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے، بس اتنی بات کرتے ہیں کہ ٹی۔وی ایک مہینہ بند کر دیں تو کونسا نقصان ہو جانا ہے۔

بس ہمیں اس ماہِ مبارک میں تین کاموں میں لگنا ہے: دعاؤں میں اضافہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا ہے، دل کھول کے خرچ کرنا ہے لوگوں کو پتا لگے کہ فرق آیا ہے۔ تیسری بات کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کوئی نہیں کرنی۔ ان تین اعمال میں ہم نے اس مہینے کو گزار لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی برکتیں ہمیں عطا فرمائیں گے اور مغفرت بھی ہو جائے گی۔ اپنی مغفرت کے فیصلے بھی ہم کروائیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کی بھی مغفرت کے فیصلے بھی کروائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حصہ اول

اللہ کی رحمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ؕ (سورۃ الأعراف:156)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت

اللہ رب العزت کی بے شمار صفات ہیں۔ اور ہر صفت بہت ہی قابلِ قدر ہے۔ ایک صفت جس کا آج ذکر کیا جائے گا، وہ صفتِ رحمت ہے۔ خطبہ میں ایک آیت پڑھی جس

میں اللہ رب العزت نے فرماتے ہیں:

وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ؕ (سورۃ الأعراف:156)

ترجمہ: ''اور جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے، وہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے''۔

اللہ کے غضب پر بھی اللہ کی رحمت حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین بنایا۔ اور اللہ ربّ العزّت کی چاہت یہ ہے کہ اپنی رحمت کی وجہ سے میرے سارے بندے ہی جنت میں جائیں۔ خواہ اپنے نمبروں سے پاس ہو کر چلے جائیں تو بہت اچھا، نہیں تو پروموٹڈ ہی چلے جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے۔ ایک جملہ یاد رکھیے گا کہ اللہ ربّ العزّت نے اپنے بندوں کو ثواب کے لیے پیدا کیا ہے، عذاب کے لیے نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ہماری سوچوں سے بھی زیادہ ہمارے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت

حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تھی کہ اے داوٗد! میرے اُن بندوں اور اُن نوجوانوں سے کہہ دو جو میرے در کو چھوڑ کر بے حیائی اور بے دینی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ جو نامحرم کے ساتھ رابطے کی اور اِدھر اُدھر کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور دین کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کو توڑ کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ میں ان سے کتنی محبت کرتا ہوں، اور واپسی کے لیے ان کے انتظار میں ہوں کہ کوئی کب توبہ کرے اور کب واپس آئے۔ اگر ان نافرمانوں کو یہ پتا چل جائے کہ میں کتنی محبت کے ساتھ ان کی واپسی کا انتظار کرتا ہوں، اور کتنا ان کے گناہ کا چھوڑنے کا منتظر ہوں تو مجھ سے ملنے کے لیے ان کے دل پھٹ جائیں گے، کلیجے پھٹ جائیں گے۔

يا داود! هذه إرادتي بالمدبرين عني، فكيف بالمقبلين عليَّ؟ (الإحياء للغزالي)

ترجمہ: ''اے داؤد! جب میں نافرمانوں سے اتنی محبت کرتا ہوں تو فرماں برداروں سے کتنی محبت کرتا ہوں گا؟''

خلاصۂ مجلس

آج کی اس مجلس میں دو باتیں بیان کی جائیں گی:

1. رحمت کا وہ معاملہ جو اللہ تعالیٰ کا ہم سے ہے۔
2. رحمت کا وہ معاملہ جس کا تقاضا ہم سے ہے۔

بندوں سے تقاضا

اللہ ربّ العزّت کی رحمت کا ہم سے کیا تقاضا ہے؟ اس کی رحمت کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم آپس میں رحمدلی سے پیش آئیں۔ حضور پاک ﷺ نے بھی اپنی اُمت کو یہ بات سمجھائی ہے۔ آج ہم اللہ سے مانگتے ہیں کہ اللہ! رحمت والا معاملہ فرمایئے، ہم پر رحم کیجیے۔ زبان سے مانگتے ہیں، اچھی بات ہے۔ مانگنا ہے، مانگتے رہیے۔ لیکن ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کھینچنے کا مقناطیس کیا ہے؟ یہ دل کے کانوں سے سنیے۔

رحمتِ الٰہیہ کو کھینچنے کا مقناطیس

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ ربّ العزّت بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔ (صحیح مسلم: رقم 2319)

ہم ایک طرف تو ہاتھ اٹھا کر اللہ سے مانگتے ہیں کہ اللہ! رحم فرما، اور دوسری طرف اپنی بیوی کو ٹف ٹائم دیا ہوا ہوتا ہے، وہ ناک رگڑ رہی ہوتی ہے۔ اس کو اجازت

نہیں ہوتی کہ وہ اپنے والدین سے زیادہ رابطے رکھے۔ اگر ساس ہے تو بہو کو ٹف ٹائم دیا ہوا ہے۔ نند ہے تو بھاوج کو ٹف ٹائم دیا ہوا ہے۔ اور اگر بہو ہے تو اس نے گھر میں کچھ ایسے طریقے اپنائے ہوئے ہیں کہ دوسرے کے ساتھ سختی کی ہوئی ہے۔ ایک طرف یہ معاملہ ہوتا ہے اور دوسری طرف ہاتھ اٹھائے ہوتے ہیں کہ اللہ! رحمت فرما۔ ہم جب دوسروں کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ نہیں کریں گے تو ہمارے ساتھ بھی رحمدلی کا معاملہ نہیں ہوگا۔ ہمیں دوسروں کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرنا ہوگا۔ اسی رحمدلی کا ہم سے تقاضا ہے، اور اس کے بغیر ہم اچھی زندگی گزار بھی نہیں سکتے۔ پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے ہمیں اس صفت کی ضرورت ہے۔ جس کے اندر رحمت کی صفت نہ ہو، جو دوسروں کے ساتھ رحمت کا معاملہ نہ کرتا ہو، اپنے گھر والوں کو اور رشتہ داروں کو ٹف ٹائم دیتا ہو، ناک رگڑواتا ہو، دوسرا معافی مانگنے آئے اور یہ کہے کہ نہیں کرتا معاف، بہو معافی مانگ رہی ہے لیکن ساس کہتی ہے کہ معاف نہیں کروں گی۔ بعض گھروں میں ایسا بھی ہے کہ بہو کو فریج کھولنے کی اجازت بھی نہیں ہے، بغیر پوچھے کچھ لے بھی نہیں سکتی۔ بعض گھروں میں ایسا ہے کہ نو سال تک اپنے والدین کے ہاں جانے نہیں دیا۔ اگر ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ سختی والا معاملہ کریں گے تو ہمارے ساتھ رحمت والا معاملہ ہونا مشکل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ کھلا بتایا ہے۔ اور اگر یہ رحمت اور شفقت ہمارے اندر نہ ہو تو پھر ہمارا معاملہ کیا ہوگا؟ حدیث شریف سن لیجیے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

بدبختی کی ابتدا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے

ہوئے سنا کہ شفقت اور رحمت بد بخت لوگوں سے چھین لی جاتی ہے۔

(سنن الترمذي: باب ما جاء في رحمة المسلمين)

یعنی جن کے اندر شفقت اور رحمت ہے وہ خوش بخت لوگ ہیں۔ اور ایمان کی چیکنگ کا پیمانہ بتایا کہ تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت اور رحم لی کا معاملہ نہ کرو۔ (صحیح مسلم: رقم 54)

میری مخلوق پر رحم کرو

ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا، رحم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مکارمِ اَخلاق للطبرانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنْ كُنتُمْ تُرِيدُونَ رَحْمَتِي فَارْحَمُوا خَلْقِي. (مکارم الأخلاق للطبراني: رقم 41)

ترجمہ: ''اگر تم مجھ سے میری رحمت چاہتے ہو تو تم میری مخلوق پر رحم کرو''۔

مخلوق کا لفظ عام ہے اس میں ہر کوئی آ گیا۔ انسان بھی آ گئے، جانور بھی آ گئے۔ اگر تم مجھ سے رحمت کے طلبگار ہو تو تم زمین والوں پر رحم کرو، عرش والا تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی اہلِ زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

رحم لی سے دخولِ جنت

بھئی! ہم میں سے ہر ایک ہی جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم سب کس وجہ سے داخل ہو سکیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایمان لاؤ، اور تم کامل ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپس میں

محبت کرو۔ (صحیح مسلم: رقم 54)

اللہ بھی رحیم، نبی کریم ﷺ بھی دونوں جہانوں کے لیے رحمت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رحمت کرنے والے، تمام انبیاء علیہم السلام رحمت کرنے والے، اللہ والے رحیم و کریم۔ تو جتنے لوگ رحمت و شفقت والے ہوں گے وہ سارے جنت میں ہوں گے۔ ان لوگوں کے ساتھ کسی شقی القلب کا کیا کام؟ وہ کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ کوئی سخت دل، پتھر دل کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ جس کو کسی کی تکلیف نہ رُلائے، جو کسی کے غم میں نہ تڑپے۔ دو طرح سے معاملہ ہوگا: یا تو وہ توبہ کرکے، دل کو نرم کرکے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ نہیں تو ایسے دل کو پگھلانے کے لیے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ پھر اس کی ساری سختی وہاں ختم ہو جائے گی، پھر ایمان کی برکت سے جنت میں داخلہ مل ہی جائے گا۔

تین قسم کے اہلِ جنت

حضرت عیاض مجاشعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنت تین طرح کے لوگ ہیں:

1 ایسا سربراہ جو عدل قائم کرنے والا، صدقہ دینے والا اور جسے خیر کی توفیق ملی ہو۔

سربراہ سے مراد جو اپنے علاقے، شہر کا ذمہ دار ہو۔ یا گھر کا سربراہ، یا کسی ادارے کا سربراہ، یا کچھ بھی اختیار والا شخص جس کے ماتحت میں لوگ کام کرتے ہوں۔ جب اس میں مذکورہ تین صفات ہوں گی تو وہ جنتی ہے۔

- اپنے ماتحتوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لینے والا۔ رشتہ داری کی بنیاد پر، تعلقات کی بنیاد پر کسی کو ترجیح دے کر کسی اور کا حق نہیں دباتا۔
- اللہ پاک کے راستے میں صدقہ دینے والا۔ اللہ پاک کو سخی پسند ہے۔

❁ جسے منجانب اللہ بھلائی کے کاموں کی، نیکی کی کاموں کی توفیق ملی ہوئی ہو۔

2 ایسا شخص جو رحم کرنے والا، نرم دل ہو رشتہ داروں کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے۔

کیا بیوی رشتہ داروں میں نہیں ہوتی؟ پھر اس کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ بات سمجھنے کی ہے۔ اسی طرح بچے، والدین، بھائی بہن جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ہم خون کا قطرہ قطرہ بہا دیں گے، مگر ایک ایک پائی وصول کریں گے۔ بھئی! سب پر رحمت کرنی پڑے گی اگر جنت چاہیے۔

3 ایسا شخص جو پاک دامن، پاکیزہ اخلاق والا، اور کثیر العیال ہو۔

بعض اوقات انسان کے پاس غربت ہوتی ہے، حالات صحیح نہیں ہوتے، اولاد بھی بہت ہوتی ہے، مگر وہ اس وقت گناہ میں ملوّث نہیں ہوتا، کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ اس وقت بھی وہ اپنی پاک دامنی کو برقرار رکھتا ہے۔ ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں۔ (صحيح مسلم: رقم2865, باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار)

وہ ہم میں سے نہیں

ایک حدیث دل کے کانوں سے سنیے کہ رحمت اور شفقت ہمارے لیے کتنی ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، اور بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: رقم1919)

ایک صحابی تھے حضرت اَقرع بن حابس رضی اللہ عنہ۔ وہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے ہیں، سینے سے لگا رہے ہیں، ان کے ساتھ محبت سے پیش آ رہے ہیں۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہا: میرے دس بیٹے

ہیں، میں نے تو کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح بخاری: رقم 5997)

بچوں کے ساتھ بھی رحمت ومحبت والا تعلق ہو۔ اور بڑوں کے ساتھ ادب واخلاق والا رویہ ہو۔ لوگوں کا دل گواہی دے کہ یہ رحیم وکریم ہے۔

محبت کا پیکر

صرف انسانوں کے ساتھ ہی نہیں، ہمارے نبی ﷺ تو جانوروں کے ساتھ بھی رحمت کرنا بتلا گئے ہیں، اور خود عملاً کر کے بھی دکھا گئے۔ جو دین اتنا خوبصورت ہو، اتنا پیارا ہو کہ جانوروں کی حق تلفی بھی اس میں رَوا نہیں۔ غور کیجیے کہ جو دین کسی جانور کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا، ان کے ساتھ محبت ورحمت والا معاملہ رکھنے کی ترغیب دیتا ہو، ایسے دین پہ چلنے والا بلاوجہ کسی کو کیسے جان سے مار سکتا ہے۔ مدارس میں تو یہ محبتیں سکھائی جاتی ہیں، رحمت سکھائی جاتی ہے، ایک دوسرے کے لیے جان دینا، اِیثار اور قربانی سکھائی جاتی ہے۔ کوئی کامل ایمان والا جس نے مدرسوں میں پڑھا ہوا ہو، اللہ والوں کی صحبت اُٹھائی ہو، دین کے ماحول میں رچا بسا ہو، وہ کسی کو تکلیف دے دے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے نیک دل لوگ تو چڑیا نہیں مار سکتے۔ اس دین میں تو بلاوجہ چڑیا مارنے کی بھی اِجازت نہیں دی۔ شکار کرنے کے بھی اُصول اور آداب بتائے ہیں۔ کوئی مقصد ہے؟ تم نے اس کو کھانا ہے؟ ٹھیک ہے، تم شکار کر سکتے ہو۔ لیکن اگر خالی اپنا نشانہ ہی سیٹ کرنا ہے تو شریعت میں کوئی اجازت نہیں ہے کہ تم جانور کو مارو، کسی پرندے کو مارو۔ نشانہ سیٹ کرنا ہے تو کسی بے جان چیز پہ مشق کرو۔ ہاں! اگر پرندہ شکار کر کے، حلال کر کے سنت کے مطابق مارنا ہے، شریعت کے مطابق اس کو کھانا ہے تو اِسلام میں

اس بات کی گنجایش ہے۔ اس کے علاوہ شکار بازی کھیلنا ہے تو شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

جانوروں کو اچھا کھلاؤ پلاؤ

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے اُونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ اس کی پیٹھ سے لگ رہا تھا یعنی بہت کمزور ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اِن گونگے جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر سواری بھی ٹھیک انداز سے کرو، اور انہیں کھلاؤ پلاؤ بھی ٹھیک انداز سے۔

(سنن ابی داود: رقم 2548)

ایک دبلا پتلا جانور نظر آیا تو قیامت تک جانور رکھنے والوں کو نصیحت کر دی کہ ان کی غذا کا خیال رکھو۔ جو شریعت جانور کا خیال رکھنے کو کہے، وہ گھر کے اندر ایک چھت کے نیچے رہنے والوں کا خیال رکھنے کو کیا نہیں کہے گی؟ کیا ہم بیوی سے نہ پوچھیں کہ آج آپ نے کیا کھایا؟ اس میں کیا برائی ہے؟ کیسے حالات ہیں؟ پھر ہمارا کیا تعلق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ گھر والوں، اہل و عیال کا خیال رکھیے۔ اس میں بہت زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

چھری پہلے تیز کرو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی بکری کو لٹا کر چھری تیز کر رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور اس سے کہا کہ کیا تم اس طرح جانور کو موت سے پہلے موت دے رہے ہو۔ تم نے اسے لٹانے سے پہلے چھری تیز کیوں نہیں کر لی؟ (مستدرک حاکم: رقم 7563)

یعنی کیوں اسے اتنی تکلیف دیتے ہو۔ جب ذبح کرنا ہے تو پہلے ہی سے تیز چھری کا انتظام کیا جائے۔ جانور کے سامنے ایسا نہ کیا جائے۔ دیکھیے! یہ دینِ اسلام کی خوب صورت تعلیمات ہیں۔ اللہ أکبر کبیرا!

چڑیا نما پرندے کی بے چینی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے آگے بڑھ گئے۔ اس وقت ہمیں چڑیا نما پرندے کا گھونسلہ نظر آیا جس میں اس کے دو بچے یعنی چوزے تھے، اور وہ چڑیا خود موجود نہیں تھی۔ ہم نے اس کے بچوں کو اٹھا لیا۔ چڑیا نے آکر دیکھا کہ بچے موجود نہیں ہیں۔ اس نے نظر دوڑا کر معلوم کر لیا کہ اس کے بچے ہمارے پاس ہیں۔ چناں چہ وہ ہمارے قافلہ کی طرف آئی اور التجا کے انداز میں بہت زیادہ پروں کو پھڑ پھڑانے لگی۔ اسی دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بے چینی کو دیکھ کر سمجھ گئے تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا.

(سنن أبي داود: رقم 5268، باب في قتل الذر)

ترجمہ: ''کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ بھی رحمت والا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جانوروں پہ رحمت کرنا واجب کے درجہ میں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس پر کچھ بات ہی نہیں۔ کچھ پوچھ گچھ ہی نہیں۔

چھری پھیرتے وقت رحم کرنا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ذبح ہونے والے جانور پر رحم کرے گا اگرچہ چھوٹی سی چڑیا ہی ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحم کرے گا۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم 7915)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں چھوٹی چڑیا کا ذکر آیا ہے۔ جب اتنی چھوٹی چڑیا کو ذبح کرتے وقت آدمی رحم کرے گا، اور اس پر رحم کرنا اللہ کی رحمت کو مستلزم ہے، اللہ کی رحمت کو کھینچنے والی ہے تو اندازہ کرلیا جائے کہ جو اس چڑیا سے بڑھ کر ہو خصوصاً انسان، اس پر رحم کرنے والا کتنا زیادہ اللہ کی رحمت کے قریب ہو جائے گا۔ اس لیے چھری پھیرنے سے پہلے اسے تیز کرنی ہے تا کہ اسے تکلیف نہ ہو۔ جس وقت جانور کو ذبح کرنے کے لیے لایا جائے تو اس کو گرا کر چھوڑ نہ دے، بلکہ لٹاتے ہی اس کو ذبح کیا جائے۔ جس کے اندر رحمت وشفقت کا مادّہ نہیں ہے وہ تو بے رحم انسان ہے۔ اور بے رحم انسان کو اسلام کے اُصولوں اور ترتیب کا کوئی پتا نہیں ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگتے ہیں تو ہمیں آپس میں بھی رحمت والا معاملہ کرنا ہوگا۔ دل میں دوسروں کے لیے نرمی پیدا کرنی ہوگی۔ دل میں جو یہ خیال آتا ہے کہ میں اس سے بدلہ لے کر رہوں گا، اس کے ساتھ میں ایسا کروں گا کہ نسلیں یاد کریں گی۔ اگر ہمارے دل میں کسی کے لیے ایسے جذبات ہوں تو ہم پر اللہ کی رحمت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ مؤمن تو ہر ایک کے لیے نرم دل ہوتا ہے، رحم دل ہوتا ہے۔ دین سراسر خیر خواہی ہے۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ بنیں۔ بغیر خیر خواہی کے مؤمن مکمل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ وہ پسند ہے جو اس کے کنبہ کو نفع پہنچائے۔ (معجم کبیر للطبرانی: 86/10)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (کنز العمال: 201/8، کتاب المواعظ والرقاق)

ہمیں کیا فکر ہوتی ہے 24 گھنٹے کہ ہمیں کچھ مل جائے اور یہاں تو دوسروں کو نفع پہنچانے کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ کے ہاں پسندیدگی کا معیار کیا ہے؟ وہ شخص جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ کس طرح نفع پہنچائے؟ اگر عالم ہے تو اپنے علم سے نفع پہنچائے، اگر مالدار ہے تو اپنے مال سے نفع پہنچائے، اگر ڈاکٹر ہے تو اپنے طب اور حکمت سے نفع پہنچائے۔ کوئی بھی حلال پیشہ اس لیے اختیار کیا جائے کہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گے۔ جنت تو مل گئی ان شاء اللہ۔ معاملات تو نیت کے ساتھ ہیں۔ بس ہم نفع پہنچانے والے بنیں۔

بروں میں اچھے لوگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا میں تمہارے برے لوگوں میں سے تمہارے اچھے لوگ نہ بتا دوں؟ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی۔ ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ آپ ہمارے بروں میں سے اچھے لوگ بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید رکھی جائے اور

جس کے شر سے مامون (بے خوف) رہا جائے۔ اور تم میں بدتر یا برا وہ ہے جس سے نہ بھلائی کی اُمید رکھی جائے اور نہ ہی اس کے شر سے مامون (بے خوف) رہا جائے۔
(سنن ترمذی: رقم 2194)

ہر ہر آدمی اپنے اپنے بارے میں سوچے کہ لوگ مجھ سے امن میں ہیں یا بیزار ہیں؟ اور لوگ مجھ سے کیسی اُمید رکھتے ہیں؟ اگر لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہ آدمی بھلائی کرنے والوں میں سے ہے، تب تو ٹھیک ہے، ورنہ فکر کی ضرورت ہے۔ اور اپنا محاسبہ کریں کہ کیا لوگ میرے شر سے محفوظ ہیں، مجھ سے امن میں ہیں۔ اگر ہم ایسے ہیں شریعت کے ماننے والے، دوسروں کو بھلائی پہنچانے والے تو اللہ کے پسندیدہ ہیں الحمدللہ۔ اور اگر نہیں تو پھر محنت کی ضرورت ہے۔ اور بھلائی کا پھیلانا یہ بھی ہے کہ کسی کو اچھا مشورہ دو، کسی کے رازدان بن جاؤ۔ شر نہ پھیلاؤ۔ بہت سارے معاملات میں اس حدیث کو اپنے اندر لانے اور اپنانے کی کوشش کریں۔ اس مقام پہ آنے کی کوشش کریں کہ لوگوں کو ہم سے بھلائی کی امید ہو، اور سارے لوگ شر سے محفوظ رہیں۔ ان کو یقین ہو کہ یہ بندہ تنگ نہیں کرے گا۔ ہمیں اس مقام کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے۔ اللہ ہمیں ایسا بنا دے۔

خیر خواہی

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 55)

جہاں خیر خواہی ہوگی وہاں دین ہوگا، اور جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی۔ اگر کسی کے اندر دوسروں کے لیے خیر خواہی نہیں ہوگی پھر اس کے اندر دین بھی نہیں ہوگا۔

دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے قائم کرنے، اور زکوۃ کے ادا کرنے پر، اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے (کہ ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کریں گے، کسی کے لیے بُرا نہیں چاہیں گے)۔ (صحیح بخاری: رقم 57، صحیح مسلم: 56)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا خریدنا

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تین سو درہم میں ایک گھوڑا خریدا۔ پھر اس سے کہا کہ تیرا یہ گھوڑا تو تین سو درہم سے زیادہ کا ہے، کیا تم اسے چار سو درہم کا بیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ آپ کی مرضی۔ چناں چہ آپ نے سو درہم زیادہ کر کے دے دیے۔ اس کے بعد پھر مذکورہ بات کہی اور سو روپے مزید دے دیے۔ اس طرح کرتے کرتے آٹھ سو درہم اس کے حوالے کر دیے اور گھوڑا لے لیا۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ اس بات پر بیعت کی ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنی ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ: رقم 4967)

کیا فرما رہے ہیں حضرت جریر رضی اللہ عنہ؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا، اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔

دوسروں کو بھلائی پہنچانے کا مقصد یہ ہے کہ سو فیصد ہمیں بھی اللہ ربّ العزّت بھلائی نصیب کرے گا۔ لوگوں کو اُمید ہو کہ جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو انہیں سو فیصد امن ملے گا، بھلائی ملے گی۔ وہ شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ یقین لوگوں کا ہمارے بارے میں بن جائے، یہ گمان بن جائے، یہ محنت کرنی ہے اپنے اوپر۔ معاشرہ اور ہمارا گھر تب ہی ٹھیک

ہوگا۔اگر ہم اپنے اندر غور کریں تو ہم اس کسوٹی میں فیل ہیں کہ میرے خاندان والے، میرے گھر والے، میرے محلے والے، میرا کوئی بھی تعلق والا میرے پاس آئے اور کسی کو امید ہو کہ میرے پاس آکر اسے خیر ملے گی، شر نہیں ملے گا۔ یہ تو وہ معاملہ ہے جو اللہ ہم سے چاہتے ہیں۔اب بات کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا معاملہ ہے؟

اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں

اللہ پاک کتنے رحیم وکریم ہیں۔ واقعی اللہ پاک نے اپنے بندوں کو ثواب دینے کے لیے پیدا کیا ہے، عذاب کے لیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ میرے سارے بندے جنت میں جائیں۔ اس کے لیے اللہ پاک نے کچھ اُصول بنائے ہیں جو رحمت ہی رحمت ہیں۔ پورا دینِ اسلام رحمت ہی رحمت ہے۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے رحمت کے 100 حصے کیے ہیں، 99 حصے اپنے پاس رکھے صرف ایک حصہ زمین پر اُتارا۔ اور اس ایک حصے کا اثر یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان محبت ورحمت ہے، یہاں تک کہ گھوڑا بھی اپنے بچے کے بارے میں خیال کرتا ہے اور اپنے پاؤں کو اس طرح اُٹھاتا ہے کہ اس کے بچے کو ضرر (نقصان) نہ ہو۔ (صحیح بخاری: رقم 5654)

جتنے انسان ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان، اور تمام جاندار جو آپس میں محبت کرتے ہیں، یہ سارے اس ایک فیصد کی تقسیم کی بدولت ہے۔ 99 فیصد حصے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ اکثریت اس ایک کو بھی پانے سے بہت دور ہے۔ ماں اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتی ہے۔ کوئی ماں نہیں چاہتی کہ اس کی اولاد آگ میں جلے۔ ماؤں کو جتنی محبت ملی چاہے جانوروں کی ماؤں کو، یا انسانوں کی ماؤں کو یہ صرف ایک فیصد کی تقسیم کی بدولت، 99 ابھی الگ ہیں۔ ایک فیصد کی تقسیم کا اثر کافروں کو بھی ملا۔

وفاداروں کو بھی ملا اور غداروں کو بھی ملا۔ عاشقوں کو بھی ملا اور نفرت کرنے والوں کو بھی ملا۔ جب یہ ایک فیصد 99 فیصد سے جا کر مل جائے گا تو پھر صرف ایمان والوں کا حصہ ہوگا، اس میں کسی کافر کا حصہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنی رحمتوں سے نوازے اور محرومی سے محفوظ فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حصہ اول

سلام کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَا دِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْہَآ اَوْ رُدُّوْہَا ط (النساء:86)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

قوموں کے کلماتِ ابتدائیہ

ہر قوم میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب لوگ آپس میں ملتے ہیں تو کچھ ابتدائی کلمات ادا کرتے ہیں۔ انگریز جب ملتے ہیں گڈ مارننگ اور گڈ ایوننگ کے الفاظ بولتے ہیں۔ ہندو جب ملتے ہیں تو نمستے اور اس طرح کے الفاظ ادا کرتے ہیں۔ اور عربوں میں نبی

کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب حضرات حُيِّيتَ صَبَاحًا وَ حُيِّيتَ مَسَاءًا (تم صبح وشام جیتے رہو) کہتے تھے، یایوں کہتے تھے أَنْعِمْ صَبَاحًا (تمہاری صبح اچھی ہو)۔لیکن جتنے بھی کلمات ہیں، کسی بھی قوم کے ہیں، سب نامکمل ہیں۔ سب جزوی طور پر ہیں، کامل نہیں ہیں۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانوں میں انسانیت کی روح پھونکی ہے، اور انسانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے کہ کس طرح ایک دوسرے سے ملنا ہے۔ وہ الفاظ اور کلمات سکھائے ہیں جو انسانوں کی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہیں۔ فرمایا کہ جب آپس میں ملو تو السلام علیکم کہو، دوسرا وعلیکم السلام کہے۔ یہ ملاقات کے بہترین بول ہیں۔ اسے کہتے ہیں سلام کرنا۔ آج سلام کرنے کے بارے میں چند باتیں بیان کی جارہی ہیں ان کو توجہ سے سنیں، اپنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں گے۔

سب سے پہلے سلام کرنے والے صحابی

اس اُمت میں سب سے پہلے کس نے نبی ﷺ کو سلام کیا تھا؟ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ. (صحیح مسلم: باب فضائل أبي ذر رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''سب سے پہلے میں نے حضور پاک ﷺ کو اسلام کی ہدایت کے مطابق سلام کیا تھا''۔

چلیں! ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس اُمت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو سلام کرنے والے صحابی کا نام بتایئے؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کی تعلیم

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا اور ان کے اندر روح ڈالی تو انہیں چھینک آئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں الحمد للہ کہنا سکھایا، اور خود جواب میں اُن سے فرمایا: تیرا رب تجھ پر رحم کرے۔ (چھینک پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کی سنت بنی آدم میں اللہ تعالیٰ نے جاری فرما دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے پر کچھ حقوق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چھینکنے والے مسلمان کے جواب میں یرحمک اللہ کہو۔ (صحیح بخاری: رقم 1240، صحیح مسلم: رقم 2162) اور کتنی پیاری بات ہے کہ یہ وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے کیا)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ فرشتوں کی اُس جماعت کے پاس جائیں اور ان کو جا کر کہیں: السلام علیکم۔ حضرت آدم علیہ السلام گئے اور جا کر ملائکہ کو سلام کیا، فرشتوں نے جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت آدم علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! یہ آپ کا اور آپ کی اولاد کا ملنے جلنے کا طریقہ ہے یعنی سلام کرنا۔ (البدایہ والنہایہ: ص200)

سلام کا معنیٰ

لفظِ سلام اللہ تعالیٰ کے مشہور 99 ناموں میں سے ایک ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بے شمار نام ہیں، یہ 99 نام ایک جگہ ہیں اس لیے مشہور ہیں ورنہ اللہ پاک کے صفاتی نام تو بہت ہیں جن کی گنتی بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر چیز بے حساب ہے سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں۔ اُس کے پیارے پیارے ناموں میں سے ایک نام ہے اَلسَّلَامُ۔ اس کا مطلب ہے ''اَمن''۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ایک نام

ہمیں عطا کیا اور فرمایا کہ دیکھو! آپس میں اس کو اختیار کرو، تم بھی امن میں، حفاظت میں آجاؤ گے۔ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دیا کرو۔ مختلف قوموں کے مختلف انداز ہیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے الگ تشخص عطا فرمایا ہے السلام علیکم، وعلیکم السلام۔ اس کے اندر کیا حکمتیں ہیں؟ ہم تو اتنا سمجھتے ہیں کہ یہ دعائیہ کلمات ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ اس کی حکمتوں کو جاننے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اہتمامِ عمل نصیب فرمائے۔

سلام کی حکمتیں

سلام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ''معارف القرآن'' میں مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ السلام علیکم کے اندر 1 ذکرِ خدا بھی آجاتا ہے۔ 2 تذکیر یعنی یاددہانی بھی آجاتی ہے۔ اور 3 اپنے مسلمان بھائی کے لیے اظہارِ تعلق کا طریقہ ہے۔ 4 اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا ہے۔ 5 سلام ایک معاہدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ تم مجھ سے امن میں آگئے، میں تمہارا برا نہیں چاہوں گا، کیوں کہ تم مجھ سے امن میں آگئے ہو۔ سلام کرنا چھوٹی چیز نہیں ہے۔

انسان کسی کو قول دے دے کہ دیکھو! تم اطمینان رکھو تم مجھ سے اَمن میں آگئے۔ اس معنی کو ذہن میں رکھتے ہوئے پہلے لوگوں کی ایسی کیفیت ہوگئی تھی کہ جب کوئی اجنبی ملتا اور سلام نہ کرتا تو خوف کی حالت ہوجاتی کہ یہ میرے ساتھ کوئی دشمنی نہ کرے۔ اور جب کوئی اس سے سلام ودعا کرلیتا تو خوش ہوجاتے، اطمینان میں آجاتے کہ اب میں اس سے اَمن میں ہوں، یہ میری غیبت نہیں کرے گا، یہ میرا برا نہیں چاہے گا، میرے جانے کے بعد میری پیٹھ میں خنجر نہیں گھونپے گا۔ یہ سلام کا واضح مفہوم ہے۔

تمام اقوام کے جو بھی کلمات ہیں وہ جزوی معنیٰ رکھتے ہیں۔ گڈ مارننگ صبح کی بات ہو گئی۔ گڈ ایوننگ شام کی بات ہو گئی۔ لیکن سلام کامل معنیٰ رکھتا ہے۔ دینِ اسلام کی تعلیمات بہت خوبصورت ہیں۔

السلام قبل الکلام

ملاقات کی ابتدا سلام سے کرنی چاہیے۔ اس کا اُصول کیا ہے؟ اس کا اُصول یہ ہے کہ سلام پہلے، کلام بعد میں چاہے جب بھی کسی سے ملاقات ہو۔ ترمذی شریف میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ. (سنن الترمذي: باب ما جاء في السلام قبل الكلام، رقم 2699)

ترجمہ: ''گفتگو سے قبل سلام ہے''۔

جو سلام کثرت سے کرتا ہے اس کی نیکیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ محنت کوئی نہیں، خرچہ کوئی نہیں، کوئی نقصان نہیں ہوتا کہ جی! پیسے کم ہو جائیں گے۔ بس اہتمامِ عمل چاہیے۔

جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اپنے گھروں میں (نفل) نماز پڑھا کرو، اور گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ (صحیح بخاری: رقم 422)

نفل نماز گھر میں ادا کرنے سے گھر میں بھلائیاں زندہ ہوں گی۔ اس لیے نفل نماز کا اہتمام ہو۔ فرض نماز مسجد میں اور نفل نماز گھر میں ادا کریں۔ تہجد، اوّابین، چاشت، صلاۃ الحاجات وغیرہ۔ اِن کے اہتمام سے گھروں میں بھلائیاں آئیں گی۔ میوزک اور ٹی وی سے بھلائیاں نہیں آئیں گی۔ کوئی مان لے تو ٹھیک ہے، نہ مانے تو قبر میں جا کر ہی مان ہی لے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ وہاں جاتے ہی کہے گا کہ اللہ! مجھے ایک دن کے لیے واپس بھیج دیجیے، میں گھر کو پاک کرتا ہوں، مگر پھر موقع نہیں ملے گا۔ یہ بات اہتمامِ عمل پر ضمنی طور پر آ گئی۔

سلام کے فضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس! میری اُمت کے جس فرد سے بھی ملاقات ہو اسے سلام کرنا (چاہے تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو) اس سے تمہاری نیکیاں بڑھیں گی۔ (مسند ابی یعلی: رقم 4231)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی بات جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی، وہ یہ ہے: اے لوگو! سلام کو رائج کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، اور جنت میں سہولت اور آرام سے داخل ہو جاؤ۔

(سنن ترمذی: رقم 2485)

سلام کو عام کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، تہجد کی نماز پڑھنا فرمایا کہ یہ تین کام کر لو اور مزے مزے سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلا دیجیے کہ اگر میں اسے کر لوں تو (براہِ راست) جنت میں چلا جاؤں (یعنی جنت اور میرے بیچ کوئی رکاوٹ نہ ہو)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام کو پھیلاؤ، اور خوش کلامی اختیار کرو، اور صلہ رحمی کرو، اور رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔

(مسند احمد: رقم 10399، 252/16)

خوش کلامی کسے کہتے ہیں؟ ہماری زبان پر گالی نہ ہو، نرم کلام ہو، محبت والا کلام ہو۔ اپنی زبان کو ہم خود چیک کریں۔ بہت سے نوجوان بتاتے ہیں کہ گھر میں آتے ہی بیوی کو دیکھ کر پارہ چڑھ جاتا ہے۔ خوش کلامی ہر ایک سے ہو۔ بہت سارے لوگ گھر سے باہر خوش کلام ہیں، لیکن گھر میں ان کا ماحول بہت خراب ہے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ۔

اس لیے خوش کلامی ہر ایک سے ہو۔ اور کھانا کھلانا بھی سب کے لیے ہو، مطلب کے لیے نہ ہو کہ یہاں سے مجھے نفع کی اُمید ہے چلو! یہاں کھلا دو۔ اور یہ غریب ہے یہاں سے مجھے فائدہ کوئی نہیں اس کو چھوڑ دو۔ اور سلام بھی سب ہی کو کرنا ہے۔ اور کوشش کر کے رات کے آخری حصے میں اُٹھ کر تہجد پڑھیے، اُٹھنا مشکل ہے تو پڑھ کر سو جائیں پھر فجر کے لیے تو اٹھنا ہی ہے۔ ان شاء اللہ ان چار باتوں پر عمل کرنے سے سیدھا جنت میں پہنچنا آسان ہو جائے گا۔ کسی عمل پر کوئی خرچ بھی نہیں آئے گا، ہاں کھلانے پلانے پر خرچ ضرور آتا ہے، مگر حدیث شریف میں یہ نہیں کہا جا رہا کہ کسی کارنر پر جا کر برگر کھلائیں، بلکہ جو گھر میں حاضر ہے وہ کھلا دیں۔ تھوڑا سا پانی زیادہ ڈال دیں، شوربہ زیادہ بنالیں۔ اس لیے جنت میں جانا بہت آسان ہے اگر ہم ان باتوں پر عمل کر لیں۔

آپس کی محبت ایمان کا حصہ ہے

پھر جنت میں جانے کے لیے ایک چیز نبی کریم ﷺ نے بتائی ہے، وہ ہے آپس کی محبت۔ جن کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے غصہ ہو، بغض ہو، کینہ ہو، انتقام کے جذبات ہوں، یہ نہ اللہ کو پسند ہیں اور نہ نبی کریم ﷺ کو پسند ہیں۔ ایک حدیث سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے۔ اسلام محبتوں کا درس دیتا ہے، اور نفرتوں کو مٹاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں اس وقت تک نہیں داخل ہو گے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ، اور ایمان والے تم اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم ایسا کر لو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپس میں سلام کو رائج کرو۔ (صحیح مسلم: رقم 54، باب لا یدخل الجنۃ إلا المؤمنون)

معلوم یہ ہوا کہ مؤمن رَف اینڈ ٹف نہیں ہوتا، بلکہ سب سے محبت کرتا ہے اور اللہ

کے لیے کرتا ہے۔ یہ سب نفسانی شہوات اور انٹرنیٹ کی محبتیں یہاں مراد نہیں ہے۔ یہ محبتیں تو براہِ راست جہنم میں جانے کا ذریعہ ہیں۔ اپنے والدین سے محبت، چچا سے محبت، تایا سے محبت، خالہ سے محبت، قریبی تمام رشتہ داروں سے محبت، ایمان والوں سے محبت، محرم رشتے داروں سے محبت اور تعلق ہونا یہ اسلام نے ہمیں سبق دیا ہے۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ آپ کا کسی سے تعلق نہیں ہے۔ تعلقات میں کوئی خرابی ہے، کوئی گڑبڑ ہے۔ بس آپ اسے سلام کرنا شروع کر دیجیے ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔ آپ سلام کرتے رہیں، کرتے رہیں ان شاء اللہ دلوں کے اندر جو کینہ ہے، کمیاں ہیں وہ ختم ہو جائیں گی اور محبتیں بڑھ جائیں گی۔ اور محبت کے بغیر کوئی کامل ایمان والا ہو نہیں سکتا، اور بغیر ایمان کے جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ تو سلام کو اپنانا ہے اور ہر ایک کو سلام کرنا ہے جس سے تعلقات میں خرابی ہے اسے بھی، اور جس سے اچھے ہیں اسے بھی۔

تکبر کا توڑ

سلام کرنے سے ایک اور بہت بڑا فائدہ حاصل ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ. (مشکاۃ المصابیح: رقم 4666)

ترجمہ: ”سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے“۔

یہ تکبر کیا ہے؟ جس میں انانیت ہو۔ اچھا! انانیت کیا ہے؟ اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آپ جتنے بھی یہاں بیٹھے ہیں، یا اسپیکر کے ذریعہ، یا انٹرنیٹ پر آن لائن جہاں تک میری آواز جا رہی ہے تقریباً الا ماشاء اللہ سب کے دل کی آواز ہے کہ میں اپنے بھائی سے، فلاں فلاں سے تو بہتر ہوں۔ بیوی کہتی ہے میں شوہر سے بہتر ہوں، شوہر کہتا ہے میں بیوی سے بہتر ہوں۔ ہر آدمی اپنی جگہ یہی لے کر بیٹھا ہوا ہے، یہ تکبر ہے۔ اور اس کا

علاج سلام کرنا ہے۔ جو سلام میں پہل کرتا ہے، سبقت کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہے۔ جب تک دلوں میں تکبر ہو گا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے سینے میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (سنن ابی داؤد: رقم 4091)

اور ہم سب کہتے رہتے ہیں کہ تم مجھے جانتے نہیں ہو، دیکھ لوں گا اسے، کیا سمجھتا ہے مجھے۔ یہ تکبر ہے۔ اور تکبر کو ختم کرنے کے لیے کیا طریقہ کار ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمادیا کہ مسلمان کو چاہیے کہ سلام میں پہل کرے کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہو جاتا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ مجھے سلام کریں، جیسے خاوند گھر آئے تو اس کے دل کی تمنا یہ ہے کہ بیوی مجھ سے چھوٹی ہے وہ مجھے سلام کرے۔ میں کیوں کروں؟ دوکاندار ہے، مالک ہے۔ اپنی دکان اور کارخانے میں جاتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ ملازمین مجھے سلام کریں، میں کیوں کروں؟ میں تو بڑا ہوں۔ یہ تکبر کی علامت ہے۔ ہر ایک کو سلام کرنا ہے۔ اس معاملے میں چھوٹے بڑے کو نہیں دیکھنا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ تو گھر میں مسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے، اور پھر گھر والوں کو سلام کیا کرتے تھے۔ اس انتظار میں نہیں ہوتے تھے کہ گھر والے مجھے سلام کریں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپنائیں۔ گھروں میں محبتیں بڑھ جائیں گی۔

بلندیٔ درجات

اگر ہم نجات کا طریقہ چاہتے ہیں تو سلام میں پہل کریں، دنیا و آخرت میں ہر آفت اور مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سلام کو عام کرو تا کہ تم بلند رہو۔

(صحیح الترغیب والترھیب للألباني: رقم 2701)

یعنی تمہارا ذکر بلند ہو جائے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کو ہر ملاقات کے وقت سلام کریں۔ اور کتنا سلام کریں؟ نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ توجہ کے ساتھ اس بات کو سنیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں بیس مسلمانوں کو سلام کیا، پوری جماعت کو کیا یا تنہا لوگوں کو کیا، اور اس دن میں یا رات میں اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر جنت واجب ہے۔ (مجمع الزوائد: 12734)

ذرا سوچیں تو سہی کہ جنت میں داخلہ کتنا آسان ہے۔ اور بیس دفعہ سلام کا مطلب یہ نہیں کہ اکیس مرتبہ کسی کو سلام نہیں کرنا۔ مطلب ہر ایک کو سلام کرتے رہیں چاہے جاننے والا ہو یا نہ ہو، ہم سلام کرنے کی عادت بنائیں۔ آج ہماری کمزوری ہے کہ جاننے والوں کو تو سلام کرتے ہیں اور نہ جاننے والوں کو نہیں کرتے۔ ہم سلام کی عادت ڈالیں تو ان شاء اللہ العزیز جس دن موت آئی جنت واجب ہو جائے گی۔

شیخ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے اپنے دادا شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے۔ اور ہر ایک کو سلام کرتے تھے۔ 88 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرض الوفات کے وقت جو بھی ان کے پاس عیادت کے لیے آتا یہ انہیں سلام کرتے تھے۔ حتٰی کہ چھوٹے بچے بھی آتے تو ان کو سلام میں پہل کرتے۔ بہت مشکل سے ایسا ہوا ہو کہ کوئی ان کو سلام کرنے میں آگے ہو گیا ہو۔ ان کو تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کی یہ عادت تھی۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس عادت کو اپنائیں اور ہر ایک کو سلام کریں۔ جو روزانہ ہر

ایک کو سلام کرے گا اور عادت بن جائے گی تو مرنا تو ہے ہی، جب سلام کی عادت کے ساتھ مریں گے تو ان شاء اللہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ درجات بھی بلند فرمائیں گے۔

بہترین شخص

اچھا! لوگوں میں افضل کون ہے؟ آیا جس کا مال زیادہ ہے؟ یا بینک بیلنس زیادہ ہے؟ یا خوبصورت زیادہ ہے؟ یا اس کی گاڑی بڑی اچھی ہے؟ افضلیت اور بہترین ہونے کا معیار کیا ہے؟

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سلام میں پہل کرے وہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہتر ہے۔ (سنن ابی داوٗد: رقم 5197)

سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہے۔

سلام کا جواب دینا

اچھا! سلام کرنا تو سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ اور احناف یعنی ہمارے نزدیک جواب دینا واجب ہے، اور واجب کا چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں سلام کرے ہم اس سے ناراض ہیں۔ مثلاً بیوی ہے، بھائی ہے، کوئی اور کارخانے دار ہے، کوئی لین دین والا ہے، کوئی بھی کسی طرح کا ہمارا اس سے معاملہ ہے اور آج کل ناچاقی ہے، ساس بہو ہیں آپس میں ناچاقی ہے، اگر ہمیں کوئی آدمی سلام کر لے اور ہم جواب نہ دیں تو گنہگار ہوں گے چاہے ہماری اس سے ناراضگی ہے یا نہیں ہے۔ دیکھیں! سلام کرنے والے نے سلام کر لیا جواب دینا ہمارے اوپر واجب ہے۔

کبھی لوگ ناراضگی یا کسی اور وجہ سے جواب نہیں دیتے۔ جان لیجیے کہ سلام کا جواب نہ دینے والا متکبر ہے اور متکبر جنت میں نہیں جائے گا۔ دوسرا یہ کہ جواب نہ دینے والا قطع رحمی کر رہا ہے، اور قطع رحمی کرنے والا بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ اور تیسرا یہ کہ سلام کا جواب نہ دے کر گناہ کر رہا ہے اور گناہ سے توبہ ضروری ہے۔ تو کوئی ہمیں سلام کرے اس کا جواب دینا ضروری ہے چاہے اس سے کوئی ناراضگی ہے یا نہیں۔

خط کی سنت

اب انسان خط لکھتا ہے۔ خط لکھنا مسنون عمل ہے۔ اور آج کل بیشتر یہ سنت چھوٹی ہوئی ہے۔ بہر حال ہم ایس ایم ایس لکھتے ہیں، یا شادی کارڈ بنواتے ہیں جو کہ ایک خط کی مانند ہے، یا ویسے کوئی تحریر لکھتے ہیں تو اس میں کیا سنت ہے؟ اس کو سمجھ لیں۔

ابو نُعیم رحمہ اللہ نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اُن کے بیٹے کی وفات پر ایک تعزیت نامہ بھیجا۔ ساتھ میں یہ لکھا ہے کہ یہاں راوی کو ایک سہو ہوا ہے (یعنی اس سے بھول ہوئی ہے) کیوں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد ہوا ہے۔ تو یہ خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں، بلکہ کسی اور صحابی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ بہر حال اس کی ابتدا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے ہوئی۔ پھر سلام سے بات شروع کی۔ الفاظ یہ ہیں:

من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل (راوی کا سہو)

سَلَامٌ عَلَيْكَ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ. أَمَّا بَعْدُ : فَعَظَّمَ اللهُ لَكَ الْأَجْرَ ، وَأَلْهَمَكَ الصَّبْرَ ، وَرَزَقَنَا وَإِيَّاكَ الشُّكْرَ ، إِنَّ أَنْفُسَنَا وَأَهْلِيْنَا وَأَمْوَالَنَا وَأَوْلَادَنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللهِ الْهَنِيئَةِ وَعَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ ، يُمَتِّعُ بِهَا

إِلَى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ ، وَيَقْبِضُ لِوَقْتٍ مَحْدُوْدٍ ، افْتَرَضَ عَلَيْنَا الشُّكْرَ إِذَا أَعْطَى ، وَالصَّبْرَ إِذَا ابْتَلَى ، وَكَانَ ابْنُكَ مِنْ مَوَاهِبِ اللّٰهِ الْهَنِيئَةِ وَعَوَارِيْهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ ، مَتَّعَكَ بِهِ فِيْ غِبْطَةٍ وَسُرُوْرٍ ، وَقَبَضَهُ مِنْكَ بِأَجْرٍ كَبِيْرٍ ، اَلصَّلَاةُ وَالرَّحْمَةُ وَالْهُدَى ، إِنْ صَبَرْتَ احْتَسَبْتَ فَلَا تَجْمَعَنَّ عَلَيْكَ يَا مُعَاذُ خَصْلَتَيْنِ ، فَيَحْبِطُ لَكَ أَجْرَكَ فَتَنْدَمَ عَلَى مَا فَاتَكَ ، فَلَوْ قَدِمْتَ عَلَى ثَوَابِ مُصِيبَتِكَ عَلِمْتَ أَنَّ الْمُصِيبَةَ قَدْ قَصُرَتْ فِيْ جَنْبِ الثَّوَابِ ، فَتَنْجِزَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى مَوْعُوْدَهُ ، وَلْيَذْهَبْ أَسَفَكَ مَا هُوَ نَازِلٌ بِكَ ، فَكَأَنْ قَدْ . وَالسَّلَامُ .

یہ وہ تفصیلی تعزیتی خط ہے جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔

شارٹ کٹ کا رجحان

عام حالات میں جو چھوٹے چھوٹے ایس ایم ایس چل رہے ہوتے ہیں، اِن کے شروع میں پہلی مرتبہ میں تو السلام علیکم پورا لکھنا چاہیے۔ اور جیسا کہ آج کل یہ رجحان چل پڑا ہے کہ ہم ہر چیز میں شارٹ کٹ چاہتے ہیں۔ یہ فاسٹ فوڈ بھی اس لیے اتنا بڑھا ہے کہ گھروں میں محنت کی عادت نہیں رہی۔ اب السلام علیکم کی جگہ (ASA) لکھ دیتے ہیں۔ جزاک اللہ خیراً کی جگہ (JZ) لکھ دیتے ہیں۔ بھئی! یہ مناسب نہیں ہے۔ مفتی صاحبان فرماتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ باقی پورا مضمون لکھ دیا، اپنی ساری باتیں لکھ رہے ہیں بس السلام علیکم کو لکھتے ہوئے شارٹ کٹ کر دیتے ہیں۔ مفتیانِ کرام سب یہی فرماتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے السلام علیکم اردو میں لکھنا ہے تو پورا لکھیں، انگریزی میں لکھنا ہے تو پورا لکھیں۔ اے ایس اے لکھنا بہت بڑی بے ادبی

ہے۔اور جزاك الله خيرًا میں تو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام بھی شامل ہے، اسے جے زیڈ لکھ دینے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی بہت بڑی بے ادبی ہے۔ جزاك الله خيرًا پورا لکھا کریں۔ یہ دعا ہے اس میں کیوں بخل کریں؟ ہم جس کو محبت سے بہت کچھ لکھ رہے ہیں تو اس کو دعا دینے میں بخیل کیوں ہوتے ہیں۔ پوری دعا دیں تا کہ سلامتی نازل ہو۔غرض یہ کہ دعاؤں میں اور اسلامی تشخصات میں شارٹ کٹ سے اجتناب کیا جائے۔

بسم اللہ یا 786

اسی طرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی جگہ 786 لکھتے ہیں۔اب یہ جائز ہے یا ناجائز اس بحث میں ہم نہیں جاتے۔آپ سے اتنی بات پوچھ لیتے ہیں، اپنے دل سے پوچھیں کہ ایک آدمی پڑھتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور ایک آدمی پڑھتا ہے 786 تو آیا دونوں اجر و ثواب میں برابر ہوں گے؟ اگر ہم 786 کو رواج دیں اور جو بچے مدارس میں حفظ کرتے ہیں انہیں مخصوص نمبر یاد کرائیں پورا قرآن پاک ،کلمات در کلمات نہ پڑھائیں ،صرف ہندسے یاد کرا دیئے جائیں تو حافظ بننا دو منٹ کی بات ہے۔سارے ہی حافظ بن جائیں گے۔غور کیجیے کہ ہم کر کیا رہے ہیں۔میں نے پہلے عرض کیا کہ جائز ناجائز کا علما و مفتیان کرام سے پوچھیں۔ یہاں ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک آدمی نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی اور ایک نے 786 کہا تو کیا بہتر ہے؟ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

اب یہ خیال آتا ہے کہ جی! اگر ہم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پوری لکھ دی تو اگلا بندہ اِحترام نہیں کرے گا۔اب اگلے مسلمان بندے کے احترام نہ کرنے پر ہم یہ نہ لکھیں، یہ تو عجیب بات ہے۔ ہاں! اگر کسی غیر مسلم کو بھیج رہے ہوں تب یہ سوچیں۔لیکن اگر کسی مسلمان بھائی کو بھیج رہے ہیں پھر اس بات کا ہم خود بھی خیال رکھیں گے اور اس کو

بھی تلقین کر دیں کہ اللہ کا نام ہے اس کا خیال رکھو۔ تلقین کرنا، ترغیب دینا یہ بہتر ہے عمل کے چھوڑ دینے سے۔ اگر اسی طرح ہر کوئی کرتا رہے کہ بسم اللہ نہ لکھے تو قیامت تک اسلام کا کیا بنے گا؟ باقی معاملات کا کیا بنے گا؟ ہم دوسروں کی اتنی فکر نہ کریں، اپنی فکر میں آئیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہم اپنے عمل سے ترغیب کیا دے رہے ہیں۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق

مسلمانوں کے آپس میں کیا حقوق ہیں؟ مختلف حدیثوں کے اندر مختلف تعداد آئی ہے کہیں پانچ، اور کہیں چھ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1. جب تم کسی مسلمان سے ملو تو ایک حق یہ ہے کہ ملاقات کے وقت تم اسے سلام کرو۔ (بعض حضرات ایسے ہی شروع ہو جاتے ہیں کہ جی! آپ خیریت سے ہیں؟ اور سناؤ جی! بچوں کا کیا حال ہے؟ اِدھر اُدھر کی باتیں بہت کرتے ہیں اور سلام نہیں کرتے۔ سب سے پہلے سلام، پھر باقی بعد کی باتیں)
2. اگر وہ دعوت دے، تمہیں بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرو۔
3. اگر وہ تم سے نصیحت چاہے تو تم اسے نصیحت کرو۔
4. اگر کوئی مسلمان چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو تم یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہو۔
5. جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔
6. جب کوئی مسلمان انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو۔

(صحیح مسلم: باب من حق المسلم ردّ السلام، رقم 2162)

یہ مسلمان کے حقوق ہیں۔ان باتوں کا خیال کریں،اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کو بھلا بنادیں گے۔اور یہ سلام کرنا مکارمِ اخلاق میں سے ہے،ہم اس کو اپنانے کی کوشش کریں۔

کون کسے سلام کرے

بخاری شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، اور قلیل جماعت کثیر جماعت کو سلام کرے۔(صحیح بخاری: رقم 6232)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو جو طریقہ سکھایا ہے اُس میں ہر اعتبار سے خیر ہے۔ روحانی بیماریوں کا علاج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے میں ہے۔ جب گاڑی سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے گا تو اس کی اندر کی انانیت ٹوٹے گی۔ عموماً سوار شخص کیا سمجھتا ہے کہ لوگ مجھے سلام کریں، لیکن یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ عام پیدل چلنے والوں کو سلام کرے۔ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ ترتیب وجوبی ترتیب نہیں ہے۔یعنی اگر پیدل چلنے والے نے پہلے سلام کرلیا تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ بس آدمی کے دل میں یہ نہیں ہونی چاہیے کہ دوسرا مجھے سلام کرے، میں کیوں کروں؟

گھر والوں کا خیال رکھنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گھر والوں سے بہت محبت کا معاملہ ہوتا اور بہت خیال کرتے تھے۔ جب سب گھر والے جاگ رہے ہوتے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان اوقات میں آتے جب سب جاگ رہے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناسب آواز میں سلام کہتے تاکہ سب لوگ سن لیں۔لیکن کبھی انسان لیٹ ہوجاتا ہے مصروفیات میں، کام کاج میں۔ یا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت گھر والوں کے سونے کا ٹائم ہے، بیوی کے سونے کا ٹائم ہے، یا

والدین یا بچے سو رہے ہیں۔ اس وقت گھر میں داخل ہو کر سلام کس طریقے سے کریں؟ کیا سونے والے کو جگائیں؟ بیوی سو رہی ہے تو اس کو جگائیں؟ کیا کریں؟ اس حدیث کے اندر آپ کو اس کی تلقین ملتی ہے۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں اپنے گھر تشریف لاتے تو اس طرح سے سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو جگاتے نہیں تھے اور جاگے ہوئے کو آواز سنا دیتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم 2055، باب إکرام الضیف)

یعنی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے کہ جو سو رہا ہے اس کو آواز نہ پہنچے، اور جو جاگ رہا ہے وہ سن لے۔ ہم بھی اس کا خیال رکھیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب رات میں تہجد کے لیے اُٹھنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دبے پاؤں اُٹھتے اور جوتے بھی نہیں پہنتے تھے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی بھی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ نہ کھل جائے۔ تو گھر والوں کا خیال کرنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے۔

سب سے بڑا بخیل

ہمارے ہاں ایک محاورہ مشہور ہے کنجوس مکھی چوس۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل یعنی کنجوس وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔ (معجم اوسط للطبرانی: 361/5)

اس سے زیادہ کنجوس کوئی بھی نہیں ہوگا کہ سلام کرنے میں بخل کرے۔ حالاں کہ سلام کرنے میں پیسہ بھی کوئی نہیں لگ رہا، مال بھی کم نہیں ہو رہا، گھاٹا بھی نہیں پڑ رہا، لیکن سلام نہیں کرتا، اسے کنجوس اور بخیل کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

دس، بیس اور تیس نیکیاں

سلام کے فضائل میں سے ایک فضیلت اس کے کلمات کی نیکیاں ہیں۔ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سلام کا جواب دیا، وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ تھوڑی دیر بعد تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔ (سنن أبي داود: رقم 5195، باب كيف السلام)

سلام کرنے میں ایک کلمے پر دس، دوسرے پر پھر دس، پھر تیسرے پر مزید دس۔ نقصان ہے ہی کوئی نہیں اور نیکیاں بھی زیادہ ملیں گی۔

سلام کے کلمات کو سیکھنا

سلام کرنے کا طریقہ بھی ہمیں سیکھنا ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ السلام علیکم کا مطلب ہے ''تم پر سلامتی ہو''۔ یہ دعائیہ کلمہ ہے۔ اگر ہم لفظِ سلام کا لام نہیں بولتے جیسے کہ بعض دفعہ لوگ بولتے ہیں سام علیکم۔ العیاذ باللہ! اس وقت بولنے والا شخص دوسرے کو تباہی و بربادی کی بددعا دے رہا ہوتا ہے۔ عجیب عجیب قسم کے معاملات ہیں۔ السلام علیکم کا مطلب ہے تم پر سلامتی ہو، اگر کوئی لام کی ادائیگی نہیں کر رہا اور کسی عالم یا تجوید کے قواعد سے واقف بندے کو بتا کر ٹھیک نہیں کیا تو وہ دوسرے کو اس کی موت کی، تباہی کی بددعا دے رہا ہے۔ معاملہ اتنا بدل جاتا ہے۔ الفاظ کو صحیح ادا کرنا، قرآن کے الفاظ کو صحیح ادا کرنا بہت اہم ترین ہے۔ اس کو

جب بھی ادا کریں مکمل اور صحیح طریقے سے کریں۔ جب ہم اس طرح سے کریں گے تو ہمیں نیکیاں ملیں گی اور دوسرے کو دعائیں ہم دے رہے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو رہا ہوگا۔

سلام کا جواب

ایک آدمی نے آ کر سلام کیا: السلام علیکم۔ اب ہم اسے جواب کیسے دیں؟ جواب دینے کے یہاں پر دو طریقے ہیں:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط (النساء:86)

ترجمہ: ''اور جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم اسے اس سے بہتر طریقے پر سلام کرو، یا (کم از کم) انہی الفاظ میں اس کا جواب دے دو''۔

یہ اللہ کا قرآن کہہ رہا ہے۔ اب معاملہ یہ بنا کہ ایک آدمی نے کہا: السلام علیکم، ہم اس کو کہیں: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اگر دو لفظ بولتے ہوئے مشکل ہو رہی ہے تو صرف وعلیکم السلام ہی بول دیں۔ یہ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن آنے والے نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اب ہم کیا کریں؟ صرف وعلیکم السلام پر اکتفا کر لیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر کہو یعنی وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہو، یا پھر کم سے کم وعلیکم السلام ہی کہہ دو۔ اور اگر آنے والے نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تو بس سلام مکمل ہو گیا۔ اب ہم یا تو پورا اسے جواب دیں، یا صرف وعلیکم السلام کہہ دیں۔ ان کلمات کے ساتھ سلام مکمل ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، اور اگر درخت کی آڑ آ جائے یا دیوار حائل ہو جائے یا کوئی چٹان حائل ہو

جائے اور پھر سے سامنا ہو جائے تو پھر سے سلام کرے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 5200)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ساتھ چلتے رہتے، درمیان میں درخت حائل ہو جاتا یا کوئی اونچی رکاوٹ آجاتی جس کی وجہ سے کچھ لوگ دائیں جانب، اور کچھ لوگ بائیں جانب ہو جاتے، پھر جب واپس ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ (ریاض الصالحین: رقم 258)

دینی علم میں کمی کی وجہ سے ہماری سوسائٹی میں یہ اخلاق اور حسنِ سلوک نظر نہیں آتا۔ پھر اپنی بات کو دہراتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب یہ تھی کہ دو لوگ چل رہے ہیں، چلتے چلتے راستے میں کوئی درخت آگیا، کوئی پہاڑی آگئی، کوئی رکاوٹ آگئی اور یہ چلنے والے جدا ہو گئے اور واپس آکر ملے تو پھر سلام کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ سلام کا مطلب کیا ہے۔ ایک دوسرے کو دعائیں دینا تاکہ رحمتوں کا نزول سب پر ہوتا رہے۔ ہم کیا کرتے ہیں؟ صبح دکان پر پہنچ گئے دس، گیارہ بجے جو ہمارا ٹائم ہے اور سب کو سلام کر لیا۔ اب ہم سمجھتے ہیں کہ رات کو آٹھ بجے، دس بجے دکان بند کرنی ہے اس وقت تک وہی صبح والا سلام چلتا رہے گا۔ یہ درمیان میں ایکسپائر ہی نہیں ہوگا۔ اس کی ترتیب یوں ہونی چاہیے کہ ہم صبح دکان پر گئے، سب کو سلام کیا۔ اس کے بعد نماز کے وقت میں وضو کے لیے باہر گئے، یا کسی کام سے پڑوسی دکان والے کے پاس گئے، تھوڑی دیر کے لیے گئے یا زیادہ دیر کے لیے گئے اور پھر واپس اپنی دکان پر آرہے ہیں تو السلام علیکم کہیں۔ گھر پر آرہے ہیں تو السلام علیکم کہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

جمعہ کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ط (سورۃ الجمعۃ: آیۃ 9)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

ہر جنس میں افضلیت

اللہ رب العزت نے اپنی مخلوقات کو پیدا فرمایا اور تمام مخلوقات میں ہر ہر کیٹگری کے اندر کسی نہ کسی مخلوق کو افضلیت عطا فرمائی۔ جیسے پتھروں کو اللہ ربّ العزّت نے پیدا

فرمایا تو پتھروں کے اندر حجرِ اسود کو اللہ تعالیٰ نے افضیلت عطا فرمائی۔ دنوں کو پیدا فرمایا تو دنوں کے اندر جمعہ کے دن کو افضیلت عطا فرمائی۔ راتوں کو بنایا تو راتوں میں اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کو افضیلت عطا فرمائی۔ مہینوں کو بنایا تو رمضان کو افضیلت عطا فرمائی۔ انسانوں کو بنایا تو انبیاء کو افضیلت عطا فرمائی۔ اور انبیاء کو بنایا تو رسول اللہ ﷺ کو افضیلت عطا فرمائی۔ پانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے آبِ زم زم کو افضیلت عطا فرمائی۔ ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزّت نے اپنی مخلوقات میں بعض کو بعض پر افضیلت عطا فرمائی ہے۔ آج کا بیان جمعہ کے بارے میں ہے۔

جمعہ کی فضیلت

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمت والا ہے، اور اللہ کے نزدیک اس دن کی عظمت عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ: رقم 1084)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنوں میں بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔
(صحیح مسلم: رقم 1410)

حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 1047)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنوں میں بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے

گئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اور اسی دن جنت سے نکالے گئے، اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔ سوائے ابنِ آدم ساری مخلوق جمعہ کے دن کی صبح سے ڈرتی ہے کہ شاید قیامت کا دن نہ ہو، (کیوں کہ ان جانوروں کے پاس علم اتنا کامل نہیں جتنا انسانوں کے پاس ہے) مگر جب سورج مکمل طلوع ہوجاتا ہے تو ان کو یقین آجاتا ہے کہ آج قیامت کا دن نہیں۔ اور اس میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں ایمان والا جو بھی دعا کرے، وہ قبول ہوگی۔ (سنن نسائی: 127/3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ اسی دن تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن صعقہ ہوگا (قیامت سے پہلے پہلی چیخ جس سے ساری دنیا کے لوگ مر جائیں گے)، اسی دن بعثت ہوگی (سب لوگوں کے مرنے کے بعد اوّل تا آخر سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا)، اسی دن بطشہ ہوگا (سخت پکڑ ہوگی۔ یہ ساری باتیں جمعہ میں جمع ہوں گی، اس لیے اسے جمعہ کہا جاتا ہے)۔

(مشکاۃ المصابیح بروایت مسند احمد: رقم 1365)

اس حدیث شریف میں قیامت کے تین احوال کا ذکر ہے، اور یہی بات قرآن پاک میں بھی ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾ (سورۃ النازعات: آیۃ 34)

وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٧﴾ (سورۃ الحج: آیۃ 7)

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ (سورۃ البروج: آیۃ 13 ,12)

نمازِ جمعہ میں پہلے آنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ

کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں، اور جو پہلے مسجد میں آ جاتے ہیں ان کا نام پہلے لکھ لیتے ہیں، اور جو بعد میں لوگ آتے ہیں ان کا نام فرشتے بعد میں لکھتے ہیں، یہ سلسلہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے تک ہوتا ہے، جب امام صاحب منبر پر بیٹھ جاتے ہیں تو فرشتے اپنے رجسٹر کو بند کر لیتے ہیں اور اللہ کی بات کو اہتمام سے سنتے ہیں۔ (سنن کبریٰ للنسائی: رقم 1675)

جمعہ کے دن نیکی کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن نیکی کا اجر دگنا کر دیا جاتا ہے۔ (معجم اوسط: رقم 7895)

جیسے رمضان کے متعلق آتا ہے کہ فرض کا اجر ستر گناہ اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جمعہ والے دن بھی ایک نیکی کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

تمام دنوں پر جمعہ کی فضیلت

ایک اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کی فضیلت باقی دنوں پر ایسی ہی ہے جیسے رمضان کی فضیلت باقی مہینوں پر ہے۔ (درمنثور: 228/2)

جمعہ عام مہینوں میں نصیب ہو جائے تو وہ بھی برکت والا ہے، لیکن اگر رمضان میں نصیب ہو جائے تو وہ نورٌ علیٰ نورٍ ہے۔

نفلی حج کا اجر

ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا نفلی حج کے برابر ہے۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک نفلی حج سے افضل ہے۔

(لطائف لابن رجب: ص 50)

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا بہت بڑے اجر کا ذریعہ ہے۔

مسکینوں کا حج

جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے ایک تہوار کی مانند ہوتا ہے۔ جمعہ کے اجتماع میں مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے۔ علامہ ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لطائف'' نامی کتاب میں روایت نقل کی کہ جمعہ کا دن مساکین کے حج کی مانند ہے کہ یہاں پر بھی مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ (لطائف لابن رجب: ص50)

جمعہ کی رات اور دن

مشائخ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات روشن ہے اور اس کا دن چمکدار ہے۔ روشن اور چمکدار ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ اس روز نیچے اُترتے ہیں اور نور اور برکتیں لے کر اُترتے ہیں، اور مسلمان چوں کہ اس دن اہتمام سے عبادت کرتے ہیں تو زیادہ برکتیں سمیٹتے ہیں۔ اور بعض اہل اللہ اور اہلِ دل اس نور کا مشاہدہ بھی کر لیتے ہیں۔

جمعہ کا دن اور جہنم کی آگ

جمعہ کے دن جمعہ کے اِعزاز کی وجہ سے جہنم کی آگ کو دھونکا نہیں جاتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (سنن أبي داود: رقم1083)

ترجمہ: ''جہنم کو ہر دن دھونکا یا جاتا ہے، لیکن جمعہ کے دن نہیں''۔

جمعہ کے دن کی موت

جو شخص جمعہ کے دن مر جائے تو ایسے بندے پر قبر کا عذاب نہیں ہوتا۔ علماء فرماتے

ہیں کہ یہ اپنے اختیار کی بات تو نہیں ہے۔ یہ تو انسان کو خود مانگنا چاہیے کہ اے اللہ! میرا خاتمہ جمعہ کے دن کرنا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کا انتقال جمعہ کے دن ہو جائے تو کوشش کرے کہ اس کی تدفین مغرب سے پہلے پہلے ہو تا کہ اس کا معاملہ اچھا ہو جائے اور وہ اس فضیلت کو پالے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے تو اللہ ربّ العزّت اس بندے کو قبر کی آزمائش سے بچالیں گے۔ (سننِ ترمذی: رقم 1074)

یعنی جس کا انتقال شبِ جمعہ میں یا جمعہ کے دن ہو جائے تو وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ ایک اور حدیث میں تو بہت ہی عجیب بات ارشاد فرمائی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شبِ جمعہ یا جمعہ کے دن میں انتقال کر جائے تو یہ عذابِ قبر سے محفوظ ہے، اور قیامت کے دن اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی۔ (حلیہ لابی نعیم: رقم 155/3)

یہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ہم لوگوں پر اس دن کا بہت بڑا انعام ہے۔ ایسا شخص قبر کی آزمائش سے بھی بچ گیا، اور قیامت کے دن شہادت کی مہر اس پر لگی ہوگی تو گویا شہادت کے مرتبے پر بھی فائز ہو گیا۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب رحمتوں کا دن ہے۔ کیا بعید ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ عذابِ قبر سے بچالیں گے، اس کو آگے بھی اللہ اپنی رحمتوں میں جگہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو خوب روتے تھے، یہاں تک کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی۔ فرماتے کہ اگر میں جنت

اور جہنم کے بیچ کھڑا کر دیا جاؤں اور مجھے معلوم نہ ہو کہ کہاں جاؤں گا تو میں اس بات کو پسند کروں گا کہ میں ریت بنا دیا جاؤں، کیوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا ٹھکانہ کیا ہوگا۔
(الداء والدواء: فصل: الرجاء والأماني)

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن اللہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔

جمعہ کے دن مسنون تلاوت

نبی کریم ﷺ نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم 878)

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون، اور کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں سورۂ ق اور دوسری رکعت میں سورۂ قمر تلاوت کرتے تھے۔ (شرح النووي: باب مايقرأ في صلاة الجمعة)

جمعے والے دن مغفرت کروالینا بھی بہت ہی آسان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے شبِ جمعہ میں سورۂ دخان کی تلاوت کی، اس کی مغفرت ہوگئی۔ (سنن ترمذی: رقم 2889)

اسی طرح سورۂ یٰس فجر کے بعد پڑھنے کی بہت برکتیں ہیں، لیکن جمعہ کے دن سورۂ یٰس اور سورۂ صافات پڑھنے کی خاص فضیلت ہے۔ فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز سورۂ یٰس اور سورۂ صافات پڑھے، پھر وہ اللہ سے جو دعا مانگے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ (کنز العمال: 2694/1)

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں اکیسویں پارے کی سورۂ الم

سجدہ اور دوسری رکعت میں اُنتیسویں پارے کی سورۂ دہر تلاوت فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری: رقم 891، صحیح مسلم: رقم 880)

آپ میں سے جن حضرات نے عمرہ کی سعادت حاصل کی ہوگی تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر وہاں جمعہ والے دن فجر کی نماز میں یہی دونوں سورتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ الحمدللہ! وہاں پر یہ سنت باقی ہے، مگر وہ یہ سورتیں حج کے موقع پر نہیں پڑھتے، کیوں کہ اس موقع پر ہجوم بہت بڑا ہوتا ہے تو اتنے بڑے ہجوم کا خیال کرتے ہیں، لیکن باقی سارا سال وہ اس سنت کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ یہاں بھی آئمہ حضرات کو چاہیے کہ وہ بھی اس سنت کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اس سنت کو نہ چھوڑیں، بلکہ اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کا اہتمام کریں۔ اللہ رب العزت ہمارے لیے آسانی والا معاملہ فرمائیں گے۔

جمعہ کی سنتیں

جمعہ کے روز بعض اعمال ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں اپنالیں تو جمعہ کی نماز کے لیے جاتے ہوئے ہر قدم کے بدلے میں ہمیں ایک سال کے روزے کا ثواب ملے گا، اور ایک سال کی نماز کا ثواب ملے گا۔

حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اہتمام کے ساتھ غسل کرے گا اور کروائے گا (جمعہ کے دن بیوی سے مجامعت) اور صبح نماز کے لیے جلدی جائے گا اور خطبہ کے شروع سے شریک ہوگا، اور امام کے قریب بیٹھے گا، اور غور سے امام کی باتوں کو سنے گا، اور کوئی لغو کام نہ کرے گا، ایسے شخص کو ہر قدم پر ایک سال کے روزے اور نمازوں کا ثواب ملے گا۔

(سنن ترمذی: رقم 456)

معلوم ہوا کہ جمعہ کا اہتمام کرنے پر اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی بڑی نعمتیں عطا فرما دیتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مسجد پیدل جایا کرو۔ پھر فرماتے تھے کہ تم سے بہتر جو لوگ گزرے ہیں یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ حضرات بھی مسجد پیدل جایا کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں نماز کے اعتبار سے سب سے زیادہ اَجر اس شخص کا ہے جو مسجد میں آنے کے لیے بہت دور سے آئے، پھر جو اس کے بعد ہے اس کے لیے اجر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 662)

ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ نمازِ جمعہ کے لیے جلدی بھی جائیں اور پیدل جائیں اگرچہ سواری موجود ہے، اللہ تعالیٰ اَجر کو بڑھا دیں گے۔ اور اگر ہر بار جمعہ کو پیدل جانا مشکل ہے تو کبھی سواری پر چلے جائیں اور کبھی اتباعِ سنت میں پیدل جائیں۔

نمازِ جمعہ کے لیے جانے کا وقت؟

بعض مفسرین کے اقوال تو یہ ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لیے انسان زوال سے پہلے ہی چلا جائے کہ جیسے ہی زوال کا وقت داخل ہو اور یہ بندہ اس وقت مسجد میں موجود ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن جنابت سے پاکی کے لیے غسل کیا، پھر اوّل وقت میں مسجد کی طرف گیا تو یہ جلد از جلد جانے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے قربانی کے لیے اُونٹ اللہ کی راہ میں بھیجا۔ اور جو دوسرے وقت میں گیا، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے گائے اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کی۔ اور جو تیسرے وقت میں گیا، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے سینگوں والا دُنبہ اللہ کی راہ میں بھیجا، اور جو چوتھے وقت میں گیا، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے مرغی بھیجی۔ اور جو پانچویں وقت میں گیا، وہ ایسا ہے جیسا کہ

اس نے انڈہ صدقہ کیا۔ پھر جب امام آتا ہے تو فرشتے اس کے قریب آ کر اللہ کے ذکر کو سنتے ہیں۔ (صحیح بخاری: رقم 832، صحیح مسلم: رقم 1403)

معلوم ہوا کہ انسان جتنی دیر سے جائے گا اس کا ثواب اتنا ہی کم ہوتا جائے گا۔ یہ جو ھدی کا جانور ہوتا ہے یہ صرف مکہ مکرّمہ میں ہی انسان بھیج سکتا ہے اس کے علاوہ ھدی کا جانور اور کہیں ذبح نہیں ہوتا۔ اور جو جمعہ کے لیے جلدی جاتا ہے اس کی مثال ایسے ہے گویا اس نے مکہ مکرّمہ میں اونٹ قربان کیا ہے۔ یعنی مسلمان ہر جمعہ کو جلد از جلد مسجد پہنچ کر اس فضیلت کو حاصل کر سکتا ہے۔ بات کا لبِ لباب یہ ہے کہ انسان جمعہ کے بیان سے پہلے پہنچ جائے یعنی اردو والا بیان شروع ہونے سے پہلے پہلے پہنچ جائے۔ ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس اُمت کے اندر جو سب سے پہلی بدعت شروع ہوئی وہ نمازِ جمعہ کے لیے دیر سے جانا ہے۔ (احیاء علوم الدین: 182/1)

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں جلدی کیا کرو، اس لیے کہ ہر جمعہ جنت میں کافور کے ٹیلے پر اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائیں گے۔ اس دیدار کے کرنے والوں میں قریب ترین وہ جنتی ہوں گے جو (دنیا میں) جمعہ کے لیے جلدی کیا کرتے تھے۔
(معجم کبیر للطبرانی: رقم 9169)

علقمہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ تین آدمی ہم سے بھی پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں چوتھا ہوں، اور چوتھا شخص بھی اتنا دور نہیں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو جمعات میں جلدی کرنے والے ہوں گے (جو یہاں پہلے

آئے گا) وہ وہاں آگے ہوگا، (جو یہاں دوسرے نمبر پر ہے) وہ وہاں دوسرے نمبر پر ہوگا، (جو یہاں تیسرے نمبر پر ہے) وہ وہاں تیسرے نمبر پر ہوگا۔ پھر فرمایا: اور میں چوتھا ہوں، اور چوتھے نمبر والا بھی اتنا دور نہیں ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 1094)

جمعہ میں جلدی پہنچنا ایک پریکٹس ہے اس ملاقات کی جو قیامت کے بعد اہلِ جنت کی اللہ ربّ العزّت سے ہوگی۔ جمعہ کا اجتماع اُس ملاقات اور دیدار کی ایک چھوٹی سی نشست ہے۔ اب جو بندہ اس دنیا میں جتنا جلد مسجد میں جمعہ والا دن پہنچے گا، جنت میں بھی اہلُ اللہ کی نشست میں وہ اللہ ربّ العزّت کے قریب ہوگا۔ اور خود ہی بتائیں کہ جب اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کی نشست لگائیں گے تو آپ اللہ کے دیدار کے لیے قریب بیٹھنا چاہتے ہیں یا دور؟ اگر قریب بیٹھنا چاہتے ہیں تو آپ پختہ عہد کر لیجیے کہ آنے والے جمعہ سے جلدی آئیں گے اور امام کے قریب بیٹھیں گے۔ جیسے دنیا میں ہوتا ہے کہ قریب بیٹھنے کے ٹکٹ مہنگے ہوتے ہیں اور دور کے ٹکٹ سستے ہوتے ہیں۔ بس اس کا یہی معاملہ ہے کہ جنت میں دیدارِ الٰہی کے لیے زیادہ قریب بیٹھنے، اور وہاں کی فرنٹ سیٹیں لینے کے لیے ہمیں نمازِ جمعہ کے لیے جلدی جانا پڑے گا۔

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جلدی جمعہ کی نماز کے لیے جایا کرتے تھے۔ جمعہ والا دن کھانا جمعہ کی نماز کے بعد کھاتے تھے اور قیلولہ بھی بعد میں کیا کرتے تھے، مگر نماز کے لیے اوّل وقت میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ بعض علماء تو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد بات چیت کو بھی منع فرماتے ہیں۔ اور تجارت کے متعلق تو قرآن مجید میں وضاحت آگئی ہے۔

اِحیاء العلوم کی ایک عجیب روایت

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عموماً نمازِ جمعہ میں جلدی پہنچ جاتے ہیں، اتفاقاً کبھی دیر ہو

جائے۔ اور کچھ لوگ عادی مجرم ہوتے ہیں کہ جمعہ کو پہنچتے ہی تب ہیں جب امام صاحب جماعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب جلدی آنے والا شخص وقتِ مقرر پر نہیں پہنچ پاتا تو فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! اسے کیا ہوا؟ وہ آج کیوں لیٹ ہو گیا؟ پھر خود ہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! اگر اسے تنگ دستی کی وجہ سے دیر ہوئی ہے، آپ اسے غنیٰ عطا فرمائیے۔ اور اگر اسے بیماری کی وجہ سے دیر ہوئی ہے تو آپ اسے شفا عطا فرمائیے۔ اور اگر اسے اس کے کسی مشغلہ کی وجہ سے دیر ہوئی ہے تو آپ اسے اپنی عبادت کے لیے فارغ کر دیجیے۔ اور اگر اسے لہو ولعب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دیر ہوئی ہے تو آپ اس کے دل کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دیجیے۔ (احیاء علوم الدین: 182/1)

یعنی جو شخص مسجد میں جلدی جانے کا عادی ہو گیا تو فرشتوں کی دعائیں اس کے ساتھ شاملِ حال رہیں گی۔

جمعہ میں تاخیر کا نقصان

اور جو لوگ جمعہ میں عموماً دیر سے پہنچتے ہیں، یہ لوگ درحقیقت شیطان کے جال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی حدیث شریف میں وعید وارد ہوئی ہے۔

عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اُمِّ عثمان کے مولیٰ نے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کوفہ کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈوں کو لے کر بازار کی طرف نکل جاتے ہیں، اور لوگوں کو اُلجھا کر انہیں روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد: رقم 1051)

یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے لوگ جمعہ میں دیر سے پہنچتے ہیں۔ بھئی! ہم سب کو جمعہ

کے دن مسجد میں جلدی پہنچنے کے لیے ہمت اور کوشش کرنی چاہیے۔ رہا معاملہ دوکانداروں کی دوکانداری کا، تو اس کے متعلق بات آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

گناہوں کی معافی

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اہتمام سے غسل کرے اور اپنے بہترین کپڑے پہنے (جو اس کی استعداد میں ہے) اور جو خوشبو اس کے پاس ہے اسے لگائے، پھر جمعہ کی نماز کے لیے اس طرح سے مسجد میں (آگے) آئے کہ لوگوں کی گردنوں کو نہ پھلانگے (جو جتنا جلدی آئے گا، اسے گردنیں پھلانگنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی)، اور جتنا اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا نماز پڑھی، اور امام کے آنے سے لے کر نمازِ جمعہ سے فراغت تک خاموشی اختیار کی، تو ایسے شخص کے لیے جمعہ کی یہ نماز اس سے پہلے جمعہ کی نماز کے درمیانی ایام کے لیے کفارہ بن جائے گی۔

(سنن ابی داؤد: رقم 343)

ایسے شخص کے اِس جمعہ سے لے کر پچھلے جمعہ کے درمیان جو دن گزرے ہیں، اُن میں جو کمی کوتاہیاں یا گناہ ہوئے ہیں، وہ سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اب یہ لیٹ پہنچنے والے بس پندرہ بیس منٹ لیٹ پہنچنے کی وجہ سے کتنی بڑی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جمعہ والے دن کوشش کر کے جلدی جائیں۔

پندرہ نکات

ایک حدیث شریف پہلے بھی گزری ہے، دوبارہ عرض کر کے اس حدیث سے متعلق پندرہ نکات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اہتمام کے ساتھ غسل کرے گا اور کروائے گا (جمعہ کے دن بیوی سے مجامعت) اور صبح نماز کے لیے جلدی جائے گا اور خطبہ کے شروع سے شریک ہوگا، اور امام کے قریب بیٹھے گا، اور غور سے امام کی باتوں کو سنے گا، اور کوئی لغو کام نہ کرے گا، ایسے شخص کو ہر قدم پر ایک سال کے روزے اور نمازوں کا ثواب ملے گا۔

(سنن ترمذی: رقم 456)

معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزّت تھوڑے اہتمام پر اتنی بڑی بڑی نعمتیں عطا فرما دیتے ہیں۔ علمائے کرام نے اس حدیث میں اہتمام سے مراد پندرہ باتیں لی ہیں، جو ان پر عمل کرے گا پھر اسے ہر جمعہ میں ایک سال کے روزے اور نماز کا ثواب ملے گا۔ وہ پندرہ نکات درج ذیل ہیں:

1. غسل کرنا
2. سر دھونا
3. کپڑے کی صفائی
4. خود بھی غسل کرنا اور بیوی کو بھی غسل کروانا (مباشرت)
5. مسواک کرنا
6. سر میں تیل لگوانا
7. خوشبو لگانا
8. اچھے اور عمدہ کپڑے پہننا
9. جلدی جانا

10 پیدل جانا

11 مسجد میں جو بیٹھا ہوا ان کی گردنوں سے نہ پھلانگنا

12 دو آدمیوں کے بیچ میں نہ بیٹھنا

13 امام کے قریب بیٹھنا

14 جب خطبہ ہو رہا ہو تو دھیان سے سننا

15 کوئی لغو حرکت نہ کرنا یعنی مسجد کی چٹائی کو نہ ٹٹولے، یا تنکے وغیرہ سے نہ کھیلے۔

اب جو شخص ان پندرہ آسان کاموں کا اہتمام کرے گا اس کو ایک سال کے روزے اور نماز کا ثواب مل جائے گا۔ کتنی (Blessing) ہے کہ مسلمان یہ ثواب ہر جمعہ لے سکتا ہے۔ اور جو بندہ اردو والا بیان گزرنے کے بعد آتا ہے تو اس کی نمازِ جمعہ اگرچہ ادا ہو جاتی ہے، لیکن ثواب میں یہ اس شخص کے برابر نہیں جو مکمل اہتمام کر کے آیا ہو۔

آج ہم لوگ دنیا کے کاموں کی خاطر صرف پندرہ بیس منٹ کی تاخیر سے آخرت کے بڑے بڑے ثوابوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک حدیث شریف شروع میں بیان ہوئی کہ فرشتے ہر جمعہ اٹینڈس لگاتے ہیں، حاضری کا رجسٹر بنتا ہے کہ کون آیا اور کب آیا۔ اب ہم فرشتوں کی فہرست میں اپنا نام اس وقت لکھوائیں گے جب ہم اردو بیان سے پہلے پہنچیں گے۔ اگر لیٹ ہو گئے تو فرشتوں کے رجسٹر میں ہمارا نام نہیں لکھا جائے گا۔

جمعہ کی نماز کے لیے کاروبار بند کرنا

اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط (سورۃ الجمعۃ: آیۃ9)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو''۔

''خرید و فروخت چھوڑ دو'' کا کیا مطلب ہے؟ یعنی جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو اب بس کاروبار کو بند کر دو۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار کرنا ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے، کیوں کہ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا ہے: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو۔ یعنی جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جمعہ کی تیاری میں لگ جاؤ۔ آیت میں فَاسْعَوْا کا لفظ ہے، اس سے مراد مطلقاً چلنا نہیں بلکہ دوڑنا ہے۔ اور دوڑنے والا جب دوڑ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنی مگن میں دوڑ رہا ہوتا ہے، اس کو کوئی آواز بھی دے تو وہ اِدھر اُدھر دھیان نہیں کرتا۔ اور اَذانِ جمعہ کے بعد چوں کہ خرید و فروخت ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے، اور اس پر عمل کرنا یعنی بائع اور مشتری دونوں پر فرض ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو جمعہ کے دن جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت سے منع کیا کرتے تھے۔ حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان ہو جاتی تو مدینہ منوّرہ میں اعلان کروایا جاتا تھا کہ لوگو! خرید و فروخت حرام ہو گئی، اب اللہ کی یاد کے لیے مسجد کی طرف دوڑو۔ یہ اعلان بازاروں میں کروائے جاتے تھے۔ آج ہمیں بھی چاہیے کہ نمازِ جمعہ سے پہلے اپنی دوکانوں کو بند کر دیں، پہلی اذان سے پہلے ہی بند کر دیں اور فوراً مسجد کی طرف دوڑیں۔

ایک شبہ کا اِزالہ

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوکان سیٹ کرتے کرتے دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ بھئی! اگر

جمعہ والے دن جمعہ کی نماز کے بعد دوکان کھول لی جائے تو کیا حرج ہے؟ ابھی تو یہ مشقت ہم برداشت کرلیں گے، مگر قیامت والے دن جب دیدارِ الٰہی کے وقت دُور بیٹھے ہوں گے تو اس وقت ہمیں بڑی تکلیف ہوگی کہ میں دوکان میں کیوں بیٹھا رہا۔ جمعہ کے وقت کی دوکانداری کس قیمت پر کر رہے ہیں؟ اپنی تھوڑی سی دوکانداری دیدارِ الٰہی کی قیمت پر کر رہے ہیں، اور ہم سب تو جانتے ہی ہیں کہ خود پوری کی پوری جنت بھی دیدارِ الٰہی کی قیمت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ جنت کی نعمتوں میں اصل نعمت تو اللہ ربّ العزّت کا دیدار ہی ہے۔ جنت تو خود مخلوق ہے، اور اللہ ربّ العزّت تو خالق ہیں۔

مستورات کو نصیحت

اس حکم پر مستورات بھی عمل کرسکتی ہیں جو گھروں پر ہوتی ہیں۔ مستورات کو چاہیے کہ وہ نمازِ جمعہ کے وقت کسی کو خریداری کے لیے ہی نہ بھیجیں۔ بلکہ جمعہ والے دن اپنے گھر والوں کو خریداری کے لیے ایسے وقت میں بھیجیں کہ وہ اذانِ جمعہ سے پہلے ہی گھر آجائیں، یا پھر نمازِ جمعہ کے بعد بھیجیں۔ اذانِ جمعہ سے لے کر نمازِ جمعہ تک کوئی چیز نہ منگوائیں۔ مستورات اس طریقے سے اللہ کے حکم کو پورا کرسکتی ہیں۔ علمائے کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پہلی اذان کے بعد کھانا، پینا، کتاب کا مطالعہ کرنا بھی منع ہے، فقط اس کو چاہیے کہ نمازِ جمعہ کی تیاری کرے اور اس کی طرف چل کر جائے۔

ایک حیلہ کا توڑ

ایک حیلہ یا طریقہ بعض دوکاندار یہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک بجے والی جماعت سے نماز پڑھ لی، دوسرے نے ڈیڑھ بجے والی پڑھ لی، تیسرے نے دو بجے والی پڑھ لی، اور کسی نے اس سے بعد والی جو جماعت تھی وہ پڑھ لی۔ میرے بھائیو! یہ

راستے نکالنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ یہ راستے نہ نکالیے، بس اللہ کے حکم کے آگے سر کو جھکا لیں، اور وَذَرُوا الْبَيْعَ والی آیت پر عمل کریں اور کاروبار وغیرہ کو بند کردیں۔ تقویٰ اور دیوانگی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے بہتر ہے کہ ہم نمازِ جمعہ کے بعد ہی دکانوں کو کھولیں۔

گردنیں پھلانگنے کی ممانعت

حکم تو یہ ہے کہ جب نمازِ جمعہ کے لیے آئیں تو جہاں جگہ ملے اگلی صفوں میں تو آگے جائیں، پیچھے نہ بیٹھیں۔ لیکن لوگ پہلے ہی سے بیٹھے ہیں تو ان کے کندھوں کو پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کریں۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب جا بیٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، یقیناً تم نے (ان لوگوں کو) تکلیف دی۔ (سنن ابی داؤد: رقم 1118)

کمر سے پاؤں کو باندھنے کی ممانعت

دورانِ خطبہ اس طرح نہ بیٹھا جائے جس سے نیند یا اُونگھ آنے کا اندیشہ ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبوہ یا احتباء کی شکل میں بیٹھنے سے منع فرماتے تھے جب امام خطبہ دے رہا ہو۔ (سنن ترمذی: رقم 514)

حبوہ یا احتباء یہ ہے کہ آدمی کپڑے سے اپنی کمر اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے باندھے۔ اس سے آدمی پر نیند کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے اور غفلت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کو نیند آنے لگے تو اپنی جگہ یا ہیئت بدل لے۔ دیکھنے میں بھی یہ آیا ہے کہ اپنی جگہ یا ہیئت بدل لینے سے نیند ختم ہوجاتی ہے اور انسان بہتر محسوس کرتا ہے۔

نماز اور بات کی ممانعت

اسی طرح جب امام منبر پر آ جائے تو کوئی بھی بات چیت کرنا حتیٰ کہ خیر کی بات کرنا بھی بالکل منع ہے۔ علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ طبرانی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے اور امام کو منبر پر پائے تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے۔ (فتح الباري تحت رقم888)

کیوں کہ یہ باتیں اس وقت منع ہو جاتی ہیں۔ اور جب شریعت نے اجتماعیت کا حکم دیا ہے تو اس وقت اجتماعیت کو فوقیت دی جائے گی، اِنفرادیت کو نہیں۔

قبولیت کی گھڑی

ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ جمعہ کے دن دعاؤں کا اہتمام کرنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ قبولیتِ دعا کی ایک گھڑی اس میں ضرور آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب جمعہ کا ذکر فرمایا تو یہ فرمایا: اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں کوئی مؤمن بندہ کھڑے ہو کر کوئی نماز پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ ربّ العزّت اسے قبول فرما لیتے ہیں۔
(صحیح بخاری: رقم5295، صحیح مسلم: رقم852)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے، اس وقت میں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی کتاب (غالباً تورات مراد ہے، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے اور انہیں تورات پر عبور حاصل تھا) میں یہ بات پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں مؤمن بندہ اللہ کے

سامنے نماز پڑھتا ہے، پھر دعا مانگتا ہے تو اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے سچ کہا، وہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

(سننِ ابنِ ماجہ: رقم 1139)

وقت کا تعین

مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دعائیں جمعہ کی ایک گھڑی میں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ اب وہ وقت کونسا ہے؟ اس بارے میں علمائے کرام کے چالیس سے زیادہ مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ وقت تو چھپا دیا گیا ہے، مگر انسان کی کمزوری کو دیکھ کر چند ایک اوقات بتا گئے ہیں تاکہ انسان ان اوقات میں تو دعاؤں کا زیادہ اہتمام کرنے کی کوشش کرے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ اذانِ فجر سے لے کر طلوعِ فجر تک کا جو وقت ہے وہ قبولیتِ دعا کا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو وہ وقت قبولیتِ دعا کا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ جب امام خطبہ دینا شروع کرتا ہے تو خطبہ سے لے کر نماز کھڑی ہونے تک کا ٹائم قبولیتِ دعا کا ہے۔ نمازِ جمعہ کے چوں کہ دو خطبے ہوتے ہیں تو بعض علماء کے قول کے مطابق دو خطبوں کے درمیان جو امام چند لمحوں کے لیے بیٹھتا ہے وہ وقت قبولیتِ دعا کا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حرمتِ بیع سے لے کر حلتِ بیع تک کا درمیانی ٹائم قبولیتِ دعا کا ہے۔ (حرمتِ بیع یعنی جب پہلی اذان کے بعد کاروبار حرام کر دیا گیا تھا اور حلتِ بیع یعنی جب کاروبار کرنا دوبارہ حلال کر دیا گیا) بتائیے کہ اب ہمیں اس وقت میں دوکانداری کرنی چاہیے یا دعائیں مانگنی چاہیے۔ اور بعض علماء کے نزدیک

قبولیتِ دعا کی گھڑی عصر سے لے کر مغرب تک کا وقت ہے۔

اس وقت کے متعلق روایتیں تو اور بھی بہت زیادہ ہیں، مگر دو قول زیادہ راجح ہیں:

1 جس وقت اِمام منبر پر بیٹھے اور نمازِ جمعہ ختم ہونے تک سارا وقت ہی قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ اس وقت میں نمازی ہاتھ اٹھا کر یا آواز سے دعا نہ کرے، بلکہ دل ہی دل میں دعا کرے۔

2 نمازِ عصر سے لے کر مغرب تک کا وقت۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزری، اس کے آخر میں ہے: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: وہ قبولیت کی گھڑی کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کی آخری گھڑیاں (یعنی عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کا وقت)۔ (سننِ ابنِ ماجہ: رقم 1139)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس گھڑی کو جس میں تمہیں دعا کی قبولیت کی اُمید ہے، عصر کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک کے وقت میں تلاش کرو۔ (سننِ ترمذی: رقم 489)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی دعائے خیر مانگتا ہے تو اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور وہ گھڑی یا وقت عصر کے بعد کا ہے۔ (زاد المعاد: 1/391-389)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو غروبِ آفتاب تک کسی سے بھی بات نہ فرماتے تھے۔ اور ہمارے مشائخ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جمعہ کے دن نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک ذکر، مراقبہ اور تلاوت و دعا میں لگے رہتے تھے اور کسی

سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جمعہ کے قیمتی اوقات کو زیادہ سے زیادہ کیش کروالیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مبارک عمل

حضرت مرجانہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جمعہ کا دن ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام سے کہتیں کہ جاؤ دیکھ آؤ کہ سورج ڈوبنے کے قریب آ گیا؟ جب غلام آ کر کہتا کہ جی! سورج ڈوبنے والا ہے۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً دعا میں مشغول ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جاتا۔

آج ہماری عورتیں بھی اس سنت پہ عمل کر سکتی ہیں کہ جمعہ والے دن عصر کی نماز کے بعد جب سورج ذرا ڈوبنے کے قریب ہو جائے، مشکل سے یہ آدھا گھنٹہ یا پینتالیس منٹ بنتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ اِن شاء اللہ وہ وقت آ جائے گا جو قبولیتِ دعا کا ہے۔

ایک اللہ والے کا عجیب نکتہ

ایک اللہ والے فرماتے ہیں کہ یہ جو قبولیتِ کی گھڑی کے چالیس کے قریب علمائے کرام کے اقوال ہیں۔ چناں چہ بعض کے نزدیک یہ قبولیت کی گھڑی شبِ جمعہ کی بھی ہے۔ اس کے لیے گھر والے ایک ترتیب بنالیں۔ جیسے کہ جمعرات کو غروبِ آفتاب ہوا تو شبِ جمعہ شروع ہوگئی۔ اب مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر اگلے دن کے غروب آفتاب تک گھر کے دو یا چار افراد 24 گھنٹے میں باری باری کسی خاص مسئلے یا پریشانی میں دعا مانگیں۔ چوں کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک گھڑی تو قبولیت کی ہوتی ہی ہے، تو اس عمل سے ہر جمعہ اپنی خواہش اللہ سے پوری کروا سکتے ہیں۔ تاہم یہ طریقہ بہت مشکل

ہے۔ بہر حال عصر کے بعد والا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمل تو بہت آسان ہے۔ مرد حضرات کو چاہیے کہ وہ بھی اس عمل کی کوشش کریں، اور عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس عمل کو لازم پکڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے لیے عافیت اور رحمت کا معاملہ فرمائے۔

شبِ جمعہ کو قیمتی بنائیں

جس طرح جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں والا ہے، اسی طرح شبِ جمعہ بھی خیر و برکت والی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ شبِ جمعہ سے ہی درودِ پاک اہتمام کے ساتھ پڑھنا شروع کردیں۔ اور وہ حضرات تو بہت ہی مبارک ہیں جو شبِ جمعہ میں تبلیغی مرکز چلے جاتے ہیں۔ اور پھر صبح فجر یا اشراق تک عبادت اور دعوت وتبلیغ کے کاموں میں لگے رہتے ہیں، اس طرح اُن کی ساری رات عبادت میں گزرتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں تہجد کی نماز اور تہجد کی مناجات کی بھی توفیق مل جاتی ہے۔ اگر کوئی مرکز جانا چاہے تو بہت بہتر، لیکن اگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہ جاسکے تو کم ازکم اپنے گھر میں تہجد پڑھنے کا اہتمام ضرور کرے۔ اول تو تہجد کے بارے میں ہے کہ روز پڑھی جائے، لیکن اگر کوئی روز نہیں پڑھ سکتا، تو شبِ جمعہ کو تو تہجد کا اہتمام ضرور کرے۔

اس کے علاوہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی تیاری جمعرات سے ہی شروع کریں۔ پہلے سے ہی صاف کپڑوں کا انتظام، اور بال و ناخن کاٹنے کا اہتمام کریں، کیوں کہ شبِ جمعہ کی عبادت کا ثواب بڑھادیا جاتا ہے۔

جمعہ کی تیاری

جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعا پڑھے:

أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ أَتُوْبُ إِلَيْهِ.

تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے ہی گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ غسل کر کے عطر لگایا جائے، اچھا اور صاف ستھرا لباس پہننے کی کوشش کی جائے۔ آج کل تو معاملہ یہ ہوگیا ہے کہ لوگ نمازِ جمعہ کی تیاری کے لیے ہیئر ڈریسر کے پاس جاتے ہیں۔ بجائے سر کے بال سنت کے مطابق کٹوانے کے سنتِ رسول ﷺ یعنی داڑھی کو ذبح کروا کے آجاتے ہیں۔ معاذ اللہ! میرے بھائیو! جس طرح جمعہ کے دن عبادات اور اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے، تو چاہیے یہ کہ اس دن زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو اللہ ربّ العزّت کی نافرمانی سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ تو انسان کو دینا چاہتے ہیں، مگر یہ بندہ ہے کہ محروم رہتا ہے۔ اسی طرح جمعہ کے دن یہ بھی کوشش کی جائے کہ صلاۃُ التسبیح پڑھیں۔ تقریباً آدھا پونا گھنٹہ ہی لگتا ہے، لیکن اجر وثواب کے اعتبار سے کچھ بھی وقت نہیں۔

صلاۃُ التسبیح کا طریقہ

یہ چار رکعات کی نماز ہے، اور ہر رکعت میں تقریباً 75 مرتبہ یہ تسبیح

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ

پڑھنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کا اضافہ کرلے تو بہتر ہے۔ تسبیح نماز پڑھنے کا طریقہ اس طرح سے ہے:

سب سے پہلے نیت کریں کہ میں اللہ کے لیے چار رکعات صلوۃ التسبیح یا تسبیح نماز پڑھتا ہوں، یا پڑھتی ہوں، منہ میرا کعبہ کی طرف۔ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھا کر باندھ لیں جیسا کہ عام نماز میں کرتے ہیں۔ پھر ثناء پڑھیں۔ اس کے بعد پندرہ مرتبہ درج بالا تسبیح پڑھیں۔ پھر تعوّذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھیں اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملالیں۔ سورت پڑھنے کے بعد دس مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھیں۔

وہ پندرہ اور یہ دس کُل ملا کر پچیس ہو گئے۔ پھر رکوع میں جائیں اور رکوع کی تسبیح پڑھنے کے بعد دس مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھیں۔ پھر قومہ میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر پہلے سجدے میں اس کی تسبیح پڑھنے کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح، پھر جلسہ (یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں دس مرتبہ یہی تسبیح، پھر دوسرے سجدے میں دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھی جائے۔ اس طرح ایک رکعت میں تقریباً 75 مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے گی۔ اور چار رکعتوں میں اس کی تعداد تین سو ہو جائے گی۔ کوشش کریں کہ تسبیح نماز پڑھنے کی عادت بن جائے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس آدمی کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور جب کسی کام کی عادت بن جائے پھر تو وہ کوئی مشکل کام بھی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تسبیح نماز کے متعلق فرمایا تھا کہ چچا! اس نماز کو روز پڑھنا، اگر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھنا، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک مرتبہ پڑھنا، نہیں تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لینا، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں تو ایک مرتبہ ضرور پڑھ لینا۔

ایک بے سُود بہانہ

اس میں ایک بات بالکل یاد رکھنی چاہیے کہ صلاۃ التسبیح انفرادی نفلی عبادت ہے، یہ عبادت باجماعت نہیں ہو سکتی۔ بعض لوگ اس نماز کو باجماعت پڑھتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہمیں صلاۃ التسبیح میں پڑھی جانے والی تسبیح نہیں آتی۔ اب بتائیں کہ وہ کون سا مسلمان ہے جس کو سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، اور والله أكبر یہ کلمات نہیں آتے؟ صلاۃ التسبیح میں یہی چار جملے ہیں جن کو ملائیں تو یہ پوری ایک تسبیح بن جاتی ہے۔ جو لوگ اُمت کو اس سلسلے میں نفس پرستی اور سستی اور کاہلی کی طرف لے جاتے

ہیں، وہ مر کر اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ بس یاد رکھیے کہ یہ نماز تنہائی میں انفرادی پڑھنے والی عبادت ہے، مسجد میں باجماعت پڑھنے والی عبادت نہیں ہے۔ اور کچھ علماء تو اس میں اجتماعیت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

شیطان سے حفاظت کا عمل

جمعہ کے دن ایک اور عمل بھی علمائے کرام بتاتے ہیں جو عون رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ ابنِ ابی شیبہ کی روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سات سات مرتبہ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھے گا تو ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اس کی شیطان سے حفاظت ہو جائے گی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ اس وظیفے کے اندر سورۂ فاتحہ کا بھی اضافہ کرلے۔ سب ہی لوگوں کو چاہیے کہ اس عمل کی بہت زیادہ کوشش کرلیں۔

قرض سے نجات کی دعا

حدیث شریف میں ایک مشہور دعا قرضے سے نجات کی ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

(سنن الترمذي: رقم3563)

ترجمہ: ''اے اللہ! تو مجھے اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام کردہ چیزوں سے کافی ہو جا، اور مجھے اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے بے نیاز کردے''۔

یہ دعا مقروض بندے کے لیے مشہور ہے۔ جو اس کے پڑھنے کا اہتمام کرے گا تو اس بندے کا قرضہ ادا ہو جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ

کے بعد ستر مرتبہ اس دعا کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ دو جمعہ نہیں گزر پائیں گے کہ وہ بندہ خود مالدار ہو جائے گا۔ یعنی اس کا مائینس پلس میں تبدیل ہو جائے گا۔

(اعانۃ الطالبین لابی بکر الدمیاطی)

درود شریف پڑھنے کا اہتمام

جمعہ کے دن کا ایک عمل اور بھی ہے جو بہت ہی خاص ہے، وہ ہے درود شریف پڑھنا۔ اس کے بارے میں بہت ساری روایات ہیں۔ اگر ''فضائلِ درود'' شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کتاب کے اندر حضرت نے بہت تفصیل کے ساتھ درود شریف کی برکتیں لکھی ہیں۔

حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن ہے، پس تم جمعہ کے دن خوب کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (سنن ابی داوٗد: رقم 1047)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے (اس دنیا میں) کثرت سے مجھ پر درود پڑھا ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم 484)

یعنی قیامت کے دن زیادہ درود پڑھنے والے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن اور رات میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں اتارتے ہیں۔ (سنن بیہقی: رقم 5994)

علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ جمعہ

دنوں کا سردار ہے، اور نبی کریم ﷺ انبیاء کے سردار ہیں، تو یہی وجہ ہے کہ اس دن درود پڑھنا زیادہ افضلیت رکھتا ہے۔ اور ''فضائل درود'' میں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کا ثواب ستّر گناہ بڑھ جاتا ہے۔ یزید رقاشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کے لیے ایک خاص فرشتہ مقرر ہے، جو شخص خاص جمعہ کے دن درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس درود شریف کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی اُمت کے فلاں شخص نے آپ پر درود پاک پڑھا ہے۔

سو ضرورتوں کا پورا ہونا

اور ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہماری ضرورتیں پوری ہوں، اور ہماری پریشانیاں دور ہوں۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا حاجات کو پورا کروا دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے قیامت کے دن میرے قریب ہر جگہ سے وہ لوگ ہوں گے جو کثرت سے دنیا کے اندر مجھ پر درود پڑھنے والے ہوں گے۔ اور جو شخص شبِ جمعہ یا جمعہ کے دن مجھ پر درود پاک پڑھے گا تو اللہ ربّ العزّت اس کی سو حاجتیں پوری کریں گے، جس میں ستّر آخرت کی حاجتیں، اور تیس دنیا کی حاجتیں ہوں گی۔ پھر اللہ پاک ایک فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں جو مجھے قبر کے اندر اس بندے کے درود کو اس اہتمام سے پیش کرے گا جس طرح تم تحفے ایک دوسرے کو پیش کرتے ہو، اور وہ فرشتہ اس کے نسب اور قبیلے کے تعارف کے ساتھ تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔ (سنن بیہقی: 111/3)

اب یہ کتنی عظیم بات ہے۔ ایک دفعہ سب محبت سے ابھی درود شریف پڑھ لیجیے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اسّی سال کے گناہوں کی معافی

جمعہ والے دن عصر کی نماز کے بعد ایک مشہور درود شریف ہے تقریباً سب کے علم میں ہوگا۔ حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ والے دن عصر کی نماز کے بعد اسّی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے گا تو اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ.

(القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع)

اس درود پاک کے اسّی مرتبہ پڑھنے میں بمشکل پانچ چھ منٹ لگتے ہیں۔ یہ درود شریف تو عصر کے بعد سے متعلق ہے، اس کے علاوہ جو چاہے وہ اس سے زیادہ پڑھے یعنی سو مرتبہ، ہزار مرتبہ درود پاک پڑھے۔ جتنا درود پاک پڑھنے کی تعداد میں اضافہ ہوگا، اُتنا ہی قیامت کے دن نور ملے گا اور اللہ کی رحمتیں ملیں گی۔ جب ایک دفعہ پڑھنے پر دس رحمتیں اُترتی ہیں تو ہزاروں کی تعداد میں پڑھنے سے کتنی رحمتوں کے کھینچنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ یہ چیزیں ہماری سوچ سے بہت اُونچی ہیں۔ اور الحمدللہ! ماشاءاللہ! کچھ خواتین تو ایسی ہیں جو ہر جمعہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک ہمت کرے، ان شاء اللہ اللہ ربّ العزّت آسانی پیدا فرما دیں گے۔ اگر دوکاندار حضرات جمعہ کو ذرا دیر سے دوکان کھول لیں یا دوکان کھول کر ہی دوکاندار درود شریف پڑھتے رہیں تو بہت بہتر ہے۔

جنت کی بشارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے گا جب تک وہ اپنا ٹھکانا جنت میں موت سے پہلے دیکھ نہ

لے اس کو موت نہیں آئے گی۔ (ترغیب وترہیب لابن شاہین: ق 261/2)

یعنی اللہ تعالیٰ اسے مرنے سے پہلے دکھائیں گے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے جنت میں، پھر اس کو موت دیں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ.

یہ درود شریف بھی بہت بہترین ہے۔ یہ پڑھ لیں، یا اس کے علاوہ کوئی بھی درود شریف جو یاد ہے، اس کے پڑھنے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ جو کوئی چلتے پھرتے یہ چھوٹا سا عمل کرلے تو ان شاء اللہ موت سے پہلے اپنا گھر دیکھ کر جائے گا۔ اور اس حدیث میں چوں کہ خاتمہ بالخیر کی بشارت بھی ہے۔ اور آج کل تو ہمیں خاتمہ بالخیر کے لیے زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ ہر طرف فتنے کا زمانہ ہے۔ تو اپنے خاتمہ بالخیر اور عافیت والی موت کے لیے درود شریف کے وظیفے کو لازم پکڑ لیں۔ آج کل کے جو اسکولز ہیں وہ موسیقی کے ذریعے بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، اور شروع دن سے ہی بچے کے دل سے غیرت اور ایمان کو ختم کردیتے ہیں۔ پھر ایسے بچے ہماری قبروں پر گیتا اور رائمنز ہی پڑھیں گے۔ اور مرنے کے بعد جب ان کو ہماری یاد آئے گی تو فاتحہ خوانی اور قرآن مجید پڑھنے کے بجائے ایک منٹ کی خاموشی ہی اختیار کریں گے۔ اس کے علاوہ ایسے بچے پھر بڑے ہو کر فقط ہماری قبروں پر کینڈل لائٹ آن کریں گے۔ ایسے بچوں کو نہ فاتحہ پڑھنے آتی ہوگی، نہ سورۂ اخلاص پڑھنے کا پتا ہوگا، اور نہ دعا مانگنی آتی ہوگی۔ سوچیے کہ ہم اپنے بچوں کو کن اسکولز میں بھیج رہے ہیں؟ ان چیزوں کا خیال کرنے کی ضرورت ہے۔

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے پروانۂ براءتِ جہنم

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات کا وقت آیا تو کسی نے دیکھا کہ ان کے سرہانے یعنی اُن کے پاس ایک پرچہ رکھا ہوا ہے۔ جب اسے اٹھایا اور کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ اس کو جہنم سے آزادی دے دی گئی ہے۔ لوگ اس بات پر بڑے حیران ہوئے۔ اُن کی بیوی سے پوچھا کہ یہ کیا عمل کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ہر جمعہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس کی کوشش کریں۔ کیوں کہ صرف پندرہ بیس منٹ کی محنت سے اگر ہمیں خاتمہ بالخیر اور اچھی موت کی گارنٹی مل جائے تو یہ گھاٹے کا نہیں، بلکہ فائدے ہی فائدے کا سودا ہے۔

سورۂ کہف کی تلاوت

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی برکتیں بہت زیادہ ہیں۔ اس اُمت میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے۔ اور جو شخص سورۂ کہف کی تلاوت کرتا رہے وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ اور سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات کو یاد کرنا اور اپنے بچوں کو یاد کروانا، اور آخری دس آیتیں یاد کرنا اور کروانا بھی دجال کے فتنوں سے بچنے کا سبب ہے۔ اس کے علاوہ احادیثِ شریفہ میں مطلقاً جمعہ کے دن سورۂ کہف کی برکتیں اور رحمتیں ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا، اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 2175)

ایک اور جگہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شبِ جمعہ میں سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو اس کے اور بیت اللہ کے درمیان میں نور روشن کر دیا جائے گا۔ (سنن داری: رقم 3407)

یعنی اس شخص کا بیت اللہ شریف سے ایک خاص تعلق قائم ہو جائے گا۔

تفسیر ابی السعود میں علامہ محمد بن محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سے ملتی جلتی ایک روایت نقل کی ہے: جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری آیت

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف: آیۃ 110)

اپنے بستر پر پڑھی، اس کے بستر کے پاس ایک نور ہوگا جس کی روشنی مکہ مکرمہ تک ہوگی، اور اس نور کے علاوہ فرشتے مسلسل اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے بستر سے اُٹھ جائے۔ (تفسیر ابی السعود: آیت 110)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو اس کے پاؤں سے لے کر آسمان تک ایک نور روشن ہو جائے گا جو قیامت کے دن اسے روشنی دے گا، اور اس کے دو جمعوں کے درمیان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (ترغیب وترہیب: 298/1)

ایک سنداً ضعیف حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے گا وہ آٹھ دن تک فتنوں سے محفوظ رہے گا، اور اگر ان آٹھ دنوں میں دجال بھی آجائے گا تو وہ اس سے بھی بچا رہے گا۔ (درمنثور: 475/9)

جمعہ کے روز ملاقاتیں کرنا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ترتیب یہ بھی تھی کہ جمعہ والے دن نمازِ جمعہ کے بعد اگر کوئی مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرنے جاتے تھے۔ وہ حضرات جمعہ کو خوش ہوا کرتے تھے جس طرح ہم عید والے دن خوش ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حسبِ ضرورت بازار سے چیزیں بھی خریدتے تھے۔ ایک صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھتے، پھر بازار میں جاتے، پھر واپس آکر عبادت میں لگ جاتے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد بازار تشریف لے جاتے تھے۔ پھر انہوں نے قرآن مجید کی ایک آیت بھی تلاوت فرمائی:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعة: آیۃ10)

جب اللہ ربّ العزّت کاروبار بند کرنے کے لیے فرماتے ہیں اور اس وقت آپ لوگوں نے اللہ کے حکم کو پورا کر دیا ہے، تو اب برکتیں مانگنے کا وقت آگیا ہے۔

حضرت عراک بن مالک رحمۃ اللہ علیہ جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ اے اللہ! میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، اور لبیک کہا، اور تیرے حکم کے مطابق مسجد آگیا، اور فرض نماز ادا کی۔ اے اللہ! میں نے تیرے فریضہ کو تیرے حکم کے مطابق پورا کر دیا۔ اب میں جاتا ہوں جیسے کہ تُو نے پھیل جانے کا حکم دیا، تو اے اللہ! اب مجھے اپنی جانب سے بہترین رزق عطا فرما دیجیے۔ بے شک آپ ہی بہترین رزق عطا فرمانے والے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ آیت 10)

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت سے اسی طرح دعائیں مانگ مانگ کر اللہ

کی رحمتوں کو کیش کروائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اگر چہ یہ حکم وجوبی نہیں، استحبابی ہے کہ جب نمازِ جمعہ ادا کر لی اب زمین میں پھیل جاؤ۔ کہیے کہ اللہ! اب میں کام پر، کاروبار پر جا رہا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اپنے فضل سے بہترین رزق عطا فرما۔ اے اللہ! تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔

بعض بزرگوں سے یہ بات منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد کاروبار کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے لیے ستر برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کے حکم کو پورا کر کے کاروبار کریں گے تو جس گاہک کو اللہ نے آپ کے لیے جمعہ سے پہلے بھیجنا تھا، وہی اللہ آپ کے پاس جمعہ کے بعد گاہک کو بھیج سکتے ہیں۔ اس لیے نمازِ جمعہ کے لیے بہت محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

موت کے وقت نیک لوگوں کا اکرام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل:32)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے

انگریزی کا ایک مقولہ ہے:

Turn to Allah before you return to Allah.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ اس سے پہلے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لیے جاؤ''۔

بالآخر ہم سب نے جانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ کتنی بڑی زندگی گزار لیں، اچھی زندگی گزار لیں، خراب زندگی گزار لیں بالآخر ہم نے اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ جب بھی کسی کا انتقال ہوتا ہے تو لوگ میت کو قبر میں ڈال دیتے ہیں، اس پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور بعد میں ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے حوالے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے بارے میں سوچے کہ آخر میرے جسم نے ایک نہ ایک دن اللہ کے حوالے ہونا ہے۔ یہ تو پکی بات ہے۔ ہمارے دادا اور پردادا جو چلے گئے اب وہ کدھر ہیں؟ جب قبر میں اپنے پیاروں کو ڈال کر آتے ہیں تو کس کے حوالے کر کے آتے ہیں؟ اللہ کے حوالے۔ یعنی ایک نہ ایک دن اس جسم نے اللہ کے حوالے ہونا ہی ہے تو آج ہی کیوں نہ کر دیں۔ آج ہی اگر ہم اس کو اللہ کے حوالے کر دیں تا کہ قیمت لگ جائے۔ آج ہم جب اللہ سے دور بھاگ رہے ہوتے ہیں تو بعض اوقات پتا ہے اللہ تعالیٰ کیا کرتے ہیں؟ کوئی پریشانی، کوئی غم، کوئی ایسی تکلیف اس پر ڈال دیتے ہیں کہ وہ آتا ہی اللہ والوں کے پاس ہے۔

پریشانی کا ڈنڈا

کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ ایک نوجوان کی والدہ بڑی کوشش کرتی رہیں کہ اُن کا بیٹا کسی طرح میرے پاس آجائے۔ بڑی فکر کرتی تھیں۔ وہ نوجوان ماں کے کہنے سے کبھی آجاتا، لیکن اس طرح جیسے کوئی مارے باندھے آتا ہے۔ ایک دن وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو گیا پھر وہ دوڑا دوڑا آیا اور آتا رہا، مستقل آتا رہا۔ کوئی ڈیڑھ دو مہینے تو وہ مستقل

آتا رہا۔ ایک دفعہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ حضرت! میں اس تکلیف میں مبتلا کیوں ہوا؟ میں نے کہا کہ تو ماں کے کہنے سے تو آتا نہیں تھا، نہ شیخ کے کہنے کی لاج رکھتا تھا۔ اللہ نے پریشانی میں ڈال دیا۔ اب پریشانی میں آئے ہو تو پھر ہماری یاد آئی۔ یہ پریشانیاں، یہ غم، یہ حالات، یہ بیماریاں یہ ایسے ڈنڈے ہوتے ہیں جو اللہ مسلمان کے لیے لے کر آتے ہیں کہ چلو اِدھر۔ مزا تو یہ ہے کہ ہم اپنی خوشی سے اللہ کی طرف آجائیں۔ نہیں تو پھر جب اللہ ربّ العزّت کے فیصلے ہوتے ہیں تو تکلیف کے ساتھ آنا پڑتا ہے، کیوں کہ آنا تو ہے ہی، کب تک نہیں آئے گا؟ بکرے کی ماں آخر کب تک خیر منائے گی؟ کب تک اللہ کی طرف نہیں آئیں گے؟ آنا تو ہے۔ اپنے اختیار سے آجائیں، خوشی سے آجائیں، یا اللہ کے لیے اس کی قیمت کچھ ادا کر کے آجائیں۔

اللہ کے قرب کو مقصد بنائیں

لوگ آتے ہیں کہ حضرت! دعا کر دیں بیوی نہیں مانتی، بیوی نافرمان ہوگئی ہے، بیوی قابو میں آجائے۔ خواتین کہتی ہیں کہ حضرت! دعا کریں بچے افلاطون بنے ہوئے ہیں، یا گھر میں بیماری ہے، یا کسی نے کچھ کرا دیا ہے۔ یا پھر لوگ آتے ہیں کہ حضرت! قرضہ چڑھ گیا ہے، کاروبار نہیں چل رہا، ہمارے اوپر آسیب ہوگیا ہے۔ سب اسی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ لوگ ہیں جو آکر یہ کہیں کہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں ایسی نماز سکھا دیں کہ ہم اللہ کے قریب ہو جائیں۔ نماز میں کسی غیر کا خیال نہ آئے۔ آپ ہمارا ایسا تعلق بنا دیجیے۔ آپ ہمیں کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ ہم جس پر عمل کریں تو اللہ کی محبت دل میں ٹھاٹھیں مارے۔ اس سے پہلے کہ اللہ سے ملاقات ہو، ہم اللہ کی محبت کو دل میں آباد کرلیں۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال جانا تو

ہے، مگر بہتر ہے کہ ہم یہاں پہلے سے تیاری کرلیں۔اب جو جانے والے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے اس بارے میں چند احادیث سن لیجیے۔

نیک روحوں کا اِعزاز

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے تفسیر میں لکھا ہے کہ جس وقت انسان کی روح قبض کی جاتی ہے تو فرشتوں کی جماعت ملک الموت کے ساتھ مرنے والے کے پاس آتی ہے۔اوراس کے علاوہ کافی لوگ ہوتے ہیں۔ جو نیک روحیں ہوتی ہیں، ملک الموت انہیں قبض کرتے ہیں، پھر باقی فرشتے اس نیک روح کو اوپر لے جاتے ہیں۔ کچھ فرشتے میت کے لیے استغفار کررہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کی رحمت نازل ہونے لگتی ہے۔ اِردگرد کے لوگ مرنے والے کے لیے دعائیں کررہے ہوتے ہیں اور کچھ ان دعاؤں پر آمین کہہ رہے ہوتے ہیں۔ پھر غسل اور کفن کے بعد میت کو قبر میں اتار دیا جاتا ہے۔ نیک لوگوں کی روح نکلنے سے پہلے اور قبر میں اتارنے تک یہ فرشتے مختلف قسم کے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہ اگرچہ ہمیں نظر نہیں آتے، لیکن جب حدیث میں بات آگئی تو بس حق ہے، ہمیں نظر آئیں یا نہ آئیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میت کے پاس ملائکہ یعنی فرشتے آتے ہیں۔ اگر وہ آدمی نیک اور صالح ہوتا ہے تو فرشتے بڑے احترام سے کہتے ہیں کہ نکلو اے پاکیزہ روح! جو پاک جسم میں تھی۔ نکلو اے قابلِ تعریف! تمہیں خوشخبری ہو اللہ کی رحمت اور جنت کی، اور ربِّ (ذوالجلال) کے راضی ہوجانے کی۔ جب تک وہ نیک روح جسم سے نکل نہیں جاتی، فرشتے اس کو برابر یہی کہتے رہتے

ہیں۔(اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جاتی، نہ مارا جاتا ہے، نہ ڈانٹ ڈپٹ کچھ بھی نہیں ہوتا جیسا کہ گنہگاروں کے ساتھ کیا جاتا ہے) پھر فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان کی جانب جاتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں نیک آدمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکیزہ جان کو خوش آمدید ہو جو پاکیزہ جسم میں تھی۔ (جنت میں) داخل ہو جاؤ اس حال میں کہ تم قابلِ تعریف ہو، اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ کی رحمت اور جنت کی، اور اپنے رب کے راضی ہو جانے کی کہ وہ اب کبھی ناراض نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر آسمان کے دروازے پر اسے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح کو اس آسمان پر پہنچا دیا جاتا ہے جس میں خود سبحانہ وتقدّس جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 4262)

ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نیک مؤمن کی روح قبض کرنے کا وقت ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس میں آتے ہیں، اور کہتے ہیں: اے روح! چلو اس حال میں کہ تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہے، اللہ کی رحمت اور جنت کی طرف (چلو)۔ پس وہ روح جسم سے نکلتی ہے اس حال میں کہ اس میں مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبو آ رہی ہوتی ہے، اور فرشتے بعض بعض سے احترام میں اسے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور اسے اچھے اچھے ناموں سے پکارتے ہیں، یہاں تک کہ اسے آسمان کے دروازے پر لاتے ہیں۔ اور (آسمان کے فرشتوں سے) کہتے ہیں کہ تمہارے پاس زمین سے یہ آئی ہے۔ پھر اسے دیگر ایمان والوں کی روحوں سے ملایا جاتا ہے تو وہ سب روحیں اس کی آمد سے اتنی

خوش ہوتی ہیں جیسے کوئی اپنا بڑے عرصے کے بعد آیا ہو۔ پھر وہ روحیں اس آنے والی مبارک روح سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا ہوا؟ فلاں کا کیا ہوا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اسے چھوڑو، اسے آرام کرنے دو، یہ دنیا کے غموں سے نکل کر آیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ جس کا تم پوچھ رہے ہو اس کا تو انتقال ہو چکا ہے، کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ روحیں جواب دیتی ہیں کہ نہیں، کہیں اسے ہاویہ (جہنم) نہ لے جایا گیا ہو۔

(الصحيحة للألباني: 293/3)

اس پاکیزہ روح کی خوشبو مشک کی خوشبو سے زیادہ ہوتی ہے۔ اب بتائیے! کیا ایسی خوشبو کسی مارکیٹ میں ملتی ہے؟ ہم کسی اسٹور میں جائیں اور ایسی خوشبو لے آئیں کہ ہماری روح نکالنے والے فرشتے وہ بھی خوش ہوں اور محسوس کریں۔ بھئی! یہ خوشبو نکلتی ہے اعمال سے، یہ نکلتی ہے نیکی سے، تقویٰ سے، پاکدامنی سے۔ جس کی نیکی کی زندگی ہوگی اس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں گے۔ اور اتنا اعزاز اسے دیا جاتا ہے اور دیگر نیک روحوں سے اس کی ملاقات کرائی جاتی ہے۔ کیسا خوشی کا منظر ہوگا۔ پھر آپس کی بات چیت سے پتا چلتا ہے کہ بعض بدنصیب یہ اعزاز حاصل نہیں کر سکے، انہیں کہیں اور لے جایا گیا ہے جسے جہنم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان کا دنیا سے جانے کا آخری وقت آجاتا ہے اور آخرت کے لیے سفر شروع ہونے لگتا ہے تو آسمان سے خوبصورت چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں جن کا چہرہ سورج کی مانند روشن ہوتا ہے۔ اُن کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے، اور جنت سے لائی ہوئی خوشبو ہوتی ہے۔ فرشتے اس کی نگاہوں کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: موت کا فرشتہ (نہایت ہی اِکرام سے، احترام سے اور محبت سے) اس کو کہتا ہے کہ اے پاکیزہ نفس! نکلو (چلو) اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس مؤمن کی روح اتنی آسانی سے نکل جاتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ ٹپکتا ہے (یعنی بالکل سہولت کے ساتھ)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر سے بھی اس روح کا گزر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ واہ! کیسی پاکیزہ روح ہے۔ روح کو لانے والے فرشتے جواب میں کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے، اور بہترین ناموں سے اسے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فرشتے اسے آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور یہ سب فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر (اللہ پاک کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین میں جگہ دے دو۔ پھر کہا جاتا ہے: میرے اس بندے کو زمین کی طرف لے جاؤ اس مٹی میں جہاں سے میں نے اسے پیدا کیا، اور اسی میں میں نے اسے لوٹایا، اور اسی مٹی سے میں اسے دوبارہ پیدا کروں گا۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 114)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی جان جب قبض کی جاتی ہے تو ملائکہ رحمت بشارت دیتے ہیں جیسے دنیا میں بشارت دینے والے بشارت دیا کرتے ہیں۔ (پھر اسے لے کر دیگر ارواحِ مؤمنین کے پاس جاتے ہیں تو وہ اس سے سوالات کرتے ہیں، مگر) فرشتے کہتے ہیں کہ دیکھو! اب تمہارے دوست کو آرام کرنے دو، اس نے دنیا میں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں (عبادت میں تکلیف

اٹھائی، گناہوں سے بچنے میں تکلیف اٹھائی، نیکی کرنے میں تکلیفیں اٹھائیں)۔ دیگر نیک لوگوں کی روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں مرد کا کیا حال ہے؟ فلاں خاتون کا کیا حال ہے؟ کیا اس نے شادی کرلی؟ جب وہ اس سے ایسے شخص کا پوچھتے ہیں جو پہلے انتقال کر گیا ہو، تو وہ کہتا ہے کہ ارے! وہ تو مجھ سے پہلے مرا ہے۔ نیک روحیں کہتی ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون، شاید کہ اسے جہنم کی طرف لے جایا گیا ہے۔ بہت بری ہے اس کی ماں، اور بہت بری ہے اس کی تربیت کرنے والی۔

(الصحيحة للألباني: رقم 2758)

تفسیرِ قرطبی میں سورۂ فجر کی آخری آیات کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کو بلانا چاہتے ہیں تو اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کا شوق ڈال دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خود بھی اس سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی مؤمن کی روح قبض کرنی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو جنت کا تحفہ دے کر اس کی طرف بھیجتے ہیں۔ پس وہ آکر اس سے کہتے ہیں: اے نفسِ مطمئنہ! چلو اس حال میں کہ تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہے، اللہ کی رحمت اور جنت کی طرف، اور اپنے اس رب کی طرف جو تم سے راضی ہے (چلو)۔ پس وہ مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے جو کسی نے اپنے ناک سے سونگھی ہے۔ اور آسمان کے کناروں پر فرشتے اس کے انتظار میں ہوتے ہیں (کہ نیک روح آنے والی ہے۔ اسے پروٹوکول دیا جاتا ہے) فرشتے کہتے ہیں: آج زمین سے پاکیزہ روح اور پاکیزہ جان آئی ہے۔ آسمان کے جس دروازے سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے، اور جس فرشتے کے پاس سے گزر ہوتا ہے وہ

اس کے لیے دعائے رحمت کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے پاس اسے حاضر کر دیا جاتا ہے، اور وہ (پاکیزہ روح) سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا جاتا ہے کہ اس روح کو مؤمنین کی روحوں کے ساتھ کر دو۔ پھر حکم دیا جاتا ہے اور اس شخص کی قبر (دنیا میں) اس پر کشادہ کر دی جاتی ہے ستر گز چوڑائی اور ستر گز لمبائی۔ اور جنت کی خوشبو مہکا دی جاتی ہے، اور اگر اس کے ساتھ قرآن مجید بھی ہوتا ہے تو اس (قرآن) کا نور اس کے لیے کافی ہے۔

(معالم التنزیل المعروف بتفسیر البغوی: سورۂ فجر، آیت 29)

ہم نیکی کی زندگی گزاریں تو یہ پیغام آئیں گے۔ یہ تحائف آئیں گے۔ موبائل، اِنٹرنیٹ، واٹس اَپ اور یہ ٹویٹر، فیس بک ان چیزوں کا ناجائز استعمال کریں گے پھر یہ سب کچھ نہیں ملنے والا۔ یہ کب ہوگا؟ جب ہماری زندگی اللہ کے احکامات کے مطابق ہوگی۔ اللہ پاک اس بندے کا دل خوش کر دیتے ہیں۔ کبھی پھول سامنے کر کے، کبھی جنت کا محل سامنے کر کے، کبھی جنت کی ہوائیں سامنے لا کر، کبھی فرشتوں کی بشارتیں کہ اب دنیا کی تکلیفیں ختم ہوگئیں۔ بس اب آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ جب نیک آدمی یہ ساری چیزیں دیکھتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہونے لگتا ہے۔ پھر بڑے ادب واحترام کے ساتھ اس کی روح نکالی جاتی ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام بڑی نرمی کے ساتھ روح نکالتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یقیناً مؤمن کے پاس موت کے فرشتے ایک ریشمی کپڑا یا رومال لاتے ہیں جس میں مشک اور ریحان کی خوشبو ہوتی ہے، پھر اس کی روح اس طرح سے

نکالی جاتی ہے جس طرح آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین: رقم 15)

اتنی نرمی کے ساتھ روح نکالی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے والا بنا دے۔ ہم نیک عمل کریں گے ہمارے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہوگا۔ ہماری تنہائیاں پاکیزہ ہوں، اور ہمارے موبائل فون میں کسی کی تصویر نہ ہو، کسی کی برائی نہ ہو، نمازیں ہماری پوری ہوں، اگر عورت ہے تو مکمل پردے کا اہتمام ہو، نہ یہ نامحرم کو دیکھے نہ کوئی نامحرم اس کو دیکھ سکے، ذکر کا اہتمام ہو تو پھر یہ سب چیزیں ملیں گی ان شاء اللہ۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی جان! اپنے رب اللہ کی طرف چلو اس حال میں کہ تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہے، اللہ کی رحمت اور اس کی رضا کی طرف چلو۔ پھر جب اس کی روح نکال لی جاتی ہے تو پہلے اسی مشک اور ریحان کے کپڑے پر رکھتے ہیں، پھر اس پر ریشم کے کپڑے کو لپیٹ دیتے ہیں اور اسے علیین کی طرف لے جاتے ہیں۔

(تنبیہ الغافلین: رقم 15)

علیین وہ مقام ہے جہاں نیک لوگوں کی روحوں کو جمع کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب مؤمن کی روح قبض ہونے کا وقت آتا ہے تو فرشتے آتے ہیں، اسے سلام کرتے ہیں، اور اسے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اور جب وہ انتقال کر جاتا ہے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ اس کی نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 421/4)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب لوگ جنازے کی چارپائی کو اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ میت نیک آدمی کی

ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی پہنچاؤ (اللہ ارحم الرّاحمین کی طرف)، اور اگر کسی برے آدمی کی میت ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہائے بربادی! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ ان کی آوازوں کو انسان کے سوا سب سنتے ہیں، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

(صحیح بخاری: رقم 1251)

دنیا کی چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ آدمی اگر نیک ہے تو اس کی نیکی اسی کے کام آئے گی، اور اگر آج یہاں خواہشات کی تکمیل میں لگا ہوا ہے تو پھر آگے پچھتاوا ہوگا۔

ایک حدیث میں بہت ہی پیاری بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اللہ مؤمن بندے کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتے ہیں کہ میرے اس بندے کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ ملک الموت آتے ہیں اور روح قبض کرنے سے پہلے اللہ پاک کا سلام پہنچا دیتے ہیں۔ (بشری الکئیب بلقاء الحبیب للسیوطی رحمہ اللہ)

جس کی وجہ سے مؤمن آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں بے چین ہو جاتا ہے، اور اس کی تمنا ہوتی ہے کہ جلدی سے میری روح نکلے اور میں عرش پہ جا کر حاضری دے دوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی موت عطا فرمائے کہ موت کی تکلیف بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا سلام بھی آئے، فرشتوں کا سلام بھی آئے، اور جب فرشتے لینے آئیں تو خوشبوؤں کو لے کر آئیں، اور جنتی کفن لے کر آئیں، جنتی خوشبوئیں لے کر آئیں اور بشارتیں لے کر آئیں، اور ہمارے لیے دعائے استغفار کر رہے ہوں۔ اللہ کرے ایسے پروٹوکول کے ساتھ ہمارا دنیا سے آخری سفر ہو۔ لیکن ایسا کب ہوگا؟ جب دنیا کے اندر ہم اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی رحمت فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

مکتبۃ الفقیر کی نئی شائع شدہ کتب

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
☎ 0322-8669680
Cell: 0300-9652292 Email: ALFaqeerfsd@yahoo.com

الکہف پبلیکیشنز کی کتب ملنے کے پتے

AL-KAHAF PUBLICATIONS

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ، فیصل آباد

+92-41-2618003, 0300-9652292,03228669680

لاہور	ابراہیم اکیڈمی:	بلمقابل قطب مسجد، شاہ جمال، لاہور فون نمبر 042-35404425
	جامعہ رقیہ للبنات:	اقبال ہاؤس، A-1\31 بیکو روڈ ٹاؤن شپ لاہور 0301-4496600
	مکتبہ سید احمد شہید لاہور:	اردو بازار لاہور 042-37228272
	ادارہ اسلامیات:	190 انار کلی لاہور 042-37353255
	مکتبہ رحمانیہ:	اردو بازار 042-37224228
	نیشنل الیکٹرونکس علی سنٹر:	A-16 مین روڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور 0423-7632902
	یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ:	بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم لاہور، 0300-0321-0334-0313-9489624
ملتان	ادارہ تالیفات اشرفیہ:	فوارہ چوک ملتان 0322-6180738,061-4540513
	مکتبہ امدادیہ:	ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965
پشاور	مکتبہ دارالاخلاص:	قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539
	مکتبہ عمر فاروق:	قصہ خوانی بازار پشاور 0301-8845715
اکوڑہ خٹک	مکتبہ سید احمد شہید:	جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک 0923-630946
حاصل پور	دارالمطالعہ:	نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0622442059,0300-7853059
کراچی	عادل شکیل بہادر آباد کراچی	181، 0300-2001060
	دارالاشاعت:	اردو بازار کراچی 021-2213768
	علمی کتاب گھر:	اوجار وڈ اردو بازار کراچی 021-32634097
	احسن محمود: امام خطیب جامع مسجد طیبہ واستاذ:	جامعہ دارالعلوم کراچی مکان نمبر 125k ایریا کورنگی کراچی فون نمبر: 0321-2660180
بنوں	حضرت مولانا گل رئیس صاحب:	حضرت قاری سلیمان صاحب (مدظلہم) دارالہدی بنوں
راولپنڈی	جامعۃ الصالحات:	محبوب سٹریٹ ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347

گلدستۂ سنت

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

- ایمان والوں سے محبت حصہ اول
- ایمان والوں سے محبت حصہ دوم
- شکر حصہ اول
- شکر حصہ دوم
- والدین کے حقوق حصہ اول
- والدین کے حقوق حصہ دوم
- بدگمانی
- بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری حصہ دوم
- رمضان کی بعض سنتیں
- روزے میں تین اہم کام
- اللہ کی رحمت حصہ اول
- سلام کرنا حصہ اول
- جمعہ کی فضیلت
- موت کے وقت نیک لوگوں کا اکرام

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ
AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST

ISBN 969775906-5
9 789697 759064